

# مسائل غیر مقلدین

مُصَنَّف

مولانا ابوبکر رضا غازی پوری

ناشر

رتبانی بک ڈپو

کوشچ چاندان کٹواں مانی

# مسائل غیر مقلدین

کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں

اس کتاب میں غیر مقلدین حضرات کے اس پر شور  
دعویٰ کو نہایت مدلل انداز میں چیلنج کیا گیا ہے کہ وہ  
اہل حدیث ہیں اور ان کا عمل تمام سنتوں اور تمام  
صحیح حدیث پر ہوتا ہے اور یہ کہ وہ دینی و شرعی مسائل  
کے اختیار کرنے میں سلف کے طریقہ پر ہیں۔

تالیف: ————— محمد ابوبکر غازی پوری

ناشر: مکتبہ انژنیئر قاسمی منزل سید واڑہ، تھانہ پور

یوپی - انڈیا



نام کتاب	مسائل غیر مقلدین
تصنیف	کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں مولانا محمد ابوبکر غازی پوری
کتابت	شمس الحسن ادروی
طباعت	ربانی انٹرپرائز زلال کنواں دہلی - ۶
صفحات	۴۰۴
سال اشاعت	نومبر 2009
قیمت	۱۱۰ روپے

ناشر

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور - یو پی

اشاکسٹ

ربانی بکس فیلو کنڑ شیخ چاند لال کنواں دہلی



# مقدمہ

از قلم مولانا نور الدین نور اللہ الاعظمی مددگار مہتمم مکتبہ اثریہ غازی پور

محمد لا و نصلی علی رسولہ الکریم — اما بعد  
ابھی تھوڑے ہی روز قبل فاضل اجل مولانا محمد ابو بکر صاحب غازی پوری علیہ السلام کی گراں قدر اور نہایت محققانہ عربی تالیف "وقفہ مع اللامذہبیۃ فی شبه القارۃ الہندیۃ" کے نام سے منظر عام پر آ کر قارئین کے ہاتھوں پہنچ چکی ہے۔

کتاب مذکور نے طائفہ غیر مقلدین کے اس جھوٹے دعویٰ کے پر خچے اڑا کر رکھ دیئے ہیں کہ وہ اہل توحید، اہل سنت اور سلفی ہیں، اور ان کا عقیدہ و مذہب بھی وہی ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہما کا تھا، توحید و سلفیت کا نعرہ لگانے والا یہ طائفہ برسر عام ننگا بسوچکا ہے، انکے اکابر کے واقعی عقائد (۱) سامنے آ جانے کے بعد اب بھی یہ غیر مقلدین وہی سلفیت اور اپنے موجد ہونے کا ڈھونگ رہتے رہتے رہے تو یہ بے شرمی اور بے حیائی کی انتہا ہوگی اور اگر کوئی یہ کہہ دے کہ:

(۱) جنکو وہ آج تک چھپاتے رہے ہیں، آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ غیر مقلدین حضرات بڑی چابکدستی اور نہایت خفیہانہ انداز میں اپنی وہ ساری کتابیں منظر عام سے ہٹاتے رہے ہیں جن سے ان کے واقعی عقائد اور انکے رنج و فکر کا پتہ لگتا ہے۔



بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

تو غلط نہ ہوگا۔

”دَقْفَةُ مَعَ اللَّامِ ذَهَبِيَّةٌ“ نے غیر مقلدوں کے چہرہ سے نقاب الٹ دیا ہے اور عوام و خواص سب جان چکے ہیں کہ ”غیر مقلدیت“ فی الاصل قبوریوں، بدعتیوں، رافضیوں، پنجریوں اور دھریوں کی جماعتوں کا طغویہ اور معجون ہے، اور اس کا خمیر کتاب و سنت اور اسلام سے منحرف انہیں جماعتوں کے عقائد و اعمال سے تیار ہوا ہے، اور غیر مقلدین اپنے بیج اپنی فکر اپنے عقیدے اور خیالات کے اعتبار سے اہل سنت سے خارج مبتدعین اور اسلام سے منحرفین کی وہ جماعت ہے جس نے اپنے چہرہ پر اہلحدیث، اور سلفیت کا نقاب ڈال رکھا تھا تاکہ ان ناموں کی آڑ میں خلق خدا کو گمراہ کر سکے اور اپنی دنیاوی خواہشات و اغراض و مقاصد کو سلفیت کی نقاب کی آڑ میں زیادہ سے زیادہ پورا کر سکے۔

میں نے ابھی ادھر عرض کیا ہے کہ غیر مقلدین کی جماعت کو سلفیت سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ بدعتی، رافضی اور پنجری جماعتوں کا طغویہ ہے، ممکن ہے کہ بعض سادہ مزاج لوگوں کو ہماری اس بات کے تسلیم کرنے میں کچھ تردد ہو اور اس کو وہ محض ایک الزام قرار دیں اسلئے ضروری ہے کہ یہاں ان کے بعض عقائد کا ذکر کر دیا جائے تاکہ میری بات کی تصدیق اور تائید ہو سکے، تفصیل اور حوالوں کیلئے ”دَقْفَةُ مَعَ اللَّامِ ذَهَبِيَّةٌ“ کا مطالعہ کیا جائے اور جہاں کوئی نئی بات ہوگی اس کا حوالہ یہیں دے دیا جائے گا۔  
وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

(۱) بریلویوں اور بدعتیوں نیز رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ بزرگوں کی قبروں، مقامات مبارکہ اور بزرگوں کے متروکہ آثار کی زیارت کرنی باعث برکت ہے، اور یہی عقیدہ غیر مقلدین کا بھی ہے۔ چنانچہ مولانا نواب وحید الزماں حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

”سلف و خلف ہمیشہ سے بزرگوں کے آثار، انہی زیارت گاہوں، ان کے

مقامات، انکے کنویں اور انکے چشموں سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے،  
 اور نواب صدیق حسن خان صاحب اپنے والد بزرگوار کے بارے میں لکھتے ہیں۔  
 «ولا يزال النور على قبره الشريف والناس يتبركون به»  
 معنی والد محترم کی قبر پر ہمیشہ نور رہا کرتا ہے اور لوگ آپکی قبر سے برکت حاصل  
 کرتے ہیں۔

اور سلفیوں کے مذہب میں اس طرح کا عقیدہ رکھنا شرک اور گمراہی ہے،  
 چنانچہ مشہور معنی عالم شیخ ابن عثیمین اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔  
 «التبرک بالقبور حرام ويجب الامتناع على من يتبرك»  
 معنی قبروں سے برکت حاصل کرنا حرام ہے، اور جو قبروں سے برکت حاصل  
 کرے اس پر نیکر کرنا واجب ہے۔

(۲) سلفیوں کے نزدیک بزرگوں کی قبروں سے فیوض و برکات حاصل کرنا  
 جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کفر اور شرک ہے، لیکن غیر مقلدین علماء اسکو جائز قرار دیتے  
 ہیں، نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

«اور یہ ہیں سے وہ شبہ بھی دفع ہو گیا جو بعض کوتاہ میں لوگوں نے  
 ظاہر کیا ہے کہ کیسے بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے فیوض و برکات حاصل  
 ہوں گے»

(۳) سلفیوں کے نزدیک غیر اشرے توسل کرنا حرام اور شرک ہے لیکن غیر مقلدوں  
 کے مذہب میں یہ جائز ہے، یہی نواب صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں:  
 «اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ انبیاء و صالحین کے ذریعہ توسل  
 کیا جائیگا کہ نہیں، تو کچھ لوگوں نے تو مطلقاً ناجائز بتلایا ہے، اور کچھ لوگوں  
 نے زندوں سے جائز بتلایا ہے اور مردوں سے ناجائز اور کچھ لوگوں نے اسکو  
 مطلقاً (یعنی مردوں اور زندوں دونوں سے) جائز بتلایا ہے اور ہمارے



صحاب کا یہی تیسرا مذہب ہے :

اور یہی نواب صاحب اپنی کتاب نزل الابرار میں لکھتے ہیں :

.. التوسل بالانبياء والصالحين من عبادة جائز وليستوى

فيه الاحياء والاموات .. (۱)

یعنی اختیار اور بزرگوں سے وسیلہ پکڑنا جائز ہے اور اس بارے میں زندہ

اور مردے برابر ہیں۔ (یعنی مردوں سے بھی توسل کرنا جائز ہے اور زندوں سے بھی)

(۴) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ بکرمۃ فلان اور بجاہ فلان سے دعا کرنا شرک اور حرام ہے اس سلسلہ میں سمودیہ کے سلفی علماء کی کمیٹی کا یہ فیصلہ ہے۔

التوسل الى الله في الدعاء بجاه الرسول صلى الله عليه وسلم اذ ذاته

او منزلته غير مشروع لانها ذريعة الى الشرك.

یعنی دعائیں بجاہ الرسول، یا بذات الرسول یا بتمنزلۃ الرسول سے توسل کرنا

غیر مشروع ہے اس وجہ سے کہ یہ شرک کا ذریعہ ہے۔

جبکہ غیر مقلدین کے وہ علماء بھی اسکو جائز کہتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں جنکو غیر مقلدین کا گروہ مجددیت کے مقام بلند پر فائز کرتا ہے۔ مثلاً نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم جو کہ غیر مقلدوں کی صف کے سب سے بڑے عالم ہیں، شیخ ابن عربیؒ سے

(۱) ہدیۃ المہدی میں پوری ایک فصل کسی صفحات کی اس توسل کے جواز کے بیان میں نواب

حیدر آبادی صاحب نے قائم کی ہے، اس پوری فصل کو پڑھنے کے بعد آپ کو معلوم ہو گا کہ بریلویوں

اور غیر مقلدوں کے عقیدہ میں اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۲) وہی شیخ ابن عربی جنکو ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور زندیق اور کافر کہتے ہیں، اور تمام سلفی حضرات شیخ

ابن عربی کے بارے میں ابن تیمیہ ہی کے ہم قدم ہیں۔

اپنے غایت درجہ کا تعلق اور حسن اعتقاد ظاہر کرتے ہوئے یوں دعا کرتے ہیں۔  
 « واحشرنانی زمرة احبابہ بجاء سید اصفیائہ وخاتم  
 انبیائہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ »

اور روضۃ الندیہ کے آخر میں اس کتاب کا غیر مقلدِ مصحح یوں دعا کرتا ہے،  
 « یقول المتوسل بجاء النبی الخاتم الفقیر الی اللہ تعالیٰ  
 محمد قاسم۔ »

(۵) غیر اللہ کے ذریعہ مدد چاہنا بریلویوں اور شیعوں کا عقیدہ، مگر غیر مقلدین  
 غیر اللہ سے مدد چاہنے کو جائز قرار دیتے ہیں، نواب وحید الزماں حیدر آبادی اپنی  
 کتاب ہدیۃ المہدی کے مقدمہ میں فرماتے ہیں :  
 « اے اللہ اس کتاب کی تالیف میں انبیاء و صالحین اور ملائکہ مقربین کی ارواح  
 سے مدد فرمائیے، اور خاص طور پر ہمارے امام حسن بن علی کی روح سے (۱)»  
 اور شیخ ابن تیمیہ حوانی کی روح سے اور شیخ مجدد الف ثانی کی روح سے میری  
 مدد فرمائیے۔ »

(۶) یا رسول اللہ، یا مادر، یا علی، یا غوث، یا حیدر وغیرہ سے ندا کرنا بریلویوں  
 اور شیعوں کا عمل اور عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ غیر مقلدوں کا بھی ہے۔  
 نواب وحید الزماں حیدر آبادی فرماتے ہیں :  
 « اگر کوئی غلبہ محبت میں غیر اللہ کو یہ کہہ کر پکارے، یا رسول اللہ، یا علی یا حیدر  
 یا مادر یا سالار، یا محبوب، یا غوث تو کوئی حرج نہیں جائز ہے۔ »  
 (۷) مصیبت میں غیر اللہ کو پکارنا اور ان سے استعانت چاہنا یہ خالص مشرکانہ  
 عمل ہے اور اس طرح کا عقیدہ بدعتوں، بریلویوں اور شیعوں کا ہے، اہلسنت اس طرح کے



عقیدہ کو شرک سمجھتے ہیں اور سلفیوں کے نزدیک تو یہ شرک اکبر ہے، مگر غیر مقلدوں کے مذہب میں غیر اللہ سے مدد چاہنا اور استعانت کرنا جائز ہے، نواب صاحب بھوپالی مرحوم کا ایک طویل قصیدہ ہے اس کے چند بند کا درج ذیل ترجمہ ہے۔

اے میرے آقا، اے میرے سہارے، اے میرے وسیلہ، اے میری پریشانی  
و آسانی میں کام آئے نولہے۔ میں تیرے دروازہ پر نہایت عاجزی کے ساتھ آہ آہ  
کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں، تیرے علاوہ میری مدد کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہے  
پس آپ ہی اے رحمہ اللہ! میں میری گریہ و عاجزی پر رحم فرمائے۔ نیز نواب صاحب فرماتے ہیں:

قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

ابن قیم مددے قاضی شوکان مددے (۱)

اے قبلہ دیں تو مدد فرما، اے کعبہ ایماں تو مدد فرما

اے ابن قیم تو مدد فرما، اے قاضی شوکانی تو مدد فرما۔

(۸) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ قبروں کی مجاوری اور سدانست ممنوع اور حرام ہے جبکہ  
بریلویوں اور شیعوں کے نزدیک یہ جائز اور برکت والا کام ہے، اور جو عقیدہ بریلویوں  
اور شیعوں کا ہے وہی عقیدہ غیر مقلدین حضرات کا بھی ہے۔

نواب حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

کسی نے بھی نہیں کہا ہے کہ بیوں اور بزرگوں کے قبروں کی مجاوری اور ان کی خدمت کرنا

(۱) بھلا اس عقیدہ کو سلفیت سے کیا نسبت، یہی تو بریلویوں کا عقیدہ ہے، اللہ کے علاوہ مصیبت  
و پریشانی غیر اللہ کو پکارنا سلفیوں کے مسلک و مذہب میں شرک اکبر ہے، سلفیوں کا فتویٰ اس  
بارے میں یہ ہے "آنحضور کو پکارنا اور آپ کے نام کی نذر کرنا۔ اور آپ سے آپکی موت کے بعد  
ضرورتوں کو پورا کرنے یا مصیبتوں کو رفع کرنے کیلئے مدد چاہنا یہ شرک اکبر ہے اس سے آدمی ملت  
اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دود سے پکارے یا قبر کے پاس رہ کر۔"

شُرک ہے، خود حضرت حسن بن حسن کی بیوی نے اپنے شوہر کی قبر پر سال بھر تک  
مجاوری کی تھی :-

(۹) سلفی حضرات دعا و تعویذ کے قائل نہیں وہ اسکو شرک سمجھتے ہیں۔ لیکن  
غیر مقلدین علماء کے نزدیک دعا و تعویذ کرنا جائز ہے، نواب صدیق حسن خاں مرحوم  
کی دعا و تعویذ کے سلسلہ میں مستقل ایک تصنیف ہے جس کا نام کتاب التعاویذ ہے  
اور لطف یہ ہے کہ اس کتاب میں تعویذ کے ایسے ایسے نسخے ہیں جنکو وہ لوگ بھی شرک  
اور ناجائز کہے بغیر نہیں رہ سکتے جو دعا و تعویذ کے کسی نہ کسی درجہ میں قائل ہیں  
نواب صاحب اپنی اس کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں :-

میں نے اپنی اس کتاب میں جو اوراد و ظالِف اور تعویذات ذکر کئے ہیں۔  
وہ صرف وہی ہیں جو نفیس سے نفیس تراور جو انکی روح کی روح ہیں، اور جو  
نامشروع تھے میں نے ان کا تذکرہ چھوڑ دیا ہے، اگرچہ فی الواقع وہ بھی حسانِ  
ہی ہیں۔ (۱۰)

سلفیوں کے امام وقت شیخ ابن باز فرماتے ہیں :  
تعویذ گنڈا شرک ہے، آنحضور کا ارشاد ہے جس نے تعویذ لٹکانی اس  
نے شرک کیا۔

نیز ابن باز مزید یہ فرماتے ہیں :  
اگر ہم نے قرآن کی آیت اور مباح دعاؤں سے تعویذ کو جائز قرار دیا تو  
بھی شرک کا دروازہ کھلے گا اسلئے اس کے سد باب کی خاطر ہر طرح کی تعویذ کو  
ناجائز قرار دیا جائے گا اور یہی بات درست اور صحیح ہے :-

(۱۱) خوب ! معنی نامشروع ہونے کے باوجود بھی فی الاصل وہ جائز ہی ہیں، یہ ہے  
غیر مقلدوں کی سلفیت۔ لاحول ولا قوۃ۔



(۱۰) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ ابدال، غوث، قطب وغیرہ کی باتیں بے حقیقت ہیں ان کا کوئی وجود نہیں ہے اور اس سلسلہ کی جو روایات ہیں وہ بے اصل ہیں۔ لیکن غیر مقلدین کے عقیدہ میں ابدال وغیرہ خدا کے وہ بندے ہیں جن سے زمین کا نظام قائم ہے اور جن کے وسیلے سے بارش ہوتی ہے اور لوگوں کو مدد پہنچتی ہے۔ (۱۱) سلفی حضرات تصوف اور بیعت کو بدعت سمجھتے ہیں، اور تصوف کو خرافات کی دنیا بتاتے ہیں، اہل تصوف پر سخت نکیر کرتے ہیں، لیکن غیر مقلدین کے تمام بڑے تصوف اور بیعت کے قائل تھے، خود بیعت ہوتے تھے اور دوسروں کو بیعت کرتے تھے۔

میاں صاحب دہلوی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بیعت کرتے تھے، پنجاب اور بنگال میں ان کے مریدوں کی ایک بڑی تعداد تھی، اور نواب صدیق حسن خاں اپنے والد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے ہاتھ پر جن لوگوں نے بیعت کی ان کی تعداد دس ہزار تھی، خود نواب صاحب اور ان کے لڑکے نواب نور احمد سن بھی مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے مرید تھے، غزنویوں کا پورا خاندان بھی متصوفین کا تھا۔ (۱۲) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ وحدۃ الوجود کا فلسفہ اکادمی کفر ہے اور شیخ ابن عربی جو اس فلسفہ کے موجد ہیں زندہ ہیں اور ملحد تھے۔

لیکن غیر مقلدین کے تمام بڑے وحدۃ الوجود کے قائل ہیں، اور شیخ ابن عربی کو کبار اولیاء الہیہ میں سے شمار کرتے ہیں اور جو ابن عربی پر تنقید کرتا ہے اور ان کے کفر و زندہ کا قائل ہے اس کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ بڑے خطرہ میں ہے شیخ ابن عربی کو میاں نذیر حسین صاحب دہلوی، خاتم الولاہیہ، المحمدیہ، کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور نواب صدیق حسن خاں ان کے زمرہ میں قیامت کے روز اپنے اٹھائے جانے کی بجائے خاتم الاصفیاء صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے، اور نواب حیدر باری علامہ وحید الزماں نے اپنی کتاب "ہدیۃ الہدی" میں

ان لوگوں پر سخت تنقید کی ہے، جو ابن عربی پر اعتراض کرتے ہیں اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ انہوں نے شیخ ابن عربی کی باتیں سمجھی ہی نہیں اور ان پر انکا اعتراض بلاوجہ ہے۔

(۱۲) غیر مقلدین کے نزدیک تقلید شرک اور حرام اور بدعت ہے، لیکن سلفیوں کے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب خود امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے، اور ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کی تقلید واجب جانتے تھے، شیخ محمد بن عبد الوہاب فرماتے ہیں۔

ہم فروع میں امام احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں، اور اگر کوئی ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی بھی تقلید کرتا ہے تو ہم اسکا انکار نہیں کرتے بلکہ ہم خود ان چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید پر لوگوں کو مجبور کرتے ہیں۔

(۱۳) غیر مقلدین کرامات اور معجزات کے منکر ہیں جیسا کہ مولانا شارح القرآن امرتسری کی عربی تفسیر سے واضح ہے، مولانا امرتسری نے اپنی اس تفسیر میں جگہ جگہ معجزات اور کرامات کا انکار کیا ہے، اور کلامات اور معجزہ سے متعلق آیات کی تفسیر اہل سنت و الجماعت اور سلفیوں کے طریقے کے خلاف یہ چیر یوں اور محترکہ وغیرہ گمراہ فرقوں کے عقائد کے مطابق کی ہے۔

(۱۵) سلفیوں کے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی معنی میں عرش پرستوی ہے جیسا کہ لفظ استواء علی العرش کا مفہوم معلوم و ظاہر ہے۔

حالانکہ غیر مقلدین کے اکابر استواء علی العرش کی تفسیر جمہور اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق کرتے ہیں اور اس بارے میں ان کا مذہب یہ ہے کہ استواء علی العرش کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔ فتاویٰ تذریہ میں ہے۔  
”استواء علی العرش کی کیفیت معلوم نہیں“ (صفحہ ۱۱)



یہ عقیدہ سلفیوں کے عقیدہ کے خلاف ہے، اور سلفی اس طرح کا عقیدہ رکھنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں۔

(۱۶) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہیں، وہ قبروں میں اسی طرح مردہ مدفون ہیں جس طرح عام مسلمان مدفون ہوتے ہیں۔ لیکن غیر متقلدوں کا عقیدہ اسکے برخلاف یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، فتاویٰ نذیریہ میں حضرت ابو ہریرہ کی ایک روایت ذکر کرتے میاں صاحب فرماتے ہیں۔

اس سے آنحضور کا قبر میں زندہ ہونا معلوم ہوا۔ (صفحہ ۱۶)

اور ایک دوسری جگہ اسی فتاویٰ میں ہے۔

اور حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ (صفحہ ۱۶)

(۱۷) شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور تمام سلفیوں کا مسلک ہے کہ صحابی کا قول و عمل دین میں حجت ہے، لیکن غیر متقلدین کا عقیدہ ہے کہ قول صحابی حجت نیست۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ صفحہ ۲۴)

(۱۸) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ اعمال ایمان کا جز ہیں اور یہی مذہب امام بخاری کا بھی ہے مگر غیر متقلدوں کا عقیدہ سلفیوں اور امام بخاری کے خلاف یہ ہے کہ اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں، فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

و بسیارے حدیث اس معنی کہ عمل جز ایمان نیست ولادت واضحہ می کنند (صفحہ ۵۴۹ ج ۱)

یعنی بہت سی احادیث سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ عمل ایمان کا جز نہیں ہے۔

(۱۹) سلفیوں کے مذہب میں فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعائے تگنی جائز نہیں، لیکن غیر متقلدین کے اکابر کا فرمان یہ ہے۔

ہاتھ اٹھا کر بعد نماز فرض کے دعا مانگنا درست ہے ۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۶۴)

(۱۹) غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ عید گاہ مسجد نبوی سے افضل ہے ، فتاویٰ نذیریہ میں ہے ۔

” اور سوائے عید گاہ مسجد دیگر سے افضل ہے حتیٰ کہ مسجد نبوی سے بھی “

(ص ۶۲۵ ج ۱)

(۲۰) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے لئے جہت ثابت ہے ، لیکن غیر مقلدوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے وہ اللہ کیلئے کسی جہت کو ثابت نہیں مانتے ۔

(۲۱) بریلویوں اور بدعتیوں کا عقیدہ ہے کہ تمام کائنات اور تمام مخلوق کی اصل نور محمدی ہے اسی نور محمدی سے انکا وجود ہوا ہے اور یہی مذہب غیر مقلدین کا بھی ہے ۔ علامہ نواب وحید الزماں فرماتے ہیں ۔

فالنور المحمدي مادة اولية لخلق السموات والارض وما فيها .  
یعنی نور محمدی تمام آسمان اور زمین اور جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب کے وجود اور پیدائش کی اصل ہے ۔

یہ عقیدہ سلفیوں کے عقیدہ کے خلاف ہے اور گمراہی ہے ۔

(۲۲) غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے مرد و قبروں میں کسے نہیں ، لیکن سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ مردوں کو سماع حاصل نہیں ، نواب حیدر آبادی فرماتے ہیں :

فالسماع فلا شك ان ذلك ثابت للشهادة ولما اثر الموت .

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ سنا شنہ دار اور تمام مردوں کیلئے ثابت ہے ۔ یہ بالکل بریلویوں اور قبوریوں والا عقیدہ ہے ۔

(۲۳) بریلویوں اور بدعتیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور تمام مخلوقات میں آپ کی ذات سماوی ہوئی ہے ، یہی عقیدہ



غیر مقلدین حضرات کا بھی ہے، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی فرماتے ہیں :  
 ” بعض عارفین کا قول ہے کہ تشہد میں ” ایہا الذبی، کا خطاب اسوجہ  
 سے ہے کہ حقیقت محمدیہ تمام موجودات میں موجود ہے اور وہ نمازیوں کی ذات  
 میں سرایت کئے ہوئے ہے۔“

یہ خالص کفر یہ عقیدہ ہے، سلفیوں کو اس عقیدہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔  
 (۲۴) غیر مقلدوں کے بعض علماء کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش عام  
 انسانوں کی طرح ماں باپ سے ہوئی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد اور مریم علیہا السلام  
 کے شوہر موجود تھے، یہ قرآن کا کھلا انکار اور خالص کفر ہے، کوئی شخص اس عقیدہ  
 کے ساتھ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

(۲۵) غیر مقلدین شیعوں کی طرح بارہ امام کے قائل ہیں۔

(۲۶) غیر مقلدین کا عقیدہ امام غائب کے بارے میں دسی ہے جو شیعوں کا ہے۔

(۲۷) غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت فاسق تھی اور ان کو

رضی اللہ عنہ کہنا جائز نہیں۔

(۲۸) غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ ہمیں یہ نہیں کہ صحابہ کرام میں سے کون افضل ہے۔

(۲۹) غیر مقلدوں کو شیخین کی فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں۔

(۳۰) غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کے بعد امت میں ایسے لوگ ہو سکتے

ہیں جو صحابہ کرام سے افضل ہوں۔

(۳۱) غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ بہت سے متاخرین علماء عوام صحابہ کرام سے

افضل تھے۔

(۳۲) غیر مقلدین علماء کے نزدیک متہ قرآن کی نص قطعی سے ثابت ہے۔

(۳۳) شیعوں کے نزدیک اجماع کوئی چیز نہیں مذہب دین میں حجت ہے، یہی

مذہب غیر مقلدوں کا ہے۔

(۳۴) شیعوں کے نزدیک خطبہ جمعہ میں خلفاء راشدین کا ذکر بدعت ہے اور یہی مذہب غیر مقلدوں کا بھی ہے، نواب حیدر آبادی "اہلحدیث" کی شناخت کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

اہلحدیث خطبہ جمعہ میں خلفاء کا ذکر نہیں کرتے اس وجہ سے کہ وہ بدعت ہے۔  
(۳۵) شیعوں کے نزدیک جمعہ کی اذان اولیٰ بدعت ہے، ان کے نزدیک صرف ایک اذان ہے اور یہی مذہب غیر مقلدین کا بھی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور تمام سلفی جمعہ کی نماز کیلئے دواذان کے قائل ہیں اور اسی کو سنت سمجھتے ہیں۔

(۳۶) جس طرح شیعوں صحابہ کرام پر تبرائیت بھیجتے ہیں غیر مقلدین بھی صحابہ کرام کی ایک جماعت پر تبرائیت بھیجتے ہیں، اور ان کی شان گرامی میں نازیبا بات کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی ان کا عقیدہ بڑا گندہ ہے۔

یہ ان عقائد کی کچھ تفصیل ہے جو غیر مقلدین جماعت کے شیوخ و علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کئے ہیں، یہ علماء و مشائخ ذہبی ہیں جن کے سہارے غیر مقلدیت کی عمارت قائم ہے، ان میں کا کوئی مجدد ہے اور کوئی محدث، اور کوئی وہ ہے جو ورع و تقویٰ اور علم و کمال میں امامت کا درجہ رکھتا ہے۔

ان عقائد پر آپ ایک بار اور نظر ڈال لیجئے اور غور فرما کر بتلائیے کہ جن کے اس قسم کے عقائد ہوں، ان کو سلفیت اور اہلسنت سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ اب اگر ان تمام عقائد کے باوجود کوئی جماعت اپنے کو سلفی کہلوائے اور اپنے کو اہل سنت و اہلحدیث ہونے کا شور مچاتی رہے تو اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ "ایں کاراں تو آید و مرداں چیں کنند۔"

بہر حال یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب مظلہ کی "دقتہ"



مع اللامذہبیت۔ کی تالیف نے غیر مقلدین حضرات کے چہرہ سے سلفیت کا جھوٹا نقاب الٹ دیا ہے اور اب وہ اس لائق نہیں رہ گئے ہیں کہ عوام کو اسانا کر سکیں اور اپنے کو سلفی اور اہل سنت کہیں اور کہلاوائیں۔ غیر مقلدیت کا جو واقعی چہرہ ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ (اور مزید روشنی حاصل کرنے کیلئے وقفہ کا مطالعہ کریں) اب اس کے باوجود بھی اگر کسی غیر مقلد کو یہی زعم ہے کہ وہ واحد اور سلفی اور اہل سنت ہی میں سے ہے تو کسی کے منہ پر بند تو نہیں باندھا جاسکتا اور نہ کسی کی زبان و قلم کو پکڑا جاسکتا ہے، تاویاں اپنے کو سب سے بڑا مسلمان کہتے ہیں، اور شیعہ اپنے کو برسر حق ہونے کے مدعی ہیں، بریلوی جماعت خود حق پرستوں اور اہل ایمان کی سب سے بڑی جماعت بنتی ہے، البتہ اہل عقل و اہل علم کسی کے بارے میں اس کے عقائد اور اسکے مذہب کی روشنی میں کوئی فیصلہ کرتے ہیں۔

غیر مقلدین کے عقائد کے کچھ نمونے ہم نے جو یہاں ذکر کئے ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں اب ناظرین خود فیصلہ کریں کہ کیا ان عقائد کے حاملین کو سلفی اور اہل سنت کہا جاسکتا ہے؟

غیر مقلدین سلفی اب ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں ورنہ کچھ مدت پہلے تک ان کے ناموں کے ساتھ سلفیت کا ٹائٹل نظر نہیں آتا تھا۔ کسی نے مياں نذیر حسین محدث دہلوی کو سلفی نہیں لکھا، کسی نے نواب صدیق حسن خاں کو سلفی نہیں کہا۔ کسی غیر مقلد نے حافظ عبد اللہ محدث غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ کو سلفی نہیں لکھا اور نہ حافظ عبد الرحمن محدث مبارکپوری کبھی غیر مقلدوں کے بیچ سلفی نام سے جانے پہنچانے گئے، پچاس سال قبل تک کے غیر مقلدین علماء کی فہرست پر نظر ڈالئے آپ کو ایک غیر مقلد عالم بھی سلفی نام کے ساتھ نظر نہیں آئے گا۔ غیر مقلدین اپنے کو پہلے موجد پھر محمدی کہلاتے تھے اور ایک زمانہ کے بعد نہایت جاوہری طریقہ سے اہل حدیث ہو گئے۔ اور آج سے کچھ قبل تک اسی نام پر ان کا قبضہ رہا۔

اور وہ اسی نام کو اپنے لئے باعثِ افتخار سمجھتے رہے، اور سلفی ہونے کے باوجود اب بھی وہ اس نام سے آسانی سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔  
غیر مقلدین نے ”اہلحدیث“ نام کو اختیار کر کے لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ انکی جماعت وہ جماعت ہے جو حدیث پر عمل کرتی ہے۔ اور تمام صحیح حدیث پر عمل کرنا ہی اس کا مذہب ہے، اس بات کو خود غیر مقلدین علماء بار بار دعویٰ کی شکل میں دہراتے رہے ہیں چنانچہ ایک صاحب بڑے طرب میں فرماتے ہیں۔

”وہ (یعنی اہلحدیث) بخاری، مسلم کی حدیثوں کو اور تمام صحیح حدیثوں کو قابلِ عمل جلاتے ہیں۔“ (ملت محمدی ص ۵)

غیر مقلدین نے اپنی اس بات یا اپنے اس دعویٰ کو بڑے پروپیگنڈائی انداز میں پھیلا دیا ہے اور بہت سے وہ لوگ جو غیر مقلدین کے مذہب سے صحیح واقفیت نہیں رکھتے انکے اس دعویٰ کو صحیح سمجھنے لگے ہیں، موجودہ دور کی اس مشنوں دنیا میں کس اتنی فرصت ہے کہ وہ کسی بات کی اصل حقیقت معلوم کرنے کیلئے کچھ تگ و دو کرے اور اگر کرنا بھی چاہے تو غیر مقلدین علماء کی کتابوں تک اس کی رسائی آسان نہیں۔

مگر ضرورت بہر حال تھی کہ غیر مقلدین کے اس فریب سے لوگوں کو نکالا جائے اور جو اصل واقعہ ہے اس کو سامنے لا کر غیر مقلدین کے مذہب کی حقیقت سے لوگوں کو متعارف کرایا جائے۔

بیس جس طرح غیر مقلدین کی سلفیت سے لوگوں کو واقف کرانے کے لئے مولانا محمد ابوبکر غازی پوری مظلئے وقفہ مع اللامذہبیۃ جیسی اچھوتی اور ناوکتاب تصنیف فرما کر لوگوں کے سامنے ایک صاف شفاف آئینہ رکھ دیا ہے جس میں غیر مقلدوں کا واقعی چہرہ دکھایا جاسکتا ہے اور انکی مصنوعی سلفیت کے بارے میں واقعی اور صحیح رائے قائم کی جاسکتی ہے اسی طرح غیر مقلدوں کے اہلحدیث ہونے کی حقیقت



سے لوگوں کو آگاہ کرنے کیلئے مولانا غازی پوری موصوف کا ایک بار قلم بھر حرکت میں آیا اور ۔ وقفہ ۔ کے فوراً ہی بعد انکی یہ دوسری تازہ ترین اور گراں قدر تصنیف ۔ مسائل غیر مقلدین کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں ۔ آپ کے ہاتھوں پہنچ رہی ہے ۔

اس کتاب میں غیر مقلدین اکابر کی تصنیفات سے مسائل دینیہ ذکر کر کے یہ دکھلایا گیا ہے کہ غیر مقلدین کے بیشتر مسائل کتاب وسنت اور مذہب جمہور سے الگ ہیں، اور یہ کہ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ وہ کتاب وسنت سے سرمو تجاوز نہیں کرتے اور جو بھی صحیح حدیث ہو اس پر ان کا عمل ہوتا ہے یہ محض زبانی جمع خراج اور زرا دعویٰ ہے جبکہ واقعہ اسکے بالکل خلاف ہے ۔

مولانا غازی پوری کی یہ کتاب بھی انکی پہلی کتاب کی طرح بڑی دلچسپ معلومات افزا اور طبیعت کو باغ و بہار بنانے والی تصنیف ہے، اور امید ہے کہ جس طرح انکی پہلی کتاب وقفہ نے غیر مقلدیت کے آہنی قلعہ میں زبردست شکاف ڈال دیا ہے کہ اس سے انکی سلفیت کی بنیاد نیچے سے کھسکتی نظر آرہی ہے، اسی طرح یہ کتاب بھی انکے ۔ اہل حدیث ۔ ہونے کے دعویٰ کی بنیاد کو مسمار کر کے رکھ دے گی اور انکے اس دعویٰ کا کھوکھلا پن ظاہر ہو گا۔

ممکن ہے کہ مؤلف موصوف نے اپنی اس کتاب میں غیر مقلدوں کے خلاف جو تیکھا لب و لہجہ اختیار کیا ہے اس سے کسی صاحب کو شکوہ یا تکلیف ہو، مگر حق یہ ہے کہ غیر مقلدین کی کتابوں اور انکی تحریرات سے جنگ و سبقت پڑتا رہتا ہے وہ مولانا غازی پوری کے اس تیکھے لب و لہجہ کی شکایت ہرگز زبان پر نہیں لائیں گے ۔

غیر مقلدین حضرات کا حال تو یہ ہے کہ وہ ائمہ مجتہدین، محدثین و فقہار اور ان کے بعد کے لوگوں کا ذکر تو جانے دیجئے صحابہ کرام حتیٰ کہ نبی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

کے بارے میں جو گستاخانہ اور بے باکانہ لب و لہجہ اختیار کرتے ہیں کوئی صاحبِ دین اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور کوئی یا غیرتِ مسلمان اسکو قطعاً برداشت نہیں کرے گا۔

غیر مقلدین کے اکابر ہی تو ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ لکھ گئے ہیں۔

شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی الہی کے کچھ نہ فرمائیں تو وہ حجت نہیں۔ (طریقِ محمدی ص ۲)

تعب ہے کہ جس دین میں نبی کی رائے حجت نہ ہو اس دین والے ایک امتی کی رائے کو اصل اور حجت سمجھنے لگے۔ (ایضاً ص ۲)

اور یہی صاحبِ حضرت عمر کے بارے میں لکھتے ہیں :

پس آؤ سنو بہت صاف صاف اور موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے ان میں غلطی کی۔

ان مسائل کے دلائل سے حضرت فاروق بے خبر تھے۔ (ایضاً ص ۲)

پھر یہ۔ باخبر صاحب۔ دس فقہی مسئلے ذکر کر کے یوں گورنرِ شانی کرتے ہیں :

پھر بھی ان موٹے موٹے مسائل میں جو روزمرہ کے ہیں دلائلِ شرعیہ

آپ سے (حضرت عمر سے) مخفی رہے۔ (ایضاً ص ۲)

کیا کوئی سنی مسلمان جو عمر فاروق کے مقام و مرتبہ سے کچھ بھی واقف ہے جنابِ ممدوح کی شان میں اس قسم کی بکواس (اس کے خود کرنے کی بات تو الگ ہے اسکو) برداشت بھی کر سکتا ہے، مگر یہ الحمدِ یثیت کے مارے خم ٹھونک کر میدان میں آئے ہیں اور بڑی شان سے اسی قسم کی بکواس سے اپنی الحمدِ یثیت کا برملا اور خفیہ اظہار کرتے ہیں۔

غیر مقلدین کے ایک مایہ ناز محقق حکیم فیض عالم صدیقی آجکل بیدار ہوئے ہیں



اور طبقہ غیر مقلدین میں انکی بڑی پذیرائی ہے، انکی ایک کتاب کا نام ہے سیدنا حسن بن علی۔ اس کتاب میں حکیم صاحب موصوف نے ایک نہایت ہی روح فرسا عنوان قائم کیا ہے۔

”سیدنا علی کی نام نہاد خلافت اور سیدنا حسن“

اس عنوان کے تحت حکیم صاحب نے بزم خویش دو چیزیں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ایک تو یہ کہ، معاذ اللہ، حضرت علی خلافت کے اہل نہیں تھے دوسرے یہ کہ آپ کی خلافت نام نہاد تھی، اس پر انھوں نے بہت زور صرف کیا ہے، اس کتاب میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی صحابیت کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

حضرت حسنین کو زمرہ صحابہ میں شمار کرنا صرف محاسبائیت کی ترجمانی ہے<sup>(۱)</sup>

(ص ۲۳)

اور نزل الابواب میں نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :

”اس سے معلوم ہوا کہ کچھ صحابہ فاسق تھے جیسا کہ ولید اور اسی کے مثل کہا جائے گا، معاویہ، عمر و مغیرہ اور سمرہ کے حق میں (کہ وہ بھی فاسق ہیں)

اور یہی نواب صاحب ان صحابہ کرام کے بارے میں فرماتے ہیں :

”لایجوز لہم الترضی“ (انکو رضی اللہ عنہ نہیں کہا جائیگا)

ان نواب صاحب کی تبر ابازی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حد کو پہنچتی ہوئی ہے انھوں نے مختلف کتابوں میں بالکل شیعوں کے انداز میں حضرت معاویہ پر تبر ابھیجا ہے اور انکے بارے میں نہایت گستاخانہ باتیں کی ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں :

”ایک سچے مسلمان جسکے دل میں ذرہ برابر بھی پیغمبر صاحب کی محبت ہو

دل نہ گوارا کرے گا کہ وہ معاویہ کی ستریف و توصیف کرے، البتہ ہم اہلسنت<sup>(۱)</sup> کا طریقہ ہے کہ صحابہ سے سکوت کرتے ہیں (۲) اسلئے معاویہ سے بھی سکوت کرنا ہمارا مذہب ہے اور یہی اہل علم اور قرین احتیاط ہے، مگر انکی نسبت کلمات تعظیم مثل حضرت اور رضی اللہ عنہ کہنا سخت دلیری اور بے باکی ہے، اللہ محفوظ رکھے (دیکھئے حوالہ کیلئے رسائل المحدث جلد دوم)

اب ذرا حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص کے متعلق خان صاحب حیدر آبادی کا سکوت اور انکی احتیاط ملاحظہ فرمائیے، ان دونوں صحابہ کرام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ معاویہ اور عمرو بن عاص دونوں باغی اور

سرکش اور شریعت سے دور تھے (رسائل المحدث جلد دوم ص ۹۲)

اللہ حکیم فیض عالم حضرت ابوذر غفاری کے متعلق لکھتے ہیں:

اس شعر میں دوسرے نمبر پر حضرت ابوذر غفاری کا نام ہے جو ابن سبا کے کیونٹ نظریہ سے متاثر ہو کر ہر کھاتے پیئے مسلمانوں کے پیچھے لٹھ لیکر بھاگ اٹھتے تھے (خلافت راشدہ ص ۱۴۳)

جو صحابہ کرام کے بارے میں اس قدر بے زبان ہو وہ اگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو سب و شتم کرے تو جائے تعجب نہیں، چنانچہ یہ حکیم صاحب حضرت امام ابو حنیفہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کے فرضی اور مزعومہ فضائل کی داستانیں شیعیت کے مزعومہ ائمہ سے بھی کسی گنا زیادہ ہیں، (اختلاف امت کا المیہ ص ۳)

(۱) جی ہاں بزرگ خویش - (۲) صحابہ کرام کو ناسق بھی کہہ رہے ہیں اور سکوت بھی کر رہے ہیں، کیا خوب یہ سکوت ہے۔



اور فقہ حنفی کے متعلق حکیم صاحب اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں :  
 "میں مکرر اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ آج فقہ حنفی کے نام  
 سے جو اسفار لہو الحدیث (دل بہلانے والی باطل قوتوں) کا مجموعہ دنیا  
 میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے ایک حصہ کو گمراہ کرنے کا موجب بن رہا ہے۔"  
 (ص ۱۴)

اور چونکہ دیوبندی جماعت نے غیر مقلدوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے اس وجہ سے ہندوپاک  
 کے تمام غیر مقلدین دیوبندیوں سے بطور خاص چڑھے ہوئے ہیں، اور وہ دیوبندیوں  
 کو کافر مشرک، یہودی وغیرہ سب کچھ کہہ ڈالتے ہیں اگر آپ کو تفصیل کے ساتھ اس کی نمونہ  
 دیکھنا ہو تو غیر مقلدین جماعت کی طرف سے حال ہی کی شائع شدہ عربی کتاب  
 (الذیوبندیہ) کو ملاحظہ فرمایا جائے۔  
 حکیم فیض عالم اپنی کتاب "اختلاف امت کا المیہ" میں دیوبندیوں پر یوں  
 برستے ہیں :

"کتاب و سنت کی روشنی میں دیوبندی اور بریلوی دونوں ہی بدعتی ہیں۔ (ص ۱۳۵)  
 اور مولوی محمد جو ناگدوھی "تکاح محمدی" میں فرماتے ہیں :

"اے دیوبند کے مفتیو اور مدرسو جو تم یہ لمبی لمبی تنخواہیں لیکر درس و افتاء پر  
 بیٹھے ہو اے امام ابو حنیفہ حرام بتلاتے ہیں۔ (تکاح محمدی ص ۲)

اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو فتاویٰ تذریہ کے مقدمہ  
 بنگار نے دیوبندیوں کا گر و گھنٹال کہا ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے لب و لہجہ کے ان نمونوں اور صحابہ کرام، اعلام امت،  
 فقہائے عظام اور دنیائے اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے بارے میں انکے اس بے سکانہ اظہار خیال کے باوجود بھی اگر اس کتاب کے  
 مؤلف کے لب و لہجہ کے تیکھا پن سے کسی کو شکایت ہوتی ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا

کہ اس کے ہاتھ میں حق انصاف کا ترازو رہے جو لوگ اپنا لب و لہجہ درست نہ رکھتے ہوں انکو کسی دوسرے کے لب و لہجہ کی نادرستی کی سبب سے کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہئے۔  
 بیش منظر کتاب اس حیثیت سے بھی بڑی گرانبوا رہے کہ اب تک اس موضوع پر اتنی مفصل کتاب ہمارے سامنے نہیں تھی، مؤلف کی کاوش اور معلومات کی فراہمی میں انکی جدوجہد ہم جیسے کوتاہ ہمت لوگوں کیلئے بڑی سبق آموز ہے، ہمیں خوب معلوم ہے کہ مولانا غازی پوری مدظلہ کا وقت خصوصاً انکے والد کے مسلسل علالت اور انکے صاحب فراش ہونے کی وجہ سے بڑا مصروف اور مشغول ہے، مگر اللہ نے انکو بڑی قوت ارادی، صبر و حوصلہ اور بڑے عزم و ہمت سے نوازا ہے وہ اپنی تمام مشغولیتوں اور ذہنی عدم سکون کے باوجود علمی کام کیلئے بھی کسی نہ کسی طرح وقت نکال ہی لیتے ہیں، یہ انکے عزم و حوصلہ ہی کی بات ہے کہ اتنے کم وقت میں وقفۃ مع اللامذہبیۃ اور مسائل غیر متقلدین جیسی اہم اور علمی اور اتنے جھم کی کتابیں انکے قلم سے وجود میں آگئیں۔

ہمیں امید ہے کہ قارئین کو پیش نظر کتاب بھی انکی پہلی کتاب کی طرح پسند آئے گی اور وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی حیات میں برکت دے اور انکے قلم کی و شادابی کو باقی رکھے اور ہمیں انکے علم و معلومات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع حاصل ہوتا رہے۔ آمین یا رب العالمین۔

## نور الدین نور اللہ اعظمی

خادم مکتبہ اثریہ غازی پور

۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۹۹۷ء

سہ شنبہ



# مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فرقہ غیر مقلدین (جو بہت دنوں تک اہلحدیث ہونے کا مدعی بنارہا اور اب ادھر کچھ عرصے سے کسی خاص غرض اور مصلحت کے پیش نظر اپنے سلفی ہونے کا زیادہ ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے) نے اس وقت ہندوپاک میں اپنی شریستی، سلف بنیادی صحابہ کرام اور ائمہ فقہ و حدیث اور جمہور علمائے اسلام کے خلاف طعن و تشنیع، بہ ربانی، اور شیعوں کے انداز میں تبرا بازی میں خاص شہرت حاصل کر لی ہے۔

یہ علمی ممالک کی دولت نے (جوان کو عطا یا وصدقات کی شکل میں مل رہی ہے) ان کا دماغ خراب کر دیا ہے اور اب ان کی زبان و قلم کی پوری طاقت کا استعمال اس مقصد کیلئے ہو رہا ہے کہ اہل توحید و اہل ایمان کتاب و سنت پر عمل کرنے والے اور عیسیٰ کے متوالے صرف ہم ہیں، بقیہ مسلمانوں کی تمام جماعتیں، تمام مذاہب اور تمام فرقے اسلام سے خارج اور کتاب و سنت سے دور ہیں، سرچشمہ ہدایت صرف ان کے ہاتھ میں ہے، انکے علاوہ بقیہ تمام مسلمان گمراہ ہیں، بددین ہیں، بدعتی ہیں، کافر ہیں، مشرک ہیں۔

ان کی کتابوں کو دیکھو اور پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ دعوے کرنا، جھوٹ کرنا انکا مزاج بن گیا ہے، دین کے یہ ٹھکیدار ہیں، کتاب و سنت پر ان کا اتنا قبضہ ہے جو یہ سمجھیں اور جو یہ کہیں اور جو یہ عمل کریں وہی خدا کی نازل کردہ شریعت ہے اور وہی نبی فداہ الی دروحی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور امت کے بقیہ لوگ خواہ وہ صحابہ کرام کی جماعت ہو، یا فقہار محمدین کا مقدس گروہ ہو، یا وہ متاخرین علماء

ہیں، نہ ان کی فہم و ادراک قابل اعتبار ہے، اور نہ ان کا عمل قابل اتباع ہے اور نہ ان کی روشنی و پاک و مطہر زندگی کا کوئی اخلاقی و دینی پہلو قابل تقلید ہے۔  
 بس پوری امت مسلمہ میں ڈیڑھ سو سال قبل کی، تولد شدہ، غیر مقلدوں کی جماعت  
 ہی برسرِ حق ہے، وہی "طائفہ منصورہ" ہے اور انہیں کے پاس دین کامل ہے، اسی  
 جماعت کا عمل کتاب و سنت پر ہے، اب اگر کوئی جنت کا راستہ چاہے تو انہیں کے  
 آہنی قلعے میں آجائے اور شیعوں کے محلات سے دور رہے۔ (۲)

اور یہ شیعوں کے محلات میں رہنے والے کون ہیں؟ تمام مقلدین احسان  
 ہوں کہ شوافع، مالکیہ ہوں کے حنابلہ یہ تمام ہی گمراہ ہیں اور اپنے اپنے اماموں

نے جس نے پہلے تو "موجدہ" کا لقب اختیار کیا، پھر وہابی۔ بے پھر فرسے انھوں نے اپنے  
 کو "غیر مقلد" مشہر کیا، اور آخر میں ایک زمانہ تک وہ "اہلحدیث" ہونے اور کہلانے  
 کا شور مچاتے رہے، اور پھر جب غلیبی ممالک میں پٹرول برآمد ہوا اور دولت کی ریل پیل  
 ہوئی اور اس جماعت کے زیر کون نے دیکھا کہ سعودی علماء کی جماعت و مشائخ نجد و حجاز  
 اپنے ناموں کے ساتھ سلفی لکھ رہے ہیں تو جھٹ ان کی جماعتوں میں شامل ہونے کی خاطر انھوں  
 نے ایک مزید جھلانگ لگائی اور "سلفیت" کا سائن بورڈ لگا کر ان کے سامنے جا کھڑے ہوئے  
 کہ۔ اے دیکھو ہم بھی تمہاری ہی خمیر کے ہیں۔ اور اب ہند و پاک کے سارے ہی "اہلحدیث"  
 سلفی ہو گئے یا ہو رہے ہیں، اور اب یاروں کے مزے ہی مزے ہیں، خلیج کی دولت نے  
 ان کی زندگی کو برعیش تو بنا ہی دیا تھا اس نے ان کے دماغ کو بھی خراب کر دیا ہے، ہاں  
 ان کے سلف میں پچاس سال قبل تک کوئی سلفی نام کا نظر نہیں آتا۔

(۳) مولانا مقتدی حسن ازہری استاذ جامعہ سلفیہ بنارس اپنے خاص غیر مقلدانہ لہجے میں فرماتے ہیں:  
 ہم صرف کتاب و سنت کی بات کرتے ہیں، اور جسے کتاب و سنت کی روشنی میں بات کرنی ہو وہ  
 ہم سے بات کر سکتا ہے، ہم شیعہ کے محل میں نہیں رہتے۔ (مجلد: المآثرہ مؤ)



کی تقلید میں گرفتار، وہی تقلید جو غیر مقلدین کے نزدیک شرک اور گمراہی ہے۔  
غیر مقلدین کا عام عقیدہ تمام مقلدین کے بارے میں یہی ہے کہ وہ مبتلائے  
مصحیت و شرک ہیں، اسلئے ان کی زبان و قلم سے تمام مذاہب متبوعہ کے علماء فقہاء  
و محدثین اور بزرگان دین کو زخم لگے ہیں، اور یہ غیر مقلدین ان کو زخم لگا کر مسکراتے ہیں  
اور تھوڑے تھوڑے وقفے وقفے اور تقلید کی مذمت میں کوئی نہ کوئی اشتہار اور  
کوئی نہ کوئی کتاب ان کی طرف سے شائع ہوتی رہتی ہے۔

اور یہ دین و امت کی اتنی بڑی اور اتنی عظیم خدمت ہے کہ اس وقت پوری  
جماعت اہل حدیث، برصغیر میں اسی کام پر لگی ہوئی ہے اور اس کیلئے اس کے پروگرام  
بڑے مرتب، بڑے منظم اور بڑے مسلسل ہیں۔

یہ یوں تو جیسا میں نے عرض کیا کہ غیر مقلدوں کے نزدیک ان کے علاوہ تمام مسلمان  
گمراہ ہیں اور ہر مقلد شرک ہے، لیکن چونکہ ہندوستان و پاکستان میں اخاف کی اکثریت  
ہے اسلئے ان کا نشاء اس برصغیر میں بطور خاص اخاف ہی ہیں اور اخاف کے خلاف  
انکی جدیدہ دہشی، بدزبانی اور تیرا پنا اخلاق و شرافت کی آخری حد کو مار کر چکا ہے۔  
ان کے سلف میں تو اخاف علماء کا کچھ احترام بھی تھا، علم کی نسبت ہی سے سستی انکی کچھ  
عزت بھی تھی، اور چونکہ ان کے زمانہ میں اخلاق و شرافت کی بہر حال کچھ نہ کچھ قدر تھی  
اس وجہ سے ان کو اس کا کسی نہ کسی درجہ میں لحاظ بھی تھا۔

مگر یہ نئی پود جو پچاس سال کے اندر کی ہے اور خلیج کی دولت کی لالچ میں  
سلفیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے، اس نے علم و اخلاق و شرافت و مروت اور  
کیمر ٹر و کردار کا جنازہ نکال کے رکھ دیا ہے، اب غیر مقلدوں کی کتابوں میں اخاف  
اور فقہ حنفی کے خلاف جو زہرا گلا جا رہا ہے اور جس قسم کی سٹری گالیوں سے، اخاف،  
فقہ حنفی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع کی جاتی ہے ان کے نمونے کچھ اس  
قسم کے آپ کو ملیں گے۔

اور اسی طرح ہمارے مذہب اسلام کا مقابلہ مذہب حنفی کیسے کر سکتا ہے؟ قرآن و حدیث کا مقابلہ فقہ حنفی کیا کر سکتا ہے جو ایک قسم کا کوک شاستر ہے، بے شمار گندگیوں کا مجموعہ ہے، مختلف خیال لوگوں کی گپ شب کا ایک پلندہ ہے، متضاد خیالات کا ایک چوں چوں کا مربہ ہے۔ (مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف)

ص

”پھر اہل حدیث کو کیا پڑی کہ اتنے کامل و مکمل پاک مصنفی دین و شریعت کو چھوڑ کر حنفیوں کی زعمیات میں اپنا سر کھپائے، اس چوں چوں کے مربہ کو کنکھ گالے اور اس کو کوک شاستر کی درق گردانی میں اپنا وقت برباد کرے۔“

یہ بد قسمتی حنفیوں ہی کو مبارک ہو کہ اسلام جیسا کامل و مکمل دین انکو کافی نہیں بلکہ اس کو وہ ناقص سمجھ کر مذہب حنفی کے نام سے ایک نیا دین انھوں نے جاری کیا ہے جو باقاعدہ اسلام سے علحدہ ایک پوری شریعت ہے۔ (ایضاً ص ۱۵)

”اہل حدیث جماعت اس وقت سے چلی آرہی ہے جبکہ آپ کے حنفی مذہب کے بانی اور رب، امام ابو حنیفہ عدم سے وجود میں بھی نہیں آئے تھے۔ (ایضاً ص ۱۵) یہ تمہارے ہی امام تھے جو شراب کشید کیا کرتے تھے اور اس کی تجارت کرتے تھے۔ (ص ۱۵ ایضاً)

”یہ ملعونوں کے بازار حنفی مذہب ہی نے تو کھلوا رکھے ہیں، یہ ساری ملعونائیں اپنے آپ کو حنفی سنی مذہب بتاتی ہیں۔ (ایضاً ص ۱۵)

”تمہارا مذہب سراسر قرآن و حدیث کے خلاف ہے، اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ان تمام گندگیوں کو چھوڑ دو، اور فقہ کی گندی کتابوں کو چھوڑ دو۔“ (ایضاً ص ۱۵) یہودی وہ قوم ہے جو اسلام کی دشمن اور قرآن و حدیث کی دشمن ہے یہ حنفی اسی سانچے میں فٹ ہوئے ہیں، ان کو حدیث رسول سے چڑھ ہے، قرآن سے دشمنی ہے عسکری نام سے چڑھ ہے، حنفی نام سے محبت ہے جو امام ابو حنیفہ کی بیٹی حنیفہ کی



نسبت ہے " (ایضاً ص ۱۹)

یہ تو حنفی یہودیوں کی فطرت ہے جو قرآن کی آیات میں تحریف کرتے ہیں  
اضافے کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں " (ص ۱۹ ایضاً)

" لیکن چونکہ ان کا مذہب حنفی ہے، ان کا رب ابو حنیفہ ہے ان کے نبی علمائے  
احناف ہیں، یہ صرف انہیں کا کلمہ مانیں گے اسرار رسول کا حکم نہیں مانیں گے "۔  
" ہاں حنیفوں کے رب ابو حنیفہ اور ان کے نبیوں علمائے احناف نے شریعت  
حنفیہ کی طرف سے حکم دیا ہے " (ص ۲۱ ایضاً)

" لیکن چونکہ ان کا رب ابو حنیفہ ہے، اور ان کے نبی علمائے احناف ہیں  
اسلئے یہ انکی بتائی ہوئی نماز پڑھتے ہیں " (ص ۲۵ ایضاً)  
حنفیہ عورتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ کتوں کی طرح ہاتھوں کو زمین پر بچھا کر  
سجدہ کریں (۱) (ص ۲۲ ایضاً)

(۱) اس بیچارے مسکین ابوالاقبان سلفی کو معلوم نہیں کہ خود انکا مذہب اس بارے میں کیا ہے بشہر غیر مقلد  
عالم ثواب وحید الزماں حیدر آبادی لکھتے ہیں: *وصلوة المرأة كصلوة الرجل غير انها تسفع  
يد يها، الى اشد يسيها عند التحريم ولا تخشع في السجود بل تنخفض وتلمص وتضم  
بطنها بغضد يها (كثر الحقائق ص ۲۰)* یعنی عورتوں کی نماز مرد کی طرح ہوتی ہے لیکن عورت تحریم کے وقت  
اپنا ہاتھ اپنے دونوں پستانوں تک اٹھائے گی اور سجدہ میں اپنے پیٹ کو زمین سے دور نہیں رکھے گی، بلکہ جھک کر  
اور اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے ملا کر سجدہ کرے گی، یعنی احناف ہی کے مذہب کے مطابق غیر مقلدوں کے  
مذہب میں بھی عورتوں کو نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا جا رہا ہے۔ میرا اپنا تجربہ ہے کہ موجودہ غیر مقلدین میں سے  
بیشتر عوام ہی نہیں علماء تک کو نہ یہ معلوم ہے کہ ان کے دینی و شرعی مسائل کیا ہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ ان کے  
واقعی عقائد کیا ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں ان باتوں پر بھی کمیر کرتے ہیں جو خود ان کے  
مذہب کی ہیں، اب یہیں دیکھئے یہ کتے والی نماز خود انکے مذہب کا ہے، اگر یہ بیچارے اس سے جاہل  
اور نادانگت ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اس طریقہ پر نماز نہیں پڑھتے۔  
کیونکہ ان کا مذہب اسلام نہیں حنفی ہے، ان کا رب اللہ نہیں ابو حنیفہ ہے اور ان کے  
نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ علمائے احناف ہیں۔ (ایضاً ص ۲۲)

حنفیہ ان تمام حدیثوں کو نہیں مانتے آخر سوال یہ ہے کہ کیوں نہیں مانتے؟ صرف  
اس لئے نہیں مانتے کہ ان کے رب ابو حنیفہ نے اس کا حکم نہیں دیا۔ (ص ۲۵ ایضاً)

مذہب حنفی میں شریعت سازی کا حق امام ابو حنیفہ اور علمائے احناف کو ہے،  
یہ ہے فرق مذہب اسلام اور مذہب حنفی میں، جب کہ حنفی مذہب بالکل ایک علاحدہ  
مذہب ہے۔ (ایضاً ص ۲۷)

حنفی مذہب کی بنیاد ساری کی ساری من گھڑت، ضعیف اور جھوٹی بے بنیاد  
حدیثوں پر ہے۔ (ص ۲۸ ایضاً)

حنفیہ منافق ہیں۔ حنفی مذہب کی نماز کیا ہے، ایک مذاق ہے (ص ۳۰ ایضاً)  
سچ کہا کہنے والے نے دیوبندی اس مذہب کے یہودی ہیں۔ (ص ۳۱ ایضاً)

حنفیہ حضرات بظاہر تو کلمہ (لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ) پڑھتے ہیں  
لیکن عملاً ان کا کلمہ لا الہ الا ابو حنیفہ و علماء احناف اربابا من دون اللہ

ہے۔ (۱) (ایضاً ص ۳۲)

یہ ہیں صرف ایک کتاب ”مذہب حنفی کا اسلام سے اختلاف“ سے چند نمونے  
اسی سے آپ اندازہ لگالیں کہ اہلحدیث اور سلفی نام کے کیمپیوں میں کس طرح کی تربیت  
ہو رہی ہے، اور دین و دعوت اور سلفیت کے اشاعت کے نام پر غیر مقلدین کے  
مدرسوں اور مراکزوں میں جو کام ہو رہا ہے اس کی نوعیت کیا ہے، ان کے مدارس

(۱) ٹھہرہ ٹھہرہ میرے بھائی دیکھو عبارت غلط ہو رہی ہے۔ یوں لکھو، لا ابو حنیفہ  
و علماء احناف اربابا من دون اللہ۔



اور معاہدے جو لوگ پڑھ پڑھ کر نکل رہے ہیں ان کا فکر، ان کا مزاج کس سانچے میں ڈھل رہا ہے۔ ان کے ذہن و دماغ میں جو زہر گھولا جا رہا ہے وہ اُمتِ مسلمہ کے لئے کتنا قاتل ہے، اور دین و شریعت کھیلے کتنا مہلک ہے۔

ابھی حال ہی میں غیر مقلدوں کی جماعت ہندوپاک کی مشترکہ کوششوں سے "الدیوبندیہ" نامی عربی زبان میں ایک کتاب بڑی آب و تاب سے چھپی ہے اور اسے بڑی خاموشی اور راز و دانہ طریقہ پر دست بدست علمائے عرب و مشائخ نجد و حجاز میں پھیلا یا گیا ہے۔ اور عرب حکومتوں کے سربراہوں کے پاس اور سرکاری دفاتر میں اس کے نسخے بھیجے گئے ہیں۔

اس کتاب کے مصنف نے پوری کوشش اور بڑی عرق ریزی اس کام کے لئے کی ہے کہ وہ دیوبندی جماعت کو بدعتیہ دکھلائے اور کافر و مشرک اور بریلوی اور قبر پرستوں کی جماعت جیسا ایک ضال و مضل فرقہ ثابت کرے۔

جب وہ کتاب میرے ہاتھ میں آئی تو خیال ہوا کہ ذرا اس "داعی کتاب سنت" اور "عامل بالحديث والقرآن" اور "اہل حدیث" اور "ہدایت یافتہ" جماعت کے گھر میں بھی جھانک کر دیکھا جائے کہ آخر وہ اپنے ان دعوؤں میں کتنی سچی ہے، جو جھانک کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اسلام میں شیعوں اور قادیانیوں کے بعد اس سے بڑھ کر جھوٹی جماعت کوئی ہے نہیں، اور یہ معلوم ہوا کہ شیعوں، بریلویوں، بدعتیوں، لاندہیوں اور قادیانیوں کے شرکیہ و خرافاتی معتقدات و تعلیمات سے اس فرقہ "الجدید" کا خمیر تیار ہوا ہے، جس کی تفصیل میں نے اپنی عربی کتاب "دفعہ مع اللامذهبیۃ فی شبه القارۃ الہندیۃ" میں دکھائی ہے، اور خدا کا شکر ہے کہ اس کتاب نے اس ضال و مضل اور بدعتی جماعت کی بنیاد کو ہلک کر رکھ دیا ہے، اور اب یہ کتاب و سنت کے جھوٹے مدعی دائیں بائیں دیکھ رہے ہیں کہ آخر یہ ہوا کیا، اور اب کیا کیا جائے، اور نہایت جاہل

کراس جماعت کے اکابر لوگوں سے ننگا ہیں چارہ ہے ہیں اور اس پر افسوس کر رہے ہیں کہ ہم نے "الدیوبند سیتا" نامی کتاب شائع کر کے شدید غلطی کی ہے، جس چوری کو ہم نے اب تک لوگوں کی نگاہ سے چھپا رکھا تھا۔ دفعۃً مع اللہ کی شاعت نے اسے منظر عام پر لا کر ہم کو چوروں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے، ایک ضابطہ نے انکی اس طرح کی باتوں کو سن کر اس جماعت کے ایک بڑے "واعی" کے سامنے یہ مصرع پڑھا۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

جن کو غیر مقلدوں کے خلاف کتاب و سنت عقیدوں سے واقف ہونے سے کچھ بھی دیکھی ہے ان کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے، اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ "سلفیت" اور "اہلحدیث" ہونے کے یہ جھوٹے شرعی شرک و بدعت اور انصافیت کے کس دہانے پر کھڑے ہیں۔

جب میں وہ کتاب لکھ رہا تھا تو اسی فرقہ کے کچھ مسئلے مسائل کی بھی کتابوں کو دیکھنے کا موقع ملا جن میں اس قسم کے دعوے تھے۔  
"احمد لشہر اہلحدیث کو آج بھی اس بات پر فخر ہے، ہمارا مسلک سچا ہے اور ہمارے امام سب سے بڑے حتیٰ کہ امام الانبیاء ہیں۔"

(مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف ص ۱۹)

۔ دین کامل اہلحدیث کے پاس موجود ہے قرآن و حدیث کی شکل میں اہلحدیث کا معنی ہی قرآن و حدیث کا ماننے والا ہے۔ (ایضاً ص ۱۹)  
"یہ کیسے ممکن ہے کہ اہلحدیث ہو اور قرآن و حدیث کو نہ مانے اہلحدیث کا تو دعویٰ ہی یہ ہے کہ قرآن و حدیث کو مانتے ہیں۔ (ایضاً ص ۱۹)

"ہم صرف کتاب و سنت کی بات کرتے ہیں، اور جسے کتاب و سنت کی روشنی میں بات کرنی ہو وہ ہم سے بات کر سکتا ہے، ہم شیخ کے محل میں نہیں رہتے۔"



د مولانا مقتدی حسن ازہری کی ایک تقریر (

”اولیٰین اسلام مختصر درود چیز ست یکے کتاب عزیز و دیگر سنت مہلکہ“  
(عرف الجاوی ص ۷)

ہم اہلحدیث ہیں برادر ہے قول نبی ہمارا دہر (طریق محمدی ص ۹)  
”نہاد اہل حدیث است اتباع سنن“ (ایضاً ص ۸)

”جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے“ (ص ۲۲ ایضاً)  
اس طرح کی باتیں اور دعوے غیر مقلدین کی کتابوں میں بکثرت اور جگہ جگہ نظر آئے اس سے یہ احساس ہوا کہ یہ فرقہ دوسروں کو یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ غیر مقلدین جو بزرگ خود ”اہلحدیث“ ہیں ان کا عمل کتاب و سنت پر ہے، اور ان کے تمام مسائل و عقائد کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر قائم ہے اور یہ کہ تنہا یہ وہ فرقہ ہے جو تمام صحیح حدیثوں پر عمل کرتا ہے، اور بقیہ جتنے مذاہب متوجع ہیں، خواہ حنفی ہوں خواہ شافعی، مالکیہ ہوں، یا حنابلہ ان تمام کی بنیاد کتاب و سنت کے علاوہ یہ ہے یہ اپنے اپنے امام کے اقوال کے پیرو ہیں، نہ ان کو اللہ سے محبت ہے نہ اللہ کے رسول سے نہ ان کا تعلق کتاب اللہ سے ہے نہ سنت رسول اللہ سے یہ گمراہ ہیں اور گمراہی کی وادی میں بھٹک رہے ہیں۔

غیر مقلدوں کا جس طرح سے یہ بلا دعوئی کہ اہل حدیث صرف کتاب و سنت پر عامل ہیں اور ان کا عمل تمام صحیح حدیثوں پر ہے ایک بہت بڑا دعویٰ ہے، اسی طرح ان کا یہ الزام کہ ائمہ متبوعین کے مقلدین احناف، شوافع، مالکیہ، حنابلہ وغیرہ کتاب و سنت کو چھوڑ کر اقوال رجال اور اجتہادات ائمہ کی پیروی کرتے ہیں، اہل سنت و جماعت کی اکثریت پر نہایت گھناؤنا الزام ہے جس کی جواب دہی اس فرقہ کو انشاء اللہ آخرت میں کرنی ہوگی۔

احناف، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کا عمل کتاب و سنت پر ہے کہ نہیں ہمیں

اس کا جواب دیئے کی ضرورت نہیں ہے، جس کو اللہ نے دوا نہ کھیں دی ہیں اور وہ بصورت سے محروم نہیں ہے ان کی کتابوں کو وہ دیکھ کر خود معلوم کر سکتا ہے کہ ان مذاہب کی بنیاد کتاب و سنت کے علاوہ کس چیز پر ہے، جمہور لوگوں کی زبان کون پکڑے، چاروں مذاہب کے مسائل فقہیہ مدون ہیں، اور ان تمام مذاہب کی کتابیں بھی دستیاب ہیں، ان کو پڑھئے اور دیکھئے کہ ان کا عمل کتاب و سنت پر ہے یا نہیں، بلکہ یہ معلوم کیجئے کہ کیا اس کو کبیرہ ارضی ایران سے زیادہ بھی کوئی فرقہ کتاب و سنت کا حامل ہے؟ لیکن چونکہ غیر مقلدین یعنی بزرگ خود اہل حدیث فرقہ نے اپنے پہلے دعویٰ کی نہایت وسیع اور پروگنڈائی انداز میں اشاعت کی ہے اور جاہلوں کو اب بھی مسلسل یہ باور کرانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے کہ یہی فرقہ تنہا کتاب و سنت پر عمل کرتے والا ہے، اور اس کے سارے مسائل کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں، اور یہ صحیح حدیث اس کیلئے آنکھ کا سرمہ ہے۔ ہم نے ضروری سمجھا کہ ذرا ان کے مذاہب کے مسائل کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان کے ان بلند بانگ دعوؤں کی صداقت و حقیقت معلوم کی جائے، چنانچہ ہم نے ان کے مذاہب کی بعض کتابوں کا مطالعہ کیا۔ مثلاً عرف الجاوی میں جناب ہدی الہادی، جو منسوب تو ہے نواب صدیق حسن خاں صاحب کے لڑکے نواب نور الحسن خاں کے نام مگر اصلاً یہ کتاب نواب صدیق حسن خاں صاحب ہی کی ہے۔ (۱)

نزل الابرار اور کنز الحقائق نواب وحید الزہاں حیدر آبادی کی، اور فتاویٰ نذیریہ جو تین ضخیم جلدوں میں شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب ہے۔

جب ہم نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان میں مذکورہ غیر مقلدوں کے فقہی مسائل کو کتاب و سنت کی کسولی پر پرکھا تو یقیناً جانئے کہ ہم حیرانی و استعجاب کے

(۱) ترجمہ انکوائری ہے۔ و بعضہا من مصنفات والدہ کنہجہ المقبول و عرف الجاوی وغیرہا۔ (نزلہ انوار) یعنی بعض کتابیں (جو نواب نور الحسن خاں صاحب کی طرف منسوب ہیں) وہ انکے والد کی تصنیف ہیں جیسے بیچ المقبول و عرف الجاوی وغیرہ۔



اس مقام پر تھے جس کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے، جھوٹ اور استنا کھلا جھوٹ، دعویٰ اس زور و شور کا اور استنا غلط اور جھوٹا دعویٰ، استراکبر، قادیانی جماعت کے دعویٰ بھی اس جھوٹ کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔

اور پھر ضروری معلوم ہو اگر عام مسلمان بھی اس جھوٹ کو معلوم کر لیں، اور اس جماعت کی مکاریوں، فریب کاریوں، غلط بیانیوں اور گمراہ کن دعویٰ کی حقیقت سے باخبر رہیں۔

اسی مقصد کے پیش نظر یہ کتاب مرتب ہوئی ہے، جس کا نام ہم نے

مسائل غیر مقلدین کتاب وسنت اور مذاہب جمہور کے آئینہ میں، دکھا ہے۔

میں یہاں اس بات کو بہت واضح طریقہ سے عرض کر دوں کہ اس کتاب کا موضوع صرف یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ فرقہ غیر مقلدین جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا عمل کتاب وسنت پر ہے اور یہ کہ وہ سلف کا پیرو ہے، اس کے اس دعویٰ میں صداقت کتنی ہے اور کس۔

اس لئے اس کتاب میں جو مسائل ذکر کئے گئے ہیں اس میں صرف یہ دکھایا گیا ہے کہ غیر مقلدوں کے دعویٰ کے برعکس غیر مقلد مذاہب کے یہ مسائل کتاب وسنت اور جمہور علماء کے مسلک کے خلاف ہیں۔

اس کتاب کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ ہم اس میں ائمہ اربعہ کے فقہی مذاہب کو کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کریں یا ان کے حق و ناحق ہونے کی بات کریں اسلئے یہ بھی عین ممکن ہے کہ جو مسائل اس کتاب میں غیر مقلدوں کی طرف منسوب کر کے ذکر کئے گئے ہیں، کسی امام مجتہد کا بھی وہی مسلک ہو، لیکن یہ یاد رہے کہ غیر مقلدوں کا صرف اپنے بارے میں یہ دعویٰ ہے کہ وہ کتاب وسنت اور تمام صحیح حدیثوں پر عمل کرنے والے ہیں، مقلدین کے بارے میں تو ان کا عام نقطہ نظر یہی ہے کہ یہ کتاب وسنت کے مخالف ہیں، اسلئے ہمیں نہ اس کی منکر ہے کہ ہم اپنے

ادھر سے اس وقت اس الزام کو دفع کریں نہ فی الوقت اس کی حاجت ہے، نہ ہم نے اپنی اس کتاب میں احناف یا کسی بھی مذہب متبوع پر سے اس الزام کو دور کرنا کی کوشش کی ہے، ہمیں تو صرف یہ دکھلانا ہے کہ غیر مقلدوں کا یہ دعویٰ کہ وہ کتاب و سنت پر عامل ہیں، احادیث رسول کے عاشق ہیں، صحیح حدیث پر عمل کر رہے ہیں، اور مگر ان محسوسات کے بلبلانِ مالاں ہیں ان دعوؤں کی سچائی کتنی ہے اور بس۔

ایک بات یہاں اور بھی واضح کر دینی ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم نے "اہلحدیث" کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ اہلحدیث جماعت وہ جماعت کہلاتی ہے جو اللہ کے رسول کی تمام شایستگیوں کو قابلِ عمل و اتباع جانے، ایک صحیح حدیث کو بھی کسی حجاز یا تاجاز سے تاویل سے رو نہ کرے۔

اگر کوئی جماعت محض آباء و اجداد اور بزرگوں اور پرکھوں کی تقلید میں کسی صحیح حدیث کو چھوڑتی ہے تو وہ اس لائق نہیں ہے کہ اسے اہلحدیث کہا جائے۔ یہ کام تو بزرگم، غیر مقلدین، مقلدوں کا ہے کہ وہ اپنے اماموں کی اتباع میں اتنے غالی ہوتے ہیں کہ ان کے اجتہادات کے بالمقابل صحیح حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور غلط تاویلات کا سہارا لیتے ہیں۔

اگر غلط تاویلات کا سہارا لیکر آباء و اجداد کی پیروی میں کسی دوسری جماعت نے بھی احادیث صحیحہ و شایستگیوں کو روک دینے کا مشغلہ بنا لیا ہے تو پھر ظاہر ہے کہ اسے اہلحدیث نہیں کہا جاسکتا، اور نہ اس عمل کے ساتھ مقلدین کی جماعت اور اس فرقة اہلحدیث میں کوئی فرق رہ جائے گا۔

بعض احادیث کو لینا اور بعض کو چھوڑنا یہ تو سب مسلمان جماعت کرتی ہے، حتیٰ کہ قادیانی تک کچھ حدیث کو لیتے ہیں اور کچھ کو مردود قرار دیتے ہیں، اگر غیر مقلدین یہ بدعی کتاب و سنت اور "اہلحدیث" ٹائٹل والی جماعت بھی یہی عمل کرے تو اس کو اپنے بچہ پر سے اہلحدیث کا ٹائٹل ہٹا دینا چاہئے۔



البتہ ایک بات جس نے ہمیں بہت پریشانی میں ڈال رکھا ہے وہ یہ ہے کہ یہ غیر مقلدین یعنی بزرگمذہب اہلحدیث اپنے کو سلفی بھی کہتے ہیں اور ان کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ وہ سلف کے طریق پر ہیں، ہمیں پریشانی یہ لاحق ہے کہ انکی مراد سلف سے کونسی جماعت ہے؟ صحابہ کا شمار سلف میں ہے کہ نہیں؟ اہلحدیثوں کے اصول اور عقیدہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ سلف میں جماعت صحابہ کا شمار نہیں ہے، اسلئے کہ غیر مقلدوں کے عقیدہ کے مطابق صحابہ کا قول و فعل حجت نہیں۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی فرماتے ہیں :

”آرے اگر سخن ہست در قبول رائے ایشان نہ روایت“

(عن البخاری ص ۴)

یعنی اگر کلام ہے تو صحابہ کی رائے کو قبول کرنے میں کلام ہے نہ کہ روایت۔

نیز ایک دوسری جگہ ارشاد ہے :

”حدیث جابر وریں باب قول جابر است، و قول صحابی حجت نیست“

یعنی جو حضرت جابر کی حدیث ہے وہ حضرت جابر کا قول ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں،

اور یہی نواب صاحب اپنی کتاب التاج المکمل میں فرماتے ہیں :

دفعل الصحابی لا یصلح حجة (ص ۲۹۲) یعنی صحابی کا فعل قابل حجت نہیں ہوتا۔

اور اس جماعت کے شیخ الکمل فی الکمل مولانا سید میاں نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں :

افعال الصحابة رضی اللہ عنہم لا تتحصى للاحتجاج بها  
یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے افعال سے حجت اور دلیل نہیں قائم ہو سکتی۔  
اور فتاویٰ نذیریہ میں یہی شیخ الکمل فی الکمل فرماتے ہیں :

نہیں کہ قول صحابی حجت نیست « (ص ۲۴۱ ج ۱)

یعنی صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔

اسی قسم کی بات مولانا عبد الرحمن مبارکپوری نے بھی اپنی مایہ ناز کتاب تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں لکھی ہے بلکہ نواب وحید الزماں حیدر آبادی جو مشہور غیر مقلد عالم ہیں ان کے نزدیک صحابیہ کی ایک جماعت اس لائق بھی نہیں کہ اس جماعت کے کسی فرد کو رضی اللہ عنہ بھی کہا جائے چنانچہ وہ اپنی مشہور کتاب کنز الکنان میں تصریح فرماتے ہیں کہ:

وَسَتَّبَعْتُ لِلْمُتَّبِعِينَ لِلصَّحَابَةِ غَيْرَ ابْنِ سَفْيَانَ وَمَعَاوِيَةَ وَعُمَرَ

بْنِ الْعَاصِ وَمُعَاوِيَةَ بْنِ شُعْبَةَ وَسَمِعْتُ ابْنَ جُنْدَبٍ « (ص ۲۴۲)

یعنی صحابیہ کیسے رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے، سوائے (حضرت) ابوسفیان و

(حضرت) معاویہ و (حضرت) عمرو بن عاص و (حضرت) مغیرہ بن شعبہ اور (حضرت) سمیرہ بن جندب کے۔ (اس جماعت کو رضی اللہ عنہ نہیں کہا جائے گا۔)

اور نزل الابرار میں انھیں نواب صاحب نے صحابہ کرام میں سے اس جماعت پر فاسق ہونے کا حکم لگایا ہے، فرماتے ہیں:

وَمِنْهُ يَعْلَمُ أَنَّ مِنَ الصَّحَابَةِ مَنْ هُوَ فَاسِقٌ كَالْوَلِيدِ وَمِثْلِهِ يُقَالُ

فَنَحْوُ مَعَاوِيَةَ وَعُمَرَ وَمُغِيرَةَ وَسَمِرَةَ، (نزل الابرار ص ۹۳)

یعنی اس سے معلوم ہوا کہ کچھ صحابہ فاسق ہیں جیسا کہ ولید اور اسی کے مثل کہا جائیگا معاویہ عمرو مغیرہ اور سمیرہ کے حق میں (کہ وہ بھی فاسق ہیں) یہ غیر مقلدین کی جماعت کے وہ ایسا طین اور اعلام ہیں جنکے سہارے غیر مقلد کی بنیاد قائم ہے، اسلئے سلف سے تو مراد غیر مقلدین کے یہاں صحابہ ہو نہیں سکتے۔ بلکہ جماعت صحابہ انکے نزدیک سلف سے خارج ہے۔

سما یعین اور ائمہ متبوعین بھی سلف سے خارج ہیں اسلئے کہ ان کی پیروی



اقوال رجال کی پیروی ہے، اور یہ بات غیر مقلد مذہب کی اتنی مشہور ہے کہ اس پر کسی گواہی شہادت کی ضرورت نہیں،

اگر سلف سے مراد محدثین کا گروہ ہے تو محدثین کی عمومی جماعت اور بطور خاص سرخیل محدثین امام بخاری کے بارے میں غیر مقلدوں کا فیصلہ یہ ہے۔

”ان محدثین ان تارعیین حدیث ان سیر نویس اور ان مفسرین کی تقلیدی ذہنیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اتنی بات کا تجزیہ و تحقیق کرنے سے بھی عاری تھے کہ یہ واقعہ (واقعہ افک) سرے سے ہی غلط ہے۔

لیکن اس دینی و تحقیقی جرأت کے فقدان نے ہزاروں اہلے پیدا کئے اور پیدا ہوتے رہیں گے، ہمارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ رواج فرمادیا وہ صحیح اور لایب ہے، خواہ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت، انبیائے کرام کی عصمت، ازواج مطہرات کی طہارت کی نفائے بسیط میں دھجیاں بکھرنی چلی جائیں۔“ کیا یہ امام بخاری کی اسی طرح تقلید جامہ تہیں جس طرح مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں۔“

(صدیقہ کائنات از حکیم فیض عالم ص ۱۰۶)

اور اس غیر مقلد محقق و عالم کی امام بخاری کی شان میں مزید گہر نشانی ملاحظہ فرمائیے، یہ بد بخت اس رئیس و رأس المحدثین کے بارے میں لکھتا ہے:

۱۱) اب اس کے بعد امام بخاری کی بخاری شریف پر کون بد بخت بھروسہ کرے گا، اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کی کتاب المعجم المجامع میں بعض احادیث صحیحہ اور لایب ہونے سے بالاتر نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بات معلوم ہوئی کہ اس میں ایسی بھی روایتیں ہیں جن سے اللہ کی الوہیت، انبیائے کرام کی عصمت میں فرق آتا ہے اور ان روایت کو صحیح تسلیم کر لینے سے ازواج مطہرات کی طہارت کی نفائے بسیط میں دھجیاں بکھر جاتی ہیں، امام بخاری پر اتنا گناہ لازم اب یہ نام کے اہل حدیث بھی لگانے لگے۔

اور اصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملہ میں مرفوع القلم  
ہیں داستان گو کی چابک دستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق تمام  
چھان بین دھری رہ گئی، (ایضاً ص ۱۳۱)

جب محدثین کے گروہ کی یہ عظیم الشان و جلیل القدر شخصیت بھی بے اعتباری  
اور عدم وثوق کے اس درجہ پر ہے تو دوسرے بے چارے محدثین اس فرقہ کے یہاں کس  
تظار و شمار میں ہوں گے۔

خیال آیا کہ غالباً اس فرقہ کے یہاں سلف سے مراد شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور  
ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم ہوں گے۔ لیکن ان کے بارے میں غیر مقلدوں کی  
دائے بھی اس طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی بہت  
ساری باتوں کو غیر مقلدین ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں جیسا کہ آپ کو اس کتاب سے  
معلوم ہو گا، بلکہ اس سے بڑھ کر غیر مقلدین ابن قیم کی بات تو درکنار ابن تیمیہ کی فہم اور  
ان کے علم کے بارے میں بھی شاکی نظر آتے ہیں۔ چنانچہ نواب وحید الزماں حیدر آبادی  
اپنی کتاب ہدیۃ المہدی میں لکھتے ہیں:

ومشحن ابن تیمیہ قد شد الاتکار علی ابن عربی و تبعه الحافظ

(ای ابن قیم) والفتانہ الی عندی انہم لہ یفہموا مراد

الشیخ ولہ یسمعون التطر فیہ۔ ص ۵

یعنی ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے ابن عربی پر سخت اعتراض کیا ہے، اور انہیں  
کی اتباع حافظ ابن قیم اور تفسارانی نے کی ہے، اور میرے نزدیک اصل یہ ہے  
کہ ان لوگوں نے شیخ ابن عربی کی مراد کو سمجھا نہیں اور نہ اس میں غور کیا۔  
غرض بڑے افسوس کے ساتھ اس خیال سے بھی باز آنا پڑا، پھر خیال گزرا شاید  
غیر مقلدوں کی مراد سلف سے محمد بن عبد الوہاب شیخ نجد اور ان کے متبعین ہوں  
مگر اس سلسلہ میں جب تلاش و جستجو ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ خیال بھی غلط بلکہ



بہت غلط ہے یہ غیر مقلدین تو محمد ابن عبد الوہاب کو مقلد اور مشرک سمجھتے ہیں اور ان کی طرف یا انکی جماعت کی طرف انتساب کو بھی گالی سے بدتر جانتے ہیں اور جماعت وہابیہ کو ایک فرقہ محدثہ شمار کرتے ہیں۔

ذرا ان کے اکابر و اصغر کی شیخ محمد بن عبد الوہاب کے بارے میں یہ آراء ملاحظہ ہوں۔

فرقہ غیر مقلدین کی عظیم الشان اور پہاڑ جیسے علم والی شخصیت نواب صدیق حسن خان مرحوم ترجمان وہابیہ میں فرماتے ہیں:

”محمد بن عبد الوہاب کا کیا ذکر ہے اور وہ کس قطار و شمار میں ہے۔“  
(ترجمان وہابیہ ص ۱۷)

”نہ ہم اپنے دین میں محمد بن عبد الوہاب کے تابع ہیں۔ ایضاً ص ۱۸“  
”اور حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ جو ایک خدا کو ماننے والے ہیں اور ایک نبی برحق کی چال چلنے والے ہیں انکو وہابی کہنا ایسا برا لگتا ہے جیسے گالی دینا۔“ ایضاً ص ۱۹  
”غرض کہ کوئی علاقہ دینی اور دنیوی ہندوستان کے مسلمان سوحین کو اہل نجد کے لوگوں کے ساتھ حاصل نہیں۔“ ایضاً ص ۲۲

اور غیر مقلدین فرقہ کے دوسرے بڑے محقق اور عالم نواب وحید الزماں حیدر آبادی نے اپنی کتاب ”ہدایۃ المہدی“ میں مستقل ایک فصل ہی بڑی طول و طویل شیخ ابن عبد الوہاب کے ان خیالات و عقاید کی رد میں باز بھی ہے جو انھوں نے اپنی کتاب ”کتاب التوحید“ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں ذکر کئے ہیں، اور ان کو ان کے عقاید کے بارے میں شدت پسند بتایا ہے حتیٰ کہ ان کو اسی تشدد و تشدید کی بنیاد پر خوارج کی جماعت کہاؤی قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

و شدد بعض اخواننا من المتأخرین فی امر الشریک و ضیق دأمر  
الاسلام۔۔۔۔۔ والتشدید فی الدین، سیما الخوارج المارقین

یعنی چارے ساغرین میں سے بعض بھائیوں نے شرک کے سلسلے میں بڑے  
 کثرت سے لکھا ہے، اور اسلام کے دائرہ کو تنگ کر دیا ہے، حالانکہ دین میں سختی کرنا  
 یہ غور کی غلامت ہے، جو دین سے باہر اور اس کے عہد کو توڑنیوالی جماعت ہے۔  
 اور نواب صاحب حیدر آبادی نے کتاب کے حاشیہ میں بعض اخواننا کی  
 توجہ دلائی ہے۔ وہو الشیخ عبد الوہاب، یعنی وہ محمد بن عبد الوہاب  
 ہیں اور فرقہ غیر مقلدین کی نہایت مشہور و معروف و مستند شخصیت حافظ عبد اللہ  
 صاحب محدث غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی دو کتابوں میں محمد بن عبد الوہاب سے  
 یہ بات کا انکار یوں کرتے ہیں :

۔۔۔۔۔ اس کے ابن عبد الوہاب نجدی جو وہابیوں کا پیشوا تھا خود جنابی المذہب  
 تھا اور اہلحدیث مذاہب مقلدین میں سے کسی مذہب کے مقلد نہیں تو ان کا  
 ثابت ہونا ابن عبد الوہاب نجدی کا کس طرح ممکن ہے، وہابی اہلحدیث  
 میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔

۔۔۔۔۔ ہر گاہ یہ لقب نہ ان کے اصول مذہب کے موافق ہے اور نہ وہ اس  
 لقب پر راضی ہیں بلکہ اس لقب کو گالی سے بھی یہ ترجیح دیتے ہیں ۔

(ابراہیم اہلحدیث والقرآن ص ۷)

اسی ہی حافظ صاحب غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک دوسری کتاب الکلام النبویہ  
 میں فرماتے ہیں :

۔۔۔۔۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کو وہابی کیوں کہا جاتا ہے ہم تو جہاں تک  
 غور کرتے ہیں اسکی کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی اور یہ لقب ہمارے  
 تنجیک بہت برا لقب ہے ہم اس کو گالی سے بھی بدتر جانتے ہیں ۔

اور غیر مقلد جماعت کی نہایت مشہور شخصیت اور ان کے شیخ الاسلام ابو الوہاب



مولانا شاد المرآہ تسری اپنے رسالہ مذہب الہمدیث میں فرماتے ہیں :  
 جہلا میں مشہور ہے کہ اہل حدیث کے مذہب کا بانی عبد الوہاب نجدی  
 ہو ہے (صحیح محمد بن عبد الوہاب) مگر حاشا دکلا ہیں اس سے کوئی بھی  
 نسبت نہیں ۔

بلکہ الہمدیث کے بہت سے افراد کو معلوم نہیں کہ عبد الوہاب کون تھا، ص ۷۹  
 بلکہ مولانا شاد المرآہ تسری نے تو محمد بن عبد الوہاب کے عقائد کو صراحتہ شریک و کفریہ  
 قرار دیا ہے، اور اسکے یہودی النسل ہونے کا بزبان خاموشی اقرار کیا ہے، چنانچہ  
 وہ امیر عبد الرحمن خاں کے نام ایک شائع شدہ اپنی تحریر میں لکھتے ہیں :

”بانی ایں فرقہ عبد الوہاب نجدی ست کہ یہودی النسل بود و رہنای عداوت  
 اسلام داشت و غیرہ مجموعی قسم، ایں جنس افترایات کہ جہلاء بنسبت فرقہ الہمدیث  
 مشہوری کنند اصلے ندارند بلکہ ایں جنس اعتقادات و مقالات را الہمدیث  
 کفری دانند الہمدیث ایں جنس اعتقادات دارند عبد الوہاب نجدی را  
 پیشوائے خود دانند بلکہ از کیفیت شخصیت او نیز ناواقف اند“

(مذہب الہمدیث ص ۷۹)

یعنی اس قسم کی باتیں کہ الہمدیث فرقہ کا بانی عبد الوہاب نجدی ہے جو کہ یہودی النسل  
 تھا اور پوشیدہ طریقہ پر اسلام کا دشمن تھا، اس طرح کے خیالات جو جاہل لوگ  
 الہمدیث کے بارے میں مشہور کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ الہمدیث  
 تو اس طرح کے عقیدوں اور اس طرح کی باتوں کو (جن کی نسبت محمد بن عبد الوہاب  
 کی طرف کیجاتی ہے) کفر سمجھتے ہیں، نہ الہمدیث کے اس طرح کے عقائد ہیں اور نہ وہ  
 عبد الوہاب نجدی کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں بلکہ ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کی شخصیت  
 کیا تھی اور وہ کون تھا،

اور حال کے ایک ایم بی بی ایس محقق ڈاکٹر شفیق الرحمن اپنے کتابچہ

ہی توحید کیلئے بلوغت کریں۔ میں ارشاد فرماتے ہیں:  
 قطع نظر روایت کی صحت کے محمد بن عبد الوہاب صاحب نے اس کے  
 آگے خود تشریح فرمائی کہ انہوں نے (یعنی حضرت آدم نے) صرف شیطان کی  
 بات مانی تھی عبادت نہیں تھی۔

انہوں نے شیطان کی بات کیوں مانی اسلئے کہ اگر میں بات نہ مانوں گا  
 تو میرا بچہ مر جائے گا، کیا شیطان کے بارے میں یہ بات تسلیم کرنا کہ اگر اس کی  
 بات نہ مانی جائے تو وہ بچہ مار بھی سکتا ہے شرک نہیں ہے؟ ص ۲۷

غرض دیکھا آپ نے صحابہ کرام کی جماعت سے لیکر محمد بن عبد الوہاب نجدی اور انکی جماعت  
 تک غیر مقلدوں کے نزدیک کوئی بھی سلف نہ کہلانے کے لائق باقی نہیں رہا۔

پس حیرانی یہ ہے کہ غیر مقلدین کی اس سلفیت کی بنا کیا ہے۔ آخر ان کے نزدیک  
 سلف سے مراد امت مسلمہ میں کون لوگ ہیں، اور یہ حیرانی اس وقت تک باقی رہے گی  
 جب تک کہ خود غیر مقلدین فرقہ جماعت سلف کا تین نہ کر دے، جسکے طریق پر  
 ہونے اور چلنے کا اس کا دعویٰ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ غیر مقلدین ہم کو کب  
 اس درجہ حیرت سے نکالتے ہیں۔

بہر حال اب ان سطور کو ختم کرتے کرتے اتنی بات اور عرض کرتا چلوں کہ ہم نے  
 اپنی اس کتاب میں غیر مقلدین کے جلتے مسائل ذکر کئے ہیں، انکو نمونہ سمجھئے، اس طرح  
 کے تمام مسائل کا ذکر کرنا اس ایک کتاب میں نہ ممکن تھا اور نہ اسکی ضرورت تھی، یہ  
 ایک جھلک ہے جس سے اس مذہب کا سراپا اور خدو خال کسی حد تک واضح ہوتا  
 ہے اور یہی مقصد ہے۔

اس کتاب میں جو حوالے ہیں پوری کوشش یہ رہی ہے کہ اس میں ممکن حد تک  
 غلطی سے بچا جائے، اگر کسی قاری کو کوئی غلط حوالہ نظر آئے تو ازراہ کرم وہ مطلع  
 کر دے، اس کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔



کتابت کی غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں، اہل علم اور اہل دانش کتابت کی غلطیوں کو اچھا لانا نہیں کرتے۔ اپنے فہم اور اپنے علم سے کام لیکر وہ از خود اس کی تصحیح کر لیتے ہیں، اور کرم فرماتے ہوئے مصنف اور مولف کو بھی مطلع کر دیتے ہیں۔

ناظرین کہیں کہیں لب و لہجہ کی تیزی اور سختی بھی ملاحظہ فرمائیں گے، کیا عرض کروں اپنے مزاج اور اپنی طبیعت کے خلاف بھی کبھی کبھی کوئی کام کرنا پڑتا ہے۔

ابھی آپ نے اس مقدمہ میں دیکھا کہ احناف اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے بارے میں غیر متعادلین کالب و لہجہ کیسا ہوتا ہے؟ مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو یہودی تکس بنا دیا گیا ہے، اب اس کے بعد میں اپنے تیز لب و لہجہ کی معذرت بھی کروں تو کیسے کروں، خود قرآن نے اتنی اجازت تو ہمیں بطور حق کے دی ہے۔

فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم  
اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جتنی زیادتی اس نے کی ہے اتنی تم بھی کر سکتے ہو۔

اور لا يجب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو فتنہ و فساد اور مدعیوں کے شر سے محفوظ رکھے، ادعا کرنے ہمیشہ شر کو جنم دیا ہے، قادیانی، منکرین حدیث، اہل قرآن مشرقی فتنہ، نیچریت، مودودیت یہ تمام فرقے اور جماعتیں اسی ادعا کی سید اور ہیں۔ خدا ہمیں صراط مستقیم پر چلائے، اور اس کتاب کو عامہ مسلمین کیلئے نافع بنائے اور قبولیت کے شرف سے نوازے، ہماری غلطیوں کو تباہیوں اور لغزشوں کو معاف کرے۔

والحمد لله اولاد و آخراد، وصلى الله على النبي الامى وآله

وصحبه اجمعين۔

محمد البیکر غازی پوری

قاسمی منزل، سید وارہ، غازی پور

۲۷ مارچ ۱۹۹۶ء بمطابق ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ

# پہلے اس سے پڑھ لیں

• چونکہ اس کتاب میں جو مسائل ذکر کئے گئے ہیں وہ مختلف الانواع ہیں، اس لئے ان کے ذکر میں کسی خاص ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے، البتہ جن مسائل پر قدرے تفصیلی گفتگو ہے، انکو مقدم رکھا گیا ہے، اور جن پر مختصر کلام ہے انکو بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

• قارئین دیکھیں گے کہ ہم نے ان مسائل پر نقد و کلام میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اخلاف علماء کا نام بہت کم لیا ہے، ایسا ہم نے دو وجہوں سے کیا ہے۔ اولاً یہ کہ تجربہ یہ ہے کہ اخلاف کا نام آتے ہی اور امام اعظم ابوحنیفہ کا ذکر سنے ہی غیر مقلدین حضرات کی پیشانی شکن آلود اور ان کا مزاج برہم ہو جاتا ہے۔ اور ہم اسی بات سے اپنے موجد غیر مقلدین، بھائیوں کو بچانا چاہتے ہیں تاکہ وہ اس کتاب کو سکون و اطمینان اور ٹھنڈے دل و دماغ سے پڑھ سکیں اور اگر خدا توفیق دے تو وہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

دوم یہ کہ ہمارے ان "موجد غیر مقلدین" بھائیوں کے نزدیک امام اعظم ابوحنیفہ اور اخلاف علماء و فقہاء کا شمار "اہل حدیث" میں سے نہیں ہے، اور ہمارے یہ "موجدین" بھائیوں کی جماعت ماشار الشراہلحدیثوں کے علاوہ کسی غیر اہلحدیث کی بات ماننے کو تیار نہیں، اسلئے اخلاف اور امام اعظم ابوحنیفہ علیہ السلام کا ذکر کرنے سے ہم نے حتی الامکان پرہیز کیا ہے۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلدین کی جماعت کے زبردست عالم، ہیں اور علم و عمل کے اس دور انخطاط میں انکا مقام اس جماعت میں امامت کا تھا انکا بیان ہے۔



سائر الاثمة المجتہدین سوی فقہاء الکوفۃ منضمون  
 الی اہل الحدیث - (حرکتہ الانطلاق الفکری ص ۱۵۳)  
 یعنی فقہائے کوفہ کے علاوہ تمام ائمہ مجتہدین کا شمار اہل الحدیث میں ہے  
 ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے :

و نعلم من کلامہ فی کتابین انہ یعتبر الاثمة کلہم

سوی ائمة الکوفۃ من اہل الحدیث - (ص ۱۵۴)

یعنی حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی دونوں کتابوں (حجۃ اللہ اور مصفی)  
 سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ائمہ کوفہ کے علاوہ تمام ائمہ کو اہل حدیث میں سے سمجھتے ہیں  
 جب صورت حال یہ ہے تو فقہی مسائل کے ذکر و بیان میں اخاف کا نام  
 ہی لینا بیکار تھا کہ غیر مقلدین حضرات کے نزدیک، اہل رائے، کا نہیں، اہل حدیث  
 کا قول معتبر ہوتا ہے، اسلئے ہم نے کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں، اہل حدیث  
 کا ذکر ہو، اور انھیں کی بات نقل کی جائے - (۱)

اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ واقعی اہل حدیث اور معتوی اہل حدیث میں

(۱) ان ائمہ عظام اور جماعت اہل حدیث کی مایہ ناز اور قابل فخر شخصیتوں کے بارے میں غیر مقلدین حضرات  
 کو یہ شبہ طعنہ ہونا چاہئے کہ وہ کتاب و سنت سے ہٹ کر کوئی بات کہیں گے اور ان ائمہ حدیث  
 کے بارے میں حضرات غیر مقلدین کو کشادہ ذہن، کشادہ قلب اور کشادہ نظر اور باادب ہونا چاہئے  
 اسلئے کہ جمود غیث نظر اور تنگ ذہنی اور ائمہ حدیث کی شان میں بے ادبی اور گستاخی تو تقلید  
 کا خاصہ ہے اور یہ چیزیں مقلدین کے ساتھ خاص ہیں، مولانا اسماعیل سلفی لکھتے ہیں: ومن العیو جمل  
 ان یتجنب المقلد عن التعصب واساسۃ الادب (الانطلاق الفکری ص ۱۵۴) یعنی  
 یہ بہت مشکل ہے کہ مقلد تعصب اور بے ادبی سے محفوظ رہے، اور اہل حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں  
 ولم توجد فیہم العصبیۃ (ایضاً) یعنی اہل حدیث میں عصیت کا وجود نہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اہل حدیث  
 حضرات اپنے جمود اور ترک اور عدم عصیت کا ثبوت دیں -

ناظرین کو فرق کرنا مشکل نہ رہے گا اور ہر ایک کی شناخت آسانی سے ہو سکے گی۔  
 • شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو گروہ غیر معتقدین  
 سب سے بڑا، اہل حدیث، شمار کرتا ہے، اور جب وہ انکو، سب سے بڑا  
 اہل حدیث، شمار کرتا ہے تو وہ بزعم خود انکو اپنا ہی جیسا، اہل حدیث، سمجھتا ہے  
 ہم نے اس کتاب کی تیاری کے موقع پر حضرت شیخ الاسلام کے فتاویٰ کے  
 محدثات کا بڑی حد تک مطالعہ کیا ہے اور میں ببالغِ دل یہ کہتا ہوں کہ یقیناً حافظ  
 ابن تیمیہ بہت بڑے اہل حدیث تھے، لیکن انکی، اہل حدیثیت، کو شوکان، دہلی،  
 بھوپال والی، اہل حدیثیت، سے کوئی نسبت نہیں دونوں کی، اہل حدیثیت،  
 میں، اعمال، میں بھی اور، اعتقادات، میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے،  
 اور اس کتاب کے پڑھنے والے دونوں اہل حدیثیت کا یہ فرق بڑی آسانی سے  
 معلوم کر لیں گے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے جو تفردات ہیں، اہل حدیث، کا طائفہ حاضریہ  
 صرف انھیں تفردات میں ابن تیمیہ کا ہم نوا اور ہم پیالہ ہے ورنہ بیشتر مسائل  
 دینیہ میں دونوں کی راہ الگ الگ اور جدا جدا ہے، انشاء اللہ میں اپنی اس بات  
 کو کسی مستقل مضمون میں اچھی طرح اور دلائل سے واضح کروں گا۔  
 • آپ کی نگاہ سے اس کتاب کا جو پہلا مسئلہ گزرے گا اس کا تعلق  
 غیر مقلدین حضرات کے عقیدہ سے ہے، اس کو اس کتاب میں ذکر کرنے کی  
 وجہ یہ ہے کہ آپ کو ان حضرات کے مذہب کا ایک اجمالی تعارف حاصل ہو جائے  
 اور ان مدعیان کتاب و سنت کے نقوب تنکری، تنور ذہنی، اور ان کے  
 عدم جمود، اور، عدم تقلید، کی آخری حد کیا ہے اس کا کچھ اندازہ ہو سکے۔  
 اب لیجئے اللہ کا نام اور شروع کیجئے کتاب اور دیکھئے قدرت کا  
 تماشا۔



## (۱) مسئلہ -

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ مختلف فیہ مسائل میں رد و انکار جائز نہیں،  
نواب وحید الزماں حیدر آبادی فرماتے ہیں -

ولايجوز الانكار على امور مختلفة فيها بين العلماء، كغسل الرجل  
ومسحه في الوضوء والتوسل بالاموات في الدعاء والدعاء من الله عند  
قبور الاولياء والانباء وارسال اليدين في الصلوة ووطي الانثى واج والاماء  
في الدبر والمتعة والمجموع بين الصلوتين واللعب بالشطرنج والغناء والمزمار  
والفائحة المرسومة او مجلس الميلاء وهو المنقول عن امامنا احمد بن حنبل.

(ہدیۃ المہدی ص ۱۱)

یعنی ان امور کا جو علماء کے مابین مختلف فیہ ہیں انکار کرنا جائز نہیں ہے  
مثلاً وضو میں پاؤں کا دھونا یا اس پر مسح کرنا، دعائیں مردوں کا وسیلہ بنانا،  
انبیاء اور اولیاء کی قبروں کے پاس دعا کرنا، نمازیں قیام کی حالت میں روٹوں  
باتھ کا چھوڑے رکھنا بیویوں یا باندیوں سے وطی فی الدبر کرنا، بیچانہ کے مقام  
میں ان سے مباشرت کرنا، اور متعہ، اور شطرنج کھیلنا، گانا بجانا، اور مروجہ  
فاتحہ و نیاز اور میلاء کی مجلس، (ان امور پر انکار کرنا جائز نہیں ہے) اور یہی  
بات ہمارے امام احمد بن حنبل سے منقول ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ وہ ان بدعتوں  
اور غیر شرعی امور پر انکار کو جائز نہیں سمجھتے ہیں، یہ حضرت امام اہل سنت  
پر ایسا گھناؤنا الزام ہے جس کی جواب دہی غیر مقلدوں کے اس امام کو یوم آخرت  
میں خدا کے روبرو کرنی ہوگی۔

اب میں غیر مقلدوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ امور جو نواب صاحب نے

یہاں ذکر کئے ہیں وہ منکر شرعی ہیں یا نہیں، اگر وہ منکر شرعی نہیں ہیں تو غیر مقلدین ان کے ثبوت کے لئے کتاب و سنت سے دلیل پیش کر دیں، اور اگر وہ منکر شرعی ہیں تو ان پر نیکیر کیوں نہیں کی جائے گی۔

اسٹر کے رسول کا یہ ارشاد غیر مقلدین بھول گئے کہ اگر تم میں کا کوئی آدمی کسی منکر (کسی غیر شرعی بات) کو دیکھے تو بذور طاقت اسکو بدلے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کی مذمت کرے اور اس کی بھی ہمت نہ ہو تو کم از کم دل سے اس کو برا سمجھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذالک اضعف الایمان "یہ آخری بات ایمان کا کم سے کم حصہ ہے۔

کیا غیر مقلدین ایمان کے اس اضعف درجہ سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔ اب آئیے دیکھئے جو مسائل مذکورہ بالا عبارت میں ہیں وہ کیا ہیں۔ یہ سلاسل و مضامین پاؤں دھونے یا اس پر سج کرنے کا ہے، ساری امت کا تحقیق ہے کہ وہ مضامین پاؤں دھوا جائے گا سچ کرنا کسی بھی اہلسنت و اجماعت کا مذہب نہیں ہے، یہ شیعوں کا مسئلہ ہے اور شیعہ اہلسنت سے خارج ہیں۔ دوسرا مسئلہ تو سل بالاموات کا ہے، بلاشبہ غیر مقلدین کے یہاں تو سل بالاموات جائز ہے مگر سلفیوں اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک یہ شرک ہے۔ فتاویٰ شیخ الاسلام میں ہے۔

بجالات تو لھما اسئلک بمجاہ نبینا و بحقہ فان هذا مما نقل عن بعض المتقدمین فعلہ و لم یکن مشہوراً بینہم ولا فیہ سنۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بل السنۃ تنزل علی النہی کما نقل ذلک عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف و غیرہما، (فتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۷)

یعنی بخلاف اسکے کہ کوئی اس طرح تو سل کرے اسئلک بمجاہ نبینا یا اسئلک بحق نبینا اس طرح کا تو سل یکہ اگر کوئی منقول ہے مگر متقدمین میں

اس طرح وسیلہ پکڑنا معروف نہیں تھا اور نہ اس بارے میں رسول خدا کی کوئی سنت ہے بلکہ سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف وغیرہ سے نقل کیا گیا ہے۔  
اور شیخ ابن العثیم مشہور سلفی عالم فرماتے ہیں:

وامان یسأل الاموات ویوسل بہم فان هذا محرم ومن الشک.

(فتاویٰ ابن العثیم ج ۱ ص ۲۲۲)

یعنی اگر مردوں سے کوئی سوال کرے یا ان کا وسیلہ پکڑے تو یہ شرک ہے اور حرام ہے۔

اب کوئی پوچھے غیر مقلدین سے کہ کیا شرک اور حرام پر نکیر نہیں کیجا سکی؟  
تیسرا مسئلہ قبروں کے پاس جا کر دعا مانگنے کا ہے، لیکن شیخ ابن عبد الوہاب اپنی کتاب میں اسکو ناجائز حرام اور شرک بتلاتے ہیں، ہم آپ کی بات مانیں کہ شیخ الاسلام کی جو چیز شرک ہے اس پر نکیر نہ کرنے کی وجہ صاف صاف بتائی جائے۔

یہ جو تھا مسئلہ نماز میں دونوں ہاتھ کے چھوڑنے کا ہے، یہ امام مالک کا مذہب ہے۔ لیکن خود غیر مقلدین علماء اس پر نکیر کرتے ہیں، مولانا اسماعیل سلفی لکھتے ہیں۔ والامام مالک نفسه ذکر حدیث وضع الایدی فی الموطا ولم نعلم کیف شاع الارسال فی الموالک (حرکۃ الانطلاق الفکری ص ۲۵۴)

یعنی امام مالک نے خود ہاتھ رکھنے کی حدیث موطا میں ذکر کی ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ مالکیہ میں ہاتھ چھوڑنا کیسے رائج ہو گیا۔

لیجئے اس حرام کا ارتکاب غیر مقلدین کے اس بڑے عالم نے خود کر لیا۔

پانچواں مسئلہ۔ عورتوں سے ان کے بیٹخانہ کے مقام میں جماع کرنے کا ہے۔

اب غیر مقلدین ما شاء اللہ بصیرت ابصار اور فقہانیت اور وسعت فکری و ذہنی کے



اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ اس مکروہ کام پر بھی وہ نکیر کرنے کو تیار نہیں جو حرام  
تھیں۔ اور جس کو قرآن نے بھی منع کیا ہے، اور جس کے بارے میں خدا کے  
رسول کا ارشاد ہے۔

جو اپنی عورت کی دہریہ میں جماع کرے وہ ملعون ہے۔

۔ آدمیاں گم شدہ ملک خدا خر گرفت ۔

پہلا مسئلہ۔ عورتوں سے متو کا ہے، یہ بھی شیعوں کا مسلک ہے، اہل سنت  
و جماعت میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

ساتواں مسئلہ۔ جمع بین الصلاۃین کا ہے، جمع بین الصلاۃین مطلقاً صرف  
غیر متعلقین کے بعض علماء کا مسلک ہے، اور یہ جمہور کے خلاف ہے، جمع بین الصلاۃین  
حقیقتاً سورت حج کے موقع پر عرفات اور مزدلفہ میں جائز ہے۔

آٹھواں مسئلہ شطرنج کھیلنے، گانا گانے اور گانے بجانے کے سامان سے دل  
بہارتے کا ہے۔ یہ سب شیطانی عمل اور لہو و لعب ہے کتاب و سنت میں ان سے منع  
کیا گیا ہے۔ کتاب و سنت پر جس کی نظر ہے وہ اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

نواں مسئلہ۔ نذر و نیاز اور فاتحہ کا ہے، خواہ غیر متعلقین اسکو جائز قرار دیں  
مگر یہ بدعت ہے، اور ہم بدعت گمراہی ہے، مردود اور بدعت کام پر نکیر نہ کرنے والا  
بے ایمان ہے، وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے، اور جو یہ کہتا  
ہے کہ یہ عقوبت پر نکیر کرنا جائز نہیں وہ اس لائق نہیں کہ اس کا شمار اہل علم میں سے ہو۔

دواں مسئلہ۔ محفل میلاد کا ہے، یہ بھی بدعت ہے، اس کا وجود نہ صحابہ  
کے زمانہ میں تھا اور نہ تابعین کے اور نہ اس کا ذکر کتاب و سنت میں ہے۔ پس جو یہ کہے  
کہ اس پر نکیر نہیں کی جائے گی وہ بہت بڑا بدعتی ہے، اور بدعتیوں کی صحبت حرام ہے  
مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔ تاکہ انکا دین و ایمان نہ بگڑے۔

تاخرین کلام : ملاحظہ فرمائیں غیر متعلقیت آدمی کو صراطِ مستقیم سے کس درجہ

دور کر دیتی ہے۔ اور یہ فرقہ کتاب و سنت کا نام لیکر کیا کیا گل کھلاتا ہے۔  
غیر مقلدین علماء اپنی کتابوں میں مقلدین اور خصوصاً اخاف کوہ اہل جمود کے نام سے یاد کرتے ہیں اگر کتاب و سنت اور سلف کے طریقہ پر مقلدین کا جمود ان غیر مقلدین کو نہیں بھاتا تو نہ بھائے، مگر ہم اپنے ایمان کی سلامتی اور اپنی سعادت اور نجات اسی جمود میں سمجھتے ہیں اور ہم اس تحرک اور تنور سے ہزار بار خدا کی پناہ مانگتے ہیں جس کے نتیجہ میں منکر پر انکار بھی ناجائز اور حرام قرار پاتا ہے۔ اور تمام بدعتیں مباح ہو جاتی ہیں، اور صرف زبان پر قرآن و حدیث کا نام رہ جاتا ہے۔

ایک طرف غیر مقلدین علماء کی یہ بدعت نوازی اور بدعتوں کے ساتھ یہ رواداری اور ان سے تعلق خاطر اور دوسری طرف فقہائے اخاف کے بارے میں انکار یا اظہار خیال اور گندی ذہنیت کا مظاہرہ، مولانا محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں :

وتصريحات الفقهاء الكرام تدل ظاهراً على انهم لم يحتاطوا في اهل البدع والاهواء كما احتاطوا في المخالفين من اهل السنة.

(حرکۃ الانطلاق الفکری ص ۳۰)

یعنی فقہائے کرام کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے جتنا اہل سنت والجماعت کے ساتھ (دینی امور و عبادات کے بارے میں) محتاطانہ رویہ اختیار کیا ہے انھوں نے اتنی احتیاط اہل اہوار اور اہل بدعت کے ساتھ نہیں کی ہے۔

اس سے بڑھ کر کسی شریف آدمی کے لئے اور کیا گالی ہو سکتی ہے کہ ان کو اہل اہوار اور اہل بدعت کے بارے میں نرم خوار اور روادار قرار دیا جائے مگر اہلسنت کے بارے میں انکو متشدد قرار دیا جائے۔



اب معلوم نہیں ان محمد اسماعیل سلفی صاحب کو اپنے اس حیدر آبادی بزرگوار  
 کے مسلک و عقیدہ کا علم تھا یا نہیں جنہوں نے اہل اہوار اور اہل بدعت کے ساتھ  
 شادی کی مثال قائم کر لے نیں نہ کتاب اللہ کا خیال کیا اور نہ سنت رسول اللہ  
 کا حتیٰ کہ جو امور اہل سنت و الجماعت کے نزدیک خالص شرک اور حرام محض ہیں  
 بس پر بھی ان کے نزدیک نیکر کرنا جائز نہیں۔

اشر اکبر، اہل بدعت کے ساتھ اس سے بڑھ کر بھی کوئی روادی ہو سکتی ہے۔  
 جب تک کہ نہ دیکھا تھا قادیار کا عالم  
 میں معتقد فتنہ منشر نہ ہوا تھا

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ آدمی کو رخصتوں کا تتبع کرنا چاہئے اور اس میں  
 کچھ حرج نہیں ہے کہ دوسرے مذاہب میں جو رخصتیں ہیں آدمی ان پر عمل کرے  
 مثلاً شیعوں کے یہاں متعہ جائز ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ کسی بھی (اور وہ  
 بھی خاص طور سے اہلحدیث) ان کے مذہب کی اقتدار و اتباع میں متعہ پر عمل  
 کرے، یا مثلاً کسی مذہب میں گانا بجانا جائز ہے تو کسی اہلحدیث کو گلے نہ جانے  
 میں تردد نہ ہونا چاہئے اور وہ گلے نہ جانے والے مذہب کی اتباع کرے  
 اسی طرح اگر کسی مذہب میں نمیز (یعنی وہی نمیز جو آج کے غیر مقلدین کے  
 یہاں شراب کے درجہ میں ہے) حلال ہو تو اہلحدیث کو جائز ہے کہ وہ اس  
 مذہب کی رخصت پر عمل کرتے ہوئے نمیزے۔

علامہ نواب وحید الزماں حیدر آبادی لکھتے ہیں :

وَكُنْ لَا بَأْسَ بِتَتَبِيعِ الرَّخْصِ وَأَخْتِيَارِ قَوْلِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فِي الْقَنْعَاءِ  
 وَأَخْتِيَارِ قَوْلِ أَهْلِ الْكُوفَةِ فِي النَّبِيذِ وَأَخْتِيَارِ قَوْلِ أَهْلِ مَكَّةَ فِي الْمُنْعَةِ  
 إِذَا اجْتَمَعُوا وَعَرَفُوا أَنَّ الْحَقَّ مَعَهُمْ أَوْ قُلُوا أَحَدَهَا مِنْهُمْ وَمَنْعَ الشَّيْخِ  
 ابْنِ الْقَيْمِ تَحْكُمُ بِحَقِّهِ لِأَدْلِيلٍ عَلَيْهِ، (مسلك هدية المهدي)

یعنی اسی طرح اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ آدمی رخصتوں کے پیچھے لگا رہے  
 اور گلے نہ جانے کے سلسلہ میں اہل مدینہ کا قول اختیار کرے، نمیز کے سلسلہ میں کوفہ والوں  
 کا قول لے لے، اور متعہ کے سلسلہ میں اہل مکہ کے قول پر عمل کرے البتہ پہلے وہ  
 اجتہاد کرے اور یہ جان لے کہ حق انھیں کے ساتھ ہے، اور ان لوگوں میں سے کسی  
 تقلید کرے اور شیخ ابن قیم کا اس سے منع کرنا تو یہ انکی زبردستی ہے  
 اور بلا دلیل بات ہے۔



میں کتا ہوں کہ غیر مقلدیت اصل میں ۔ ابا حیت کی دوسری شکل ہے ، یہ اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے ہر حرام کام کے مرتکب ہونے کو دین ہی سمجھتے ہیں ، اور دین ہی کے پردے میں اور کتاب و سنت کا نام لیکر وہ ہر منظور اور ممنوع کو جائز کیا کرتے ہیں ۔

اب آپ خیال فرمائیں کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ابا حیت ہوگی کہ آپ رخصتوں کے پردہ میں متہ تک کو جائز قرار دے رہے ہیں جو بالاجماع حرام ہے ، اور کسی مذہب میں بھی سوائے شیعوں کے جائز نہیں ، بنیذ کے سلسلہ میں غیر مقلدین کا طائفہ حاضرہ آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہے کہ وہ حرام ہے ، وہ خمر ہے ، تو جو چیز آپ کے نزدیک حرام ہے وہ کسی کی تقلید میں جائز کیسے ہو جائے گی ؟ حرام حلال سے کیسے بدلے گا ۔ اور پھر تقلید تو خود ہی حرام ہے ۔ تو حرام کے ارتکاب سے حرام ہی کو حلال کیا جائے گا ، اور کیا ایسا ممکن کہ پافانہ لگا ہوا کپڑا پیشاب سے پاک ہو جائے ، نجس سے نجاست دور ہوگی یا اور نجاستوں کی غلاظت بڑھے گی ، آپ کے نزدیک تقلید حرام ہے اور بنیذ بھی حرام ہے تو کیا محض اس بنا پر کہ یہ متہ کسی کے مذہب میں جائز ہے یا بنیذ اہل کوفہ کے یہاں حلال ہے ، اس مذہب کی تقلید یا اہل کوفہ کی محض ان مسئلوں میں تقلید کر لینے سے یہ ہو سکتا ہے کہ وہ حرام حلال ہو جائے ۔

گر ہمیں مفتی بود رہیں ملا کار دیں تمام خواہشات

بنیذ اور شراب کی بحث تو آپ اس کتاب میں پڑھیں گے ، آئیے پہلے اس متہ کے سلسلہ میں اکابر دین و ملت کے خیالات معلوم کئے جائیں ، تفصیل میں تو جانا ممکن نہیں ، اس وجہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ متہ کے سلسلہ میں جو فرما گئے ہیں وہی پیش خدمت ہے اور غیر مقلدین حضرات کیلئے کافی ووافی ۔  
خاتمی میں منسرا لے ہیں :

قامان يشترط التوقيت فهذا ۱. نكاح المتعة . الذي اتفق الائمة  
الاربعة وغيرهم على تحريمه . (متا ج ۲۲)

یعنی اگر نکاح میں کوئی وقت مقرر کر کے نکاح کرتا ہے (کہ میں اتنی  
دست تک کیلئے نکاح کر رہا ہوں) تو یہ نکاح متعہ ہے جسکے حرام ہونے پر چاروں  
ائمہ اور انکے علاوہ دوسرے ائمہ کا اتفاق ہے۔

اور یہ پھر یہ کہتے ہوئے کہ ایک جماعت کے نزدیک اس میں رخصت ہے  
جیسا کہ ابتداء اسلام میں ایسے نکاح کی رخصت بھی فرماتے ہیں۔

فالصواب ان ذلك منسوخ كما ثبت في الصحيح ان النبي  
صلى الله عليه وسلم بعد ان رخص لهم في المتعة قال :

« ان الله قد حرم المتعة الى يوم القيمة »

والقرآن قد حرم ان يطأ الرجل الانثى او مملوكة .

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ متعہ منسوخ ہو چکا ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے  
کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اللہ نے متعہ کو قیامت تک کیلئے حرام کر دیا ہے۔ (۱)

(۱) آپ خیال فرمائیں کہ جو چیز قرآن میں حرام ہے اور جسکو اللہ کے رسول نے قیامت تک کیلئے حرام کر دیا  
ہے، اس حرام کو غیر مقلدین کے علماء اور مشائخ رخصت کے نام پر کس بے حیائی کے ساتھ جائز قرار دے  
رہے ہیں، اور ابن قیم نے جو اس کو ناجائز کہہ دیا تو اپنی بے لگامی کے روش قدیم کے مطابق تو اب مہاب  
حیدر آبادی نے فرمایا کہ، ابن قیم کا اس بات کو ناجائز کہنا بلا دلیل اور زبردستی ہے، حالانکہ محض خواہشات  
نفس کو پورا کرنے کیلئے اور محض آرام طلبی کی خاطر کبھی اس مذہب پر عمل کرنا اور کبھی اس مذہب پر عمل کرنا اسکو  
اصطلاح علماء میں تلیفوق کہتے ہیں جو تمام علماء کے نزدیک حرام ہے اسلئے کہ یہ شریعت پر عمل کرنا نہ ہوا بلکہ  
شریعت کا مذاق بنالیا ہوا، اور شریعت کو مذاق اور کھیل بنالینا جیسی شیخ حرکت اور جفا برا حرم ہے وہ کھلی چیز  
ہے۔ اسلئے علماء نے تلیفوق کو حرام کہا ہے مگر ان بطلان للزائد ہی، کا حال ہی کچھ اور ہے یہ جو کچھ نہ کہ جائیں اور کر جائیں  
سب ممکن ہے، اور ہم الحمد للہ ہمیں براہِ حق کے چیلنج اور دعویٰ کے ساتھ ہو گا۔



یہ تو قرآن نے اس بات کو حرام کیا ہے کہ آدمی اپنی بیوی یا باندی کے  
 ساتھ کسی دوسری عورت سے وطی (صحبت) کرے۔  
 جسے پھر فرماتے ہیں :

یہ صحبت جس سے مستحکم ہوا ہے وہ نہ بیوی ہے نہ باندی۔

حریب نہ بیوی ہے نہ باندی اور انھیں دونوں سے وطی اور مجامعت جائز ہے تو مستحکم  
 جس صحبت سے صحبت حرام اور کتاب و سنت کے فیصلہ کے خلاف ہے، مگر غیر مقلدین  
 کی شریعت اس حرام کو جائز قرار دینے کیلئے اپنے متبعین کو حیلہ "بتلا رہی ہے  
 گناہہ گناہہ" اور اجتہاد کرو بس یہ مزے دار حرام شے جائز ہو کر تمہارے لئے حلال  
 ہو جائے گی۔ یا اگر تم زور اجتہاد کے وصف سے محروم ہو مینی تمہارا شمار اہل علم  
 سے نہیں ہے بلکہ تمہارا تعلق عوام سے ہے تو پھر کر لو کسی امام کی تقلید خواہ شیعہ ہو  
 خواہ سنی اور بن جاؤ چند روز کیلئے مقلد تاکہ "نکاح مستحکم" کا منہ تو حاصل کر لو،  
 جینے کے ساتھ یہ کھیل اور تماشا بھلا غیر مقلدوں کے مذہب کے علاوہ اور کہاں ہوگا۔  
 غنا رسیدنی گمانے سے بھی نواب صاحب کو بڑی دلچسپی ہے مگر شاید ان کو  
 مسیوم نسیم کو غنا اگر ان کے نزدیک، لہذا حدیث میں نہیں داخل ہے تو نہ ہو مگر اکثر  
 ائمہ اور علماء کے نزدیک یہ غنا از قسم لہذا حدیث ہے جو بالاتفاق حرام ہے، اور  
 یہی وجہ ہے کہ بقول صاحب تفسیر منطہری :

لم یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ عن الصحابہ رضی اللہ  
 عنہم استماع الغناء۔ (تفسیر منطہری سورہ لقمان)  
 یعنی نہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ صحابہ کرام سے یہ ثابت ہے کہ انھوں نے  
 گانا سنا ہو۔

یہی تفسیر منطہری میں ہے کہ

تغناء العاذن والمزامیر حرام بالاتفاق فقہاء الامصار۔

یعنی دنیا کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ گانے بجانے کا سامان حاصل کرنا حرام ہے۔

امام بنوی نے حضرت ابوسلمہ کی روایت ذکر کی ہے۔

مَا مِنْ رَجُلٍ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالْغِنَاءِ إِلَّا بَعَثَ اللَّهُ شَيْطَانَيْنِ أَحَدَهُمَا عَلَى هَذَا الْمُنْكَبِ وَالْآخَرُ عَلَى هَذَا الْمُنْكَبِ وَلَا يَزَالَانِ يَضْرِبَانِ بَارِجَهُمَا حَتَّى يَكُونَ هُوَ الَّذِي يَسْكُتُ۔

یعنی جب آدمی گانا گاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو شیطان کو اسکے دونوں کانڈھوں پر کر دیتے ہیں اور وہ دونوں اسکے گانے پر پتھر کتے رہتے ہیں تا آنکہ خود گانے والا خاموش ہو جائے۔

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ قیامت کی بہت سی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ گانے بجانے کی کثرت ہو جائے گی۔

بہر حال میں نہیں سمجھ سکتا کہ جن کو اہلحدیث ہونے کا دعویٰ ہے وہ شریعت کو کھلونا کیوں بنانے پر لگے ہوئے ہیں، کیا خدا کا خوف دل سے بالکل نکل چکا ہے، اور شریعت کے احرام سے سینہ خالی ہو چکا ہے؟

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا صرف زبان سے نام ہی لینے کا نام اہلحدیث ہے؟

عقل بھی رخصت ہوئی رخصت ہوئے ایمان و دیں  
آسمان راحی بود گر خوں بیبارد بر زمیں۔

فیہ سقین کا مذہب ہے کہ بیک وقت چار سے زیادہ شادی کی جا سکتی ہے۔ لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب کتاب و سنت اور اجماع امت اور تمام اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے اس وجہ سے خاں صاحب بھوپالی نے اس پر ذرا تفصیل سے کلام کیا ہے۔

خاں صاحب فرماتے ہیں :

و فیلان بن ثقفی نزد قبول اسلام دہ زن نزد خود داشت آنحضرت اورا  
امیر کرد با اختیار چہار زن از آئینا۔

اس میں را اگرچہ ابن جان و حاکم نقیصہ کردہ اند مگر بخاری و ابو ذر خ و  
بیہائم اعلامت شش نموده، و ابن عبد البر گفتمہ کلہا معلولہ، و اعلمہ  
غیرہ من الحفاظ، پس چنانکہ باید و شاید مستہضن از برائے استدلال  
بر مست زیادت برار بع نشو۔

و آریہ کریمہ فانکحواما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع

یہ بخاری و عرب وائمہ لغت مفید جواز نکاح دو دو و سہ سہ و چہار چہار

ایک بار ست و دران تعرضے از برائے مقدار عدد زنان نیست

یعنی فیلان بن ثقفی نے جب اسلام قبول کیا تھا تو انکے نکاح میں دس

عورتیں تھیں۔ تو آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم دیا کہ وہ ان دس میں

سے صرف چار کو اپنے لئے پسند کر لیں (اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک

دست میں چار سے زیادہ عورتوں کا نکاح میں جمع کرنا اور ان کو اپنی بیویاں بنانا

دست اور جائز نہیں ہے، لیکن خاں صاحب اس حدیث کو رد کرتے ہوئے

فرماتے ہیں :



اس حدیث کی اگرچہ ابن جان اور حاکم نے تصحیح کی ہے، مگر امام بخاری اور ابودرود اور ابوحاتم نے اسکو معلول قرار دیا ہے، اور ابن عبد البر کہتے ہیں کہ اس کی ساری سندیں معلول ہیں، اور دیگر حفاظ حدیث نے بھی اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے، اسلئے یہ حدیث اس لائق نہیں ہے کہ اسکو چار عورتوں سے زیادہ بیک وقت شادی نہ کرنے کے سلسلہ میں بطور دلیل پیش کیا جائے۔

اور آیت کریمہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع (یعنی تم عورتوں میں سے (ایک کے علاوہ بھی) دو دو تین تین چار چار جو پسند ہو نکاح کرو، کا مطلب محاورہ عرب اور ائمہ لغت کے مطابق یہ ہے کہ ایک بار میں دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے شادی کی جاسکتی ہے، اس میں عورتوں کی مقدار سے کوئی تعرض نہیں ہے (کہ صرف چار عورتوں سے بیک وقت نکاح اور بیک وقت شادی کی جاسکتی ہے زیادہ سے نہیں) پھر فرماتے ہیں۔

اگر کسے نقل مخالف اس معنی ازائم لغت و اعراب باشد مقام استفادہ ازوے ست بیان تفصیل فرماید۔

یعنی اگر کسی کو اس بارے میں لغت اور اعراب کے اماموں سے اس کے مخالف کوئی بات معلوم ہو تو وہ تفصیل بیان کرے کہ اس سے استفادہ کیا جائے۔ اور چونکہ نواب صاحب مجدد و غیر مقلدین و امام غیر مقلدین کی یہ بات اجماع امت کے خلاف ہے، اسلئے نواب صاحب کیلئے ضروری ہوا کہ اس اجماع کی دھجیاں اڑائیں چنانچہ اجماع کے خلاف زہرا لکھتے ہوئے فرماتے ہیں :

و قعقہ بر دعوی اجماع نزد غیر مفسر باس جلیہ اسون و ایسر خطب ست و چہ قسم ایس اجماع بصوت خواہ رسید حالانکہ ظاہر یہ و ابن صبان و عمرانی و کلمۃ از محققین متأخرین بر غلطی ایس رفته اند۔

یہی جماع کا شور و شہار با جبکہ بھاگنے کی کوئی جگہ نہ ہو یا اس میدان کا سب سے بلند حصہ ہے، حالانکہ اس طرح کا اجماع کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ظاہر یہ ہے کہ جماع اور حرانی اور متاخرین میں سے متعین کی ایک جماعت اس اجماع کے تحت ہے۔

حدیث میں اپنی اس بات کو کہ بیک وقت چار سے زیادہ شادی کرنی جائز ہے یہ ثابت کرنے کے لئے یہ مزید ارشاد ہوتا ہے۔ (ذرا انداز بھی ملاحظہ فرمائیے گا)۔  
دعوتِ قرآن کریم و رسولِ رحیم کہ نہ زن و زیادہ در بعض اوقات فرماہم آورده  
معاونتِ اجماع مذکور است، و دعویٰ خصوصیت مفقود بدلیل:

یہی نیز قرآن کریم اور رحیم کھانے والے، رسول کر آپ کے نکاح میں نو عورتیں  
میں سے زیادہ بھی رہی ہیں اس اجماع کے خلاف (دلیل) ہیں، اور یہ دعویٰ کرنا کہ  
پہلے کی خصوصیت تھی (کہ آپ کے نکاح میں بیک وقت چار سے زیادہ عورتیں تھیں)  
کنا بدلیل ہے۔

اور پھر بڑے جوش میں خانصاحب عربی میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ

ہے۔  
دیکھو تم حق بات ظاہر کرنے سے بچنا مت، اور قیل و قال کے چکر میں مت  
پڑنا، اور خاص طور پر تم کو تو ایسے موقع پر تو قطعاً بزدلی کا اظہار نہ کرنا چاہیے  
جس میں بڑے بڑے لوگ بزدل بن جاتے ہیں، اسلئے کہ قیامت کے روز تم سے  
یہ سوال نہیں ہوگا کہ بندے کی پسند کیا تھی بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تمہارے معبود کی  
پسند کیا تھی۔  
(عرف الجاوی ص ۱۱۱ و ۱۱۲)

خان صاحب مجھو بالی غیر مقلدِ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ طول کلامی اور اجماع امت  
کے خلاف انکی بے لگامی و تیز بانی اور شٹھا و مسخر اور خواہ مخواہ کی یہ غیر مقلدانہ  
تکیاں اس چور کا پتہ دیتی ہیں جو خان صاحب کے دل میں ہیں اور وہ چور یہ ہے

کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ بیک وقت چار سے زیادہ بھی شادی کی جاسکتی ہے قرآن وحدیث اجماع امت اور صحابہ و تابعین، فقہار و محدثین بلکہ پوری جماعت اہل سنت کے مذہب کے خلاف ہے اور سوائے شیعوں خوارج پندظاہریہ اور غیر مقلدوں کے اہلسنت وایماعت میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ شادی کرنی جائز ہے۔ اور یہ بات اتنی مشہور اتنی واضح اور اتنی عام ہے کہ اس پر کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں، اہلسنت کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ صحابہ سے یکراں آج تک پورا امت اسلامیہ کا یہ متفقہ مذہب ہے کہ بوقت واحد صرف چار عورتوں سے نکاح کسی مرد کیلئے وہ بھی بشرط عدل جائز ہے، چار سے زیادہ بیویوں کا حج کرنا حرام اور باطل ہے اور چار میں بھی عدل نہ ہو سکے تو ایک ہی جائز ہے اس سے زیادہ نہیں۔

اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں کہ عورتوں سے نکاح کرنے اور ان کو بیوی بنانے میں کسی تعداد کی قید نہیں ہے غیر مقلدین شیعوں اور خوارج سے بھی آگے ہیں، اسلئے کہ شیعہ زیادہ سے زیادہ نو کے اور خوارج زیادہ سے زیادہ اٹھارہ کے قائل ہیں۔

غرض ان دونوں فرقوں کے یہاں بھی کسی نہ کسی درجہ میں بہر حال تکدید ہے مگر یہ شتر بے مہاری کہ نکاح میں کوئی تعداد ہی نہیں ہے محض غیر مقلدوں کا مذہب ہے۔ تفسیر مظہری میں ہے۔

اجاز الزفاف بحد الآیۃ تسعاً من المنکوحات واجازنا الخوارج  
شعانی عشر (صفحہ ۲۰۰)

یعنی روافض نے اس آیت کی وجہ سے نو عورتوں کی اجازت دی ہے اور خوارج نے اٹھارہ عورتوں کی۔



فرماتے ہیں۔

لَا يَجُوزُ أَنْ تَتَزَوَّجَ مَا فَوْقَ الْأَرْبَعَةِ مِنَ النِّسَاءِ عِنْدَ الْأُمَّةِ  
الرَّبْعَةِ وَجُمْهُورِ الْمُسْلِمِينَ۔

یعنی چار عورتوں سے زیادہ بوقت واحد ائمہ اربعہ اور جمہور مسلمین کے  
تکلیف بہائز ہے۔

مفسرین نے اس آیت فَاَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ الْخَلْقَ کاشان نزول  
بیان کیا ہے۔

قیس بن حارث کے پاس آٹھ عورتیں تھیں جب یہ آیت اتری تو آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

خُذْ اَرْبَعًا وَاَمْسِكْ اَرْبَعًا۔

یعنی چار کو طلاق دے دو اور چار کو رکھو۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ اس شان نزول کو بیان کر کے فرماتے ہیں۔

ثُمَّ كَانَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيَانٌ لِلْأَيَّةِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ اللَّهُ

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے اس آیت کی خود تشریح ہو گئی

بہت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مراد کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

فیضان بن ثقفی جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس بیویاں تھیں

تو آپ نے ان سے فرمایا۔ اِنْ يَسْتَخِيرُ مِنْهُنَّ اَرْبَعًا۔

(رواہ الترمذی و الشافعی و احمد و ابن ماجہ)

یعنی ان دس میں سے چار اپنے لئے پسند کر لیں۔

اور نو فل بن مناویہ جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں پانچ بیویاں

تھیں تو آنحضرت نے ان سے بھی فرمایا کہ

تَذَرُ وَاحِدَةً وَاَمْسِكْ اَرْبَعًا یعنی ایک کو علیحدہ کر دو اور چار کو اپنے نکاح

میں رکھو۔

ان روایات کو ذکر کر کے صاحب تفسیر منہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

چارہی کے حلال ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور بعض کا قول رکہ چارہ سے زیادہ بھی جائز ہے (اجماع کے مقابلہ میں باطل ہے اور تمحیم کا مذہب) (یعنی غیر مقلدوں کی طرح جسے شتر بے مہاری کہ اس بارے میں کوئی عدد متعین نہیں ہے) تو کسی اہل بدعت کا بھی نہیں ہے اسلئے کہ خوارج نے اٹھارہ کی تعداد متعین کی ہے اور شیعوں نے نوکی۔

(تفسیر منہری ج ۲ ص ۲۱)

آپ نے دیکھا کہ عدم تقلید آدمی کو انانیت اور اباحت کے کس مقام پر پہنچا دیتی ہے کہ وہ خوارج اور شیعوں سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ غیر مقلدین ہوا میں گھوڑا دوڑاتے ہیں اور فضا میں فائر کرتے ہیں، انہوں نے اگر اجماع امت کے خلاف اور حدیث رسول کے بالمقابل مذہب اختیار کیا تھا تو اہل حدیث ہونے کے ناطے انکو چاہئے تھا کہ وہ اپنے اس شاذ مذہب کو کتاب و سنت سے مستحکم کرتے مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ خاں صاحب بھوپالی نے دعویٰ تو اتنا بڑا کیا مگر دایمل نہ ارد، سوائے لفاظی اور دھوکا دہی کے غیر مقلدین کی جھولی میں کچھ بھی نہیں۔

دھوکہ دہی اسلئے کہ خان صاحب خیلان ثقفی والی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بخاری، ابوزرعمہ اور ابو حاتم اس حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے مگر خاں صاحب یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ ان یمنوں محدثین کا بھی مذہب ہے جو خاں صاحب اور غیر مقلدین کا ہے، اگر یہ دھوکہ دینا نہیں ہے اور خاں صاحب سچے ہیں تو پھر ان یمنوں کی تصریح کے ان کا یہ مذہب ثابت

گردیں کہ بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنا جائز ہے۔؟  
اور غیلائی ثقفی کی اس حدیث کو معلول قرار دینا اور یہ ظاہر کرنا کہ یہ قابل  
استدلال نہیں ہے، یہ بھی غیر مقلدوں کا دھوکہ دینا ہے، حق یہ ہے کہ  
یہ حدیث صحیح ہے۔

زاد المعاد میں اس حدیث کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کتاب کے معلقین  
نے اس حدیث کی تخریج میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے۔  
اس حدیث کو امام شافعی، امام احمد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے ذکر  
کیا ہے اور ابن حبان نے اسکو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے  
اسکی سند کو بخاری و مسلم کی شرط پر بتلایا ہے۔ امام بخاری نے اس  
حدیث کی دوسری سند کے بارے میں تصریح کی ہے کہ وہ صحیح ہے  
نسائی نے اس حدیث کو صحیح سند سے ذکر کیا ہے، امام دارقطنی نے  
بھی اس حدیث کو صحیح سند سے ذکر کیا ہے۔

(ص ۱۱۵ ص ۱۱۶)

غرض محدثین کی جماعت اس حدیث کو صحیح قرار دیتی ہے، امام بخاری کے نزدیک  
بھی یہ حدیث دوسری سند سے صحیح ہے۔

مگر ان تمام باتوں سے صرف نظر کر کے غیر مقلدوں کے یہ مجدد اور امام  
نواب صاحب بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو معلول قرار دیکر کے مسئلہ  
یہ بیان کر رہے ہیں کہ اے لوگو جتنی چاہے شادیاں کرو۔ نہ یہاں کوئی آڑ ہے  
نہ مانع، اگرچہ ہمارا یہ مذہب جمہور امت کے خلاف ہے، مگر تم جمہور کی پرواہ  
مت کرو، اجماع کی ہیبت سے مرعوب نہ ہو، دیکھو آؤ ہم کو دیکھو ہم نہ کتاب اللہ  
کی پرواہ کرتے ہیں نہ سنت رسول اللہ کی نہ صحابہ کی نہ تابعین کی، نہ اجماع کی  
نہ قیاس کی، نہ فقہاء کی نہ محدثین کی تم بھی اپنی گردن سے بزدلی کا قلابہ اور تقلید



کا پھندا اتار پھینکو اور وہ کو جو ہم کہتے ہیں، اس لئے کہ ہماری سمجھ سب سے اونچی ہے، اور ہم جو کہتے ہیں دین وہی ہے۔

گلی و گلیوں کا شکوہ بیل نا شاد نہ کر  
تو گر فگار ہوئی اپنی صدا کے باعث

## مسئلہ

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ تراویح میں کوئی متعین عدد نہیں ہے (۱)  
 نواب صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں :  
 (کنز الحقائق ص ۳) ولا يتعين له عدد معين

اور اسی بات کو خدا صاحب بھوپالی بھی فرماتے ہیں :

و در قدر صلوة الی اختلاف است کہ از یا زردہ تا بست یک و بست دہ

و با بجلہ حدودے معین در مرفوع نیامدہ (ص ۸۴)

یعنی حضرت اہل نے جو تراویح کی نماز پڑھائی تھی کتنی رکعت تھی تو اسکی تعداد میں اختلاف ہے گیارہ سے اکیس اور ۲۲ تک مروی ہے، اور حاصل کلام یہ ہے کہ مرفوع روایت میں اسکی کوئی متعین حد نہیں آئی ہے (۱)

(۱) آجکل کے غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، جس کا وجود پہلے کبھی نہیں تھا، یہ غیر مقلدوں کی بہت بعد کی ہندوستانی ایجاد ہے، مولانا حسین بٹالوی مرحوم جنہوں نے بڑی کوشش کر کے اور برطانوی گورنمنٹ کی حمایت سے غیر مقلدوں کے ناکاہی و مہریت کا نام الاٹ کر دیا تھا انہیں بٹالوی مرحوم نے سب سے پہلے آٹھ رکعت کی بدعت کو ہندوستان میں جاری کیا تھا۔ درنہ میاں نذیر حسین مرحوم محدث دہلوی اور شیخ الكل في الكل کے زمانہ تک ہندوستان میں غیر مقلدین بھی بیس ہی رکعت تراویح پڑھتے تھے، بلکہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے اس بدعت کے عمل پر کاری ضرب سب سے پہلے ایک غیر مقلد عالم ہی نے لگائی اور مولانا بٹالوی کی تراویح کے عدد اور حضرت عمر کے بارے میں جو اس کے سلسلہ میں مستقل فارسی زبان میں ایک رسالہ لکھا یہ غیر مقلد عالم مولانا غلام رسول صاحب تھے جو مولانا نذیر حسین دہلوی مرحوم کے شاگرد تھے اور یہ رسالہ بھی غالباً انھوں نے مولانا دہلوی مرحوم کی خفیہ ہدایت پر لکھا تھا۔

مولانا غلام رسول صاحب اپنے اس رسالہ میں لکھتے ہیں ۔

فعل صحابہ و تابعین دائرہ اربعہ و فعل سواد اعظم مسلمین شرقاً و غرباً از عہد عمر فاروق تا این وقت ہمہ است و سہ بخلاف اس مفتی غالی کہ بدعت و مخالف سنت می گوید و راہ افراط می یونید ۔

ترجمہ :- صحابہ کرام و تابعین اور ائمہ اربعہ اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کا عمل ہے جو حضرت عمر کے دور سے لے کر اس وقت تک مشرق و مغرب میں جاری ہے کہ وہ ۲۳ رکعت (بیس تراویح اور تین و تر) ہی پڑھتے رہے، بخلاف اس غالی مفتی کے (مولانا محمد حسین بٹالوی کے) کہ وہ اسکو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور افراط کی راہ چلتا ہے، (رسالہ تراویح مع ترجمہ دیکھو رسالہ دارالعلوم

دیوبند شمارہ ۴، ریح ۱۳۹۶ء)

شیخ الکلی کے شاگرد و رشیدیہ فرماتے ہیں کہ انکے دور تک یعنی ۱۲۹۰ تک پورے مشرق و مغرب میں تراویح کی بیس رکعت ہی ہوا کرتی تھی اور خود غیر مقلدین بھی اس بیس رکعت تراویح پر عامل تھے، یہ مولانا محمد حسین بٹالوی تھے جنہوں نے یہ لغوہ بلند کیا کہ تراویح آٹھ رکعت ہے، اور پھر بعد کے تمام غیر مقلدین نے انکی پیروی میں اور اخلاف کی ہند میں تمام آثار و احادیث سے صرف نظر کر کے اسی مذہب کو اختیار کر لیا، انا ستر وانا الیہ راجعون ۔

مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس بارے میں اتنا افراط کیا کہ بیس رکعت تراویح پڑھنے کو جو صحابہ کرام اور اسلاف امت کا اجتماعی مذہب تھا مشرکین کا کام بتلایا، مولانا غلام رسول صاحب بڑے انوس اور بڑے غمزہ لب و لہجہ میں فرماتے ہیں ۔

اس مفتی بسینہ زوری اعمال متبہان سنت را بدعت می گوید و سواد اعظم را از صحابہ و تابعین و ائمہ معتدین و علماء مشرق و مغرب از عہد عمر بن خطاب تا امروز مخالف سنت قرار می دہد بلکہ سخن را بجائے رسانیدہ کہ تعریض بافعال مشرکین نمودہ این را تقلید آباد و اجہاد غافل قرار دادہ (ایضاً ص ۵۲)



لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔  
امت کا سوا دوا عظم اور اکثر طبقہ بیس رکعت ہی تراویح کا قائل ہے، حضرت  
امام اہلسنت امام احمد بن حنبل کا تراویح کی عدد گئے بارے میں بیس ہی  
رکعت کا مذہب ہے۔ المغنی میں ہے۔

وقیام شہر رمضان عشر دن رکعة یعنی صلوة التراويح (۱۶۵/۱۶۶)  
یعنی قیام شہر رمضان جب کو تراویح کہتے ہیں وہ بیس رکعت ہے۔  
اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ امام ثوری اور امام شافعی کا بھی ہے۔  
المغنی میں ہے۔

وبہذا قال الثوری والوحیفة والشافعی (ایضا)

یعنی یہ مفتی (مولانا محمد حسین بیالوی) سینہ زوری کے ساتھ سنت کی پیروی کرنے والوں  
کے عمل کو بہت کہتا ہے اور حضرت عمر کے زمانہ سے لے کر اس وقت وقت صحابہ کرام تابعین  
ائمہ مجتہدین اور شرق و مغرب کے علماء کی بہت بڑی جماعت کو مخالف سنت قرار  
دیتا ہے، بلکہ اس مفتی نے بات یہاں تک بڑھا دی ہے کہ ان حضرات کے فعل کو تعزیراً  
مشرکین کا فعل کہتا ہے اور انکو اپنے باپ دادا کی تقلید کا عامل قرار دیتا ہے۔  
یہ کسی اور کی نہیں بہت ہی قریب کے زمانہ کے ایک غیر مقلد عالم کی بات ہے  
جو شیخ الكل فی الكل مولانا میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔

ہمت ہے تو آج کا کوئی غیر مقلد اس غیر مقلد عالم کی تردید کرے اور یہ ثابت کرے  
کہ انکی یہ بات غلط ہے۔ اور غیر مقلدین تراویح کی بیس رکعت آج سے سو سال پہلے نہیں  
پڑھا کرتے تھے

دیکھنا ہے کتنا زور بازو کے قائل میں ہے۔

المعنی میں حافظ ابن قدامہ بیس رکعت تراویح جو جمہور کا مذہب ہے اسکی دلیل میں مندرجہ ذیل روایتیں ذکر کرتے ہیں، فرماتے ہیں۔

ولنا ان عمر رضی اللہ عنہ لما سمع الناس علی ابی بن کعب کان یصلی عشرين رکعة،

وروی ما لفظ عن یزید بن رومان قال : کان الناس یقومون

فی زمان عمر فی رمضان بثلاث وعشرين رکعة وهذا کالاجماع۔

یعنی ہماری دلیل (اس پر کہ تراویح بیس رکعت ہے) یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتدار میں اجتماعی طریقہ پر نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا تو حضرت ابی انکو بیس رکعت ہی پڑھایا کرتے تھے۔

اور حضرت امام مالک یزید بن رومان سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر کے زمانہ میں رمضان میں (تین رکعت وتر کے ساتھ) ۲۲ رکعت تراویح پڑھتے تھے اور یہ مثل اجماع کے بات ہے۔

یزید فرماتے ہیں :

وعن علی ابن ابراہیم عن جلال یصلی بیہم فی رمضان عشرين رکعة۔

یعنی حضرت علی نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔

حافظ ابن قدامہ بیس رکعت پر اجماع والی بات نقل کر کے فرماتے ہیں۔

وما فعلہ عمر واجمع علیہ الصحابہ تا اولی بالاتباع (ص ۱۶۷)

یعنی حضرت عمر نے جو کیا اور جس بات پر صحابہ نے اجماع کر لیا وہی بات اتباع کے زیادہ لائق ہے۔

اگر میں یہ باتیں کسی حنفی کی کتاب سے نقل کرتا تو غیر مقلدوں کو ناک منہ سکھانے کا حق تھا مگر المعنی تو وہ کتاب ہے جسکو غیر مقلدین بھی معتبر سمجھتے ہیں اور یہ ابھی

ابھی سعودیہ میں ریاض کے دارالافتار والبعوث کے رئیس اعلیٰ شیخ ابن باز کی سرسری  
 میں بڑی آب و تاب سے شائع ہوئی ہے، جی وہی شیخ ابن باز جو غیر مقلدوں  
 کے والدناہ ہیں اور جن کے حضور غیر مقلدین سر جھکائے رہتے ہیں۔  
 بہر حال تراویح کے بیس رکعت ہونے پر اجماع والی بات صرف حافظ  
 ابن قدامہ ہی نہیں فرماتے ہیں بلکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ بھی اسی جانب مائل  
 ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

تنازع العلماء فی مقدار القیام فی رمضان فانہ قد ثبت  
 ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرين رکعة فی قیام رمضان  
 ویؤثر بثلاث فرأی کثیر من العلماء ان ذلک هو السنة،  
 لیسما قامت بین المهاجرین والانصار ولیم ینکول مشکوٰۃ

(فتاویٰ ج ۱۲ ص ۱۱۳)

یعنی رمضان کے قیام معنی تراویح کی مقدار کے بارے میں علماء کا اختلاف  
 ہے حضرت ابی بن کعب سے ثابت ہے کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح  
 پڑھایا کرتے تھے، اور تین رکعت و تراویح اکثر علماء نے اسی کو سنت قرار  
 دیا ہے اسلئے کہ حضرت ابی بن کعب نے یہ نماز مهاجرین اور انصار کے بیچ  
 پڑھائی اور کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ اور حضرت عطا فرماتے ہیں:



ادرکت الناس وهم يصلون ثلاثاً وعشرين ركعة بالوتر  
یعنی میں نے لوگوں کو وتر کے ساتھ تیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳

اور امام شافعی فرماتے ہیں : ادرکت ببدا نامة يصلون عشرين ركعة  
(ترمذی ص ۱۶۱ ج ۱) یعنی میں نے مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے  
پایا۔

اور ابن تیمیہ نے تو اس سلسلہ کی آخری اور فیصلہ کن بات کہہ دی اور  
اپنا فیصلہ سنا دیا۔ فرماتے ہیں۔

من سنة الخلفاء الراشدين وعمل المسلمين (ج ۲ ص ۱۶۱)

یعنی یہی (بیس رکعت تراویح کا پڑھنا) خلفائے راشدین کی سنت ہے۔  
اور اسی پر مسلمانوں کا عمل ہے۔

اس سے واضح اور فیصلہ کن بات غیر مقلدوں کیلئے اور کیا ہو سکتی ہے  
اور یہ فیصلہ بھی کس کا ہے؟ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ہے جن کے بہت سے اقوال  
پر غیر مقلدیت کی عمارت قائم ہے۔

مگر آپ کو کیسے بتلاؤں کہ غیر مقلدین کس قدر بے حیا ہیں اور صحابہ کی  
جناب میں اور سلف کی شان میں یہ کتنے جگستاخ ہیں۔ تراویح کے سلسلہ کی تفصیل  
آپ کے سامنے ہے، مگر اسکے باوجود ایک غیر مقلد یہی رائے جارہا ہے۔

”بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت رسول نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔“

زہبیس رکعت اللہ کے رسول نے اپنی تیس سالہ زندگی میں کبھی پڑھی نہ

صحابہ کرام نے پڑھی ایک بھی صحیح حدیث سے اسکا ثبوت نہیں ملتا۔

مذہب حنفی کا مذہب اسلام کے اختلاف

اب اس کے بعد باقی کیا بچا ہے، لگادیں غیر مقلدین آگ فتاویٰ شیخ الاسلام

ابن تیمیہ میں بھی اور حافظ ابن قدامہ کی کتاب المغنی کی تمام مجلدات میں بھی  
 ناک نے تیرے صید نہ پھوڑا زمانے میں  
 ترپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں  
 و نعوذ بک اللہ من شر ورائفسا ومن سیأت اعمالنا

(۵) مسئلہ -

تراویح کی موجودہ صورت غیر مقلدین کے نزدیک حضرت عمر کی ایجاد ہے۔  
 خاں صاحب بھوپالی لکھتے ہیں کہ

و اما تراویح بطوریکہ الآن متعادتست در عهد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 واقع نشدہ بلکہ ایجاد حضرت عمر است رضی اللہ عنہ کہ ابی بن کعب را بر جمع  
 مردم امر کردہ :-

یعنی جس طرح پر تراویح اس وقت رائج ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ  
 میں اس کا وجود نہیں تھا بلکہ یہ حضرت عمر کی ایجاد ہے، حضرت عمر ہی نے ابی بن کعب  
 کو امر فرمایا تھا کہ لوگوں کو اکٹھا کر کے نماز پڑھائیں۔

خاں صاحب بہت ہوشیار مری نے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تراویح کا موجودہ عمل  
 بدعت ہے، اور تمام امت آج اسی بدعت پر عامل ہے۔

جو عمل آنحضرت کے زمانہ میں نہ ہو غیر مقلدین کے نزدیک وہ سنت نہیں ہوتا،  
 جب سنت نہیں ہوتا تو ظاہر ہے کہ وہ بدعت ہی ہوگا، اسلئے کہ غیر مقلدین کا یہ اہول  
 بھی ہے کہ صحابہ کا عمل اور قول دین میں حجت نہیں ماسک شرعیہ جن سے ثابت ہوتے  
 ہیں صرف وہ دو چیز ہے، ایک قرآن اور دوسری سنت رسول، ایک غیر مقلد صاحب  
 تو بہت کھل کر فرماتے ہیں کہ۔

جو قرآن و حدیث میں ہے وہ دین ہے اور جو ان دونوں میں نہیں وہ دین  
 کی بات نہیں۔ (طریق محمدی ص ۳۷)

اور خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

اولہ دین اسلام دلت حقہ غیر الانام منحصر در دو چیزست یکے کتاب عزیز دیگر  
 سنت مطہرہ۔ (عرف ص ۳)



یعنی مذہب اسلام میں دلائل شرعیہ صرف دو چیزیں مختصر ہیں ایک کتاب اللہ اور  
دوسری سنت رسول اللہ۔

اور اسی بات کو ہدیۃ المہدی میں نواب وحید الزماں نے بھی لکھا ہے فرماتے  
ہیں — اصول الشریع اثنتان الکتاب والسنة۔ (صفحہ ۸۷)

یعنی شرعی اصول صرف دو ہیں کتاب اور سنت

مگر چونکہ تراویح کی موجودہ شکل نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے اور نہ سنت رسول سے  
اس وجہ سے وہ نہ سنت ہو گا اور نہ دین اور یہ بات کہ صحابہ کا قول و عمل حجت نہیں ہوتا  
ہے، اس کا اقرار تقریباً سبھی غیر مقلدین کو ہے۔ مثلاً میاں نذیر حسین دہلوی محدث  
فرمایا کرتے تھے۔

افعال الصحابة رضی اللہ عنہ لا تسقط للاحتجاج بہا (سیرت ثنائی ص ۱۱۱)  
یعنی صحابہ کے افعال سے حجت قائم نہیں ہو سکتی ہے۔

اسکا صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

بقول صحابی حجت نباشد۔ (صفحہ ۲ عرف)

یعنی صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا۔

اور کتاب کے ص ۴۴ پر فرماتے ہیں۔

واقوال صحابہ حجت نیست۔

یعنی صحابہ کے اقوال حجت نہیں ہیں۔

غرض تراویح کی موجودہ شکل یعنی جماعت کے ساتھ ان غیر مقلدین کے یہاں آنحضور  
سے ثابت نہیں، اس وجہ سے غیر مقلدین کے اصول کے لحاظ سے تراویح کا جماعت  
سے پڑھنا بدعت ہو گا۔

مگر تعجب ہے کہ اس بدعت پر غیر مقلدین بھی عمل پیرا ہیں، اور وہ بات جس  
کا ثبوت قرآن سے نہیں، حدیث رسول اور سنت رسول سے نہیں اسکو ان کے عوام و

خواص سب کر رہے ہیں، اور رمضان میں جماعت کے ساتھ انکی مساجد پر  
دھڑے نماز ہوتی ہے، اور ان کے کسی بھی عالم کو توفیق نہیں ہوتی کہ  
اپنے لوگوں سے کہیں کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو، جماعت سے تو تراویح بدعت  
حضرت عمر کی ایجاد ہے رسول اللہ کے زمانہ میں اس کا وجود نہیں تھا۔

بہر حال یہ گفتگو تو غیر مقلدوں کو سامنے رکھ کر کے تھی، درنہ حق یہ ہے  
جماعت کے ساتھ تراویح خود آنحضور سے ثابت ہے۔

ترمذی نسائی اور ابوداؤد میں حضرت ابوذر کی صحیح اور حسن روایت موجود  
ہے کہ آنحضور نے صحابہ کرام کے ساتھ تراویح کی باجماعت نماز تین راتوں میں  
پڑھائی ہے۔ اور پھر آپ نے امت پر شفقت فرماتے ہوئے اس پر دوام نہیں  
فرمایا، مگر چونکہ منشا نبوی یہی تھا کہ لوگ تراویح کو باجماعت پڑھیں اور اس  
منشا نبوی کو صحابہ کرام خوب سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے حضرت عمر نے اپنے زمانہ میں  
جماعت کے ساتھ تراویح کو پورے رمضان میں نافذ کر دیا۔ اور چونکہ حضرت  
کا یہ عمل عین منشا نبوی کے مطابق تھا اس وجہ سے کسی صحابی نے اس پر کسی طرح  
کی نیکر بھی نہیں کی اور باجماع و اتفاق سب نے اس پر عمل کیا اور حضرت  
کی ایجاد جان کر عمل نہیں کیا بلکہ اللہ کے رسول کی سنت جان کر اس پر عمل کیا۔  
تراویح کے سلسلہ کی بقیہ گفتگو ابھی گزر چکی ہے اسکو ایک بار آپ پھر پڑھ لیں  
تاکہ معلوم ہو کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں تراویح کا کون سا عدد معمول بہ تھا اور جس تراویح کو صحابہ  
کرام منشا نبوی اور سنت نبوی سمجھ کر پڑھا کرتے تھے اسکی رکعات کی تعداد کیا تھی  
اور پھر ایک بدحواس غیر مقلد کی اس بات میں کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انھوں نے بیس رکعت تراویح  
پڑھانے کا حکم دیا سراسر ان پر جھوٹا بہتان ہے۔ "انہی جنہی کا مذہب اسلام سے اختلاف  
کتنا وزن ہے اس کو جان لیجئے۔"

مسئلہ -

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ جو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہوا سکوروزہ کا تحریہ دینا واجب نہیں ہے۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں -

وعلیٰ کل حال در آیت کریمہ وعلیٰ الذین یطیقونہ فذیۃ طعام مسکین دلالت بر وجوب اطعام بر تارک صوم غیر مطبق نیست و چنانکہ در کتاب و سنت دلیلے اس سخن نیست، ہم چنان در غیر اس ہر در حجت نیزہ نیز ہم دلیلے براں یافتہ نشود پس حق عدم وجوب اطعام است۔

(ص ۷۷ عرف)

یعنی بہر حال اس آیت کریمہ وعلیٰ الذین یطیقونہ فذیۃ طعام مسکین میں فذیۃ مسکین (یعنی اس شخص پر کھانا کھلانا جسکو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو) کی دلیل نہیں ہے، اور جیسا کہ کتاب و سنت میں اسکے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے اس طرح کتاب و سنت کے علاوہ میں بھی اس پر کوئی روشن دلیل نہیں ہے، اسلئے حق یہی ہے کہ روزہ نہ رکھنے کی صورت میں کھانا کھلانے کا حکم واجب نہیں ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب عام علماء سلفیین کے مذہب کے خلاف ہے، مشہور سلفی عالم کی کتاب المستتبع میں ہے -

ومن انظر لکبر او مرض لا یروج برئہ اطعم لکل یوم مسکینا

(السلسبیل ص ۲۹۲)

یعنی جو بڑھاپے یا کسی ایسے مرض کی وجہ سے جس سے صحت کی امید نہ ہو روزہ نہ رکھے تو اسکو چاہئے کہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔



اور اس کتاب کی جو شرح السبیل فی معرفۃ الدلیل کے نام سے شیخ صالح بن ابراہیم ملیبی نے کی ہے، انھوں نے اس عبارت کی شرح میں یہ لکھا ہے۔  
 لقولہ جل ذکرا و علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین  
 قال البخاری قال ابن عباس نزلت رخصۃ للشیخ الکبیر والمرأۃ  
 الکبیرۃ لا یتطیعان الطعام فیطعمان مکان کل یوم مسکینا۔

یعنی یہ فدیہ کا حکم اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے کہ جو روزہ کی طاقت نہ رکھیں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا کہ یہ آیت اس بوڑھے مرد اور اس بوڑھی عورت کیلئے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں پس انھیں ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔  
 یعنی وہی آیت جس میں ان غیر مقلدین (نام کے یہ ہندوستانی و پاکستانی سلفیوں) کو روزہ کے فدیہ دینے پر کوئی حجت نیرہ (روشن دلیل) نظر نہیں آتی ہے، نجد و حجاز کے سلفیوں کو یہ حجت نظر آتی ہے اور یہ حجت نیرہ حضرت ابن عباس اور حضرت امام بخاری کو بھی نظر آتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بات تو یہ غیر مقلدین نہیں مانیں گے اسلئے کہ ان کا اصول تو یہ ہے کہ درقول صحابی حجت نیست، صحابی کا قول حجت نہیں ہے مگر انکو کیا ہو گیا ہے کہ وہ امام بخاری کی بات کو بھی جو انھوں نے صحیح بخاری میں فرمائی ہے رد کر رہے ہیں، حالانکہ امام بخاری کا فرمان تو ان غیر مقلدوں نزدیک خدا کے کلام سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ امام بخاری سے تعلق کا اظہار محض نمائش ہی نمائش ہو، اور عام غیر مقلدین اور ان کے نواب جیسے بیوپاری اور ان کے علما و اجارہ کار کا مسلک امام بخاری کے سلسلہ میں وہی بے اعتباری اور بے اعتمادی کا ہو جیسا کہ اسی جماعت کے ایک محقق حکیم فیض عالم کا ہے۔  
 یہ محقق صاحب اپنی کتاب، ہدایۃ کائنات میں فرماتے ہیں۔

ان محدثین ان شارحین حدیث ان سیر نویس اور ان مفسرین کی تقلیدی ذہنیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے..... ہمارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرما دیا وہ صحیح اور لاریب ہے خواہ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت انبیاء کرام کی عصمت، ازواج مطہرات کی طہارت کی نقائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں کیا یہ امام بخاری کی اسی طرح کی تقلید جامہ نہیں جس طرح مقلدین النعمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں۔ (صدیقہ کائنات ص ۱۳۱)

حکیم فیض عالم غیر مقلد محقق کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کی اس صحیح جامع میں بعض وہ چیزیں بھی ہیں جن سے اللہ کی الوہیت، انبیاء کرام کی عصمت اور ازواج مطہرات کی طہارت کی نقائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جاتی ہیں۔ اور یہی حکیم صاحب مزید گہرا فحاشی فرماتے ہوئے امام بخاری پر شدید جرح کرتے ہیں اور انکو پایہ اعتبار سے ساقط کرنے کی پوری کوشش میں لگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ فرماتے ہیں :

۔ در اصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملہ میں مرفوع القلم ہیں (یعنی انکا درجہ وہی ہے جو معنوں یا گل دیوانے اور نابالغ بچہ کا ہوتا ہے) داستان گو کی چابک دستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق تمام چھان بین دھری رہ گئی :- (ایضاً)

بہر حال بات دور جا پڑی میں یہ کہہ رہا تھا کہ غیر مقلدین کا یہ مذہب کہ جو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہوا سکوروزہ کا فدیہ دینا واجب نہیں ہے، امام بخاری و امام بخاری کے سلفینوں کے مذہب کے خلاف ہے، جیسا کہ شیخ صالح بن ابراہیم حلبی نے اپنی کتاب السبیل فی معرفۃ الدلیل میں واضح کیا ہے، یہی سلفی عالم مزید لکھتے ہیں :



ردی مالک انہ بلغہ ان نساک برحتی کان لا یقد ر علی الصوم  
فکان یفتدی۔

یعنی حضرت امام مالک نے روایت کیا ہے کہ انکو یہ بات پہونچی ہے کہ  
حضرت انس رضی اللہ عنہ جیب بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کو روزہ رکھنے پر طاقات  
نہ تھتی تو وہ فدیہ دیا کرتے تھے۔

اور مزید لکھتے ہیں :

وردی الطبرانی والبیہقی عن قتادة ان انساً رضی اللہ عنہ ضعف  
عاماً قبل موتہ فافطر دأمر اہله ان یطعموه فکان کل یوم مسکینات ال  
الہیثمی فی المجمع رجالہ رجال الصحیح .

یعنی طبرانی اور بیہقی نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت  
انس رضی اللہ عنہ اپنی وفات سے پہلے ایک سال کمزور ہو گئے تھے اور آپ  
نے روزہ نہیں رکھا تھا، تو آپ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ ہر دن کے بدلے  
ایک مسکین کو کھانا کھلائیں (بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح کی سند ہے)  
مزید آگے فرماتے ہیں :

وهذا قول علی وابن عباس وابن عمر وابن ہریرۃ والنس و  
قال ابو حنیفۃ والشافعی۔ (ص ۲۹۲)

یعنی یہی قول حضرت علی حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت ابو ہریرہ  
اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا ہے، اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ اور امام شافعی  
کا بھی ہے۔

اب اس سلفی اور نجدی عالم کو کون بتلائے کہ خواہ یہ مذہب صحابہ کرام کا ہو  
متابعین کا ہو، امام اہلسنت حضرت امام احمد کا ہو فقیہ مدینہ امام مالک کا ہو فخر حجاز  
امام شافعی کا ہو یا امام اعظم ابو حنیفہ کا ہو یا پھر سید المحدثین امام بخاری کا ہو،



ہندوستان، پاکستان کے یہ غیر مقلدین اپنی بات کے آگے کسی کی سننے اور ماننے والے نہیں ہیں، صحابہ کرام سے جو انکو ازلی دشمنی ہے اور اسی بنا پر ان کا اصول ہے کہ

وجہت با شمار صحابہ قائم نیست (منہ عرف)

یعنی آثار صحابہ سے وجہت قائم نہیں ہوتی ہے۔

بلکہ نواب صاحب بھوپالی تو یہاں تک فرماتے ہیں،

وہ احدے را او تعالیٰ از عباد خود بایں آثار متعبد ساخت،

(عرف منہ)

خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو صحابہ کرام کے آثار کا غلام بنایا ہے۔ (دک انکامنا اس پر ضروری ہو)

یہ ہے غیر مقلدین علماء کی صحابہ دشمنی یہ بدین صحابہ کی ضد میں قرآن و حدیث تک کا بے تکلف انکار کرتے ہیں، قرآن کے اس واضح ارشاد سے وہ اندھے ہو چکے ہیں۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ  
بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَضَعْنَا لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا  
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔

(ترجمہ) مہاجرین و انصار میں سے جو اول اول اور پہلے پہلے ایمان لائے  
والے ہیں ان سے اور جو ان مہاجرین و انصار کی بھلائی کے ساتھ اتباع کرتے ہیں  
اللہ ان سے راضی ہے اور یہ لوگ اللہ سے راضی ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے باغات تیار  
کر رکھے ہیں جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، یہ لوگ ہمیشہ ان باغات میں رہیں گے، یہ  
بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے متبعین کو اپنی رضا کا مترادف

سنایا ہے اور ان کو اس دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی ہے اور اس کو بڑی کامیابی  
 پہنچایا ہے۔

غیر مقلدین اپنے اس بغض صحابہ کے ساتھ کیا اس بشارت کے مستحق قرار پائیں گے  
 ان غیر مقلدین کی نگاہ سے آنحضور کا یہ ارشاد بھی اوجھل ہو چکا ہے۔  
 علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین۔

یعنی تمہارے اوپر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو پکڑنا لازم ہے۔  
 بہر حال اس وقت کا یہ موضوع نہیں ہے کہ غیر مقلدوں کی گمراہی کو وہ اشکات  
 کیا جائے اس کیلئے کوئی دوسرا موقع ہو گا۔

معنی یہ کر رہا تھا کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ جو روزہ پر قادر نہ ہو اس کو روزہ کا  
 فدیہ دینا واجب نہیں ہے، یہ کتاب و سنت، آثار صحابہ اور مذاہب ائمہ اربعہ اور سلف  
 و خلف کے بالکل خلاف ہے، یہ انکی خود ساختہ رائے ہے اور نہ ہی غیر مقلدیت کا اظہار ہے  
 ایک دوسرے سلفی نجدی عالم و شیخ اپنی کتاب "الامثلة والاجوبة الفقهية"  
 میں اس مسئلہ کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

من عجز عن الصوم لکبر کثیفة هرم وعجز عن یجهد هما الصوم ویشتق  
 علیها مشقة شديدة أو عجز عنه لمرض لا یرحم برشا فطر وعلیه اطعام  
 مسکین من کل یوم لقول ابن عباس فی قوله تعالیٰ وعلی الذین یتطیعونه  
 ندیة لیست بمنسوخة، ہی لکیر الذی لا یتطیع الصوم۔

(رواۃ البخاری)

ولابی داؤد بسند جید عن ابن ابی لیلیٰ حدثنا اصحابنا ان رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم قال فذکروا۔ (عین ۱۲)

یعنی جو روزہ رکھنے کے پڑھاپے کی وجہ سے عاجز ہو جیسے بہت بولہا مرد  
 یا عورت کہ روزہ رکھنا اس پر دشوار ہو، یا کوئی شخص ایسا مریض ہے کہ اس مرض

سے افاتہ کی امید نہیں تو اس کو روزہ نہ رکھنا ہے، اور اس پر واجب ہے کہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے، اور اس کی دلیل حضرت ابن عباس کا قول ہے جسکو ہماری نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کی یہ آیت *وعلی الذین یطیقونہ صدیۃ* منسوخ نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس شخص کے حق میں ہے جو روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اور اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس کو ابو داؤد نے عمدہ سند سے حضرت ابو یعلیٰ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے مشائخ نے اسکو آنحضور سے نقل کیا ہے، اور پھر آنحضور کا ارشاد ذکر کیا ہے۔

اور علامہ عافیا بن عبدالبر الکافی میں فرماتے ہیں :

*ومن عجز عن الصیام لکبر انظر واطعم عن کل یوم مدقح*  
یعنی جو روزہ سے عاجز ہو وہ ہر روز کے بدلے ایک مدقح کے برابر کھانا کھلائے۔

ان تصریحات اکابر کو دیکھئے، ائمہ دین کا مذہب ملاحظہ فرمائیے، کتاب و سنت کا حکم مشاہدہ کیجئے صحابہ کرام کا مذہب دیکھئے اور پھر غیر مقلدین کا یہ مذہب بھی کہ :

”جو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو اس کو روزہ کا فدیہ دینا اور مسکین کو کھانا کھلانا واجب نہیں ہے۔“

اس سے بڑھ کر اتباع نفس کا نمونہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بے شرمی اور بے حیائی کے مارے اخاف کو چڑھانے کیلئے اپنی کتابوں میں یہ شعر لکھا کرتے ہیں۔

یہ وہ امت ہے کہ فرمان نبی سن کے کہے

میں تو حنفی ہوں نہ مانوں گا یہ فرمان حدیث

اور اپنے کو عشق نبوی کا متوالا ثابت کرنے کیلئے یہ قوالی ضرور گائیں گے۔

ما بطلان نالان دلدار محمد



اور نہایت بے حیائی کے ساتھ اور بلا سوچے سمجھے یہ دعویٰ کریں گے۔  
 مصطفیٰ سے ہم کو ورثے میں ملی ہے دو کتاب  
 ایک کلام اللہ دوم آپ کا فصل الخطاب

(طریق محمدی ص ۵۷)

ناظرین یاد رکھیں کہ امت مسلمہ کو تو جو خدا و رسول پر ایمان رکھتی ہے  
 صرف ایک کتاب ملی ہے جس کا نام صرف قرآن ہے، مگر ان غیر مقلدوں کو ان  
 کے آبائی ورثے سے دو کتاب ملی ہے ایک کا نام "کلام اللہ" ہے اور دوسری  
 کتاب کا نام "فصل الخطاب" ہے۔  
 یہ حماقت، جہالت اور گمراہی کی انتہا ہے۔

مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی کا گھر مسجد سے قدرے فاصلہ پر ہو تو اس پر جمعہ کی نماز واجب نہیں ہے، اگرچہ وہ اذان کی آواز سنا ہو  
 نماں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں  
 و بر بعد المكان واجب نیست اگرچہ نداء بشنود بنا بر مزید مشقت در آن  
 (ص ۴۱ عرفا)

یعنی جس کا گھر مسجد سے فاصلہ پر ہو تو اگرچہ وہ اذان کی آواز سنا ہو اس پر مشقت کی وجہ سے جمعہ واجب نہیں ہے۔

جس کے کان میں جمعہ کی اذان کی آواز پہنچے، ظاہر ہے کہ اس کا گھر مسجد سے بہت دور نہیں ہوگا۔ لیکن غیر مقلدوں نے ایسے شخص سے بھی جمعہ کو ساقط کر دیا ہے، غیر مقلدوں کا یہ مذہب مندرجہ ذیل احادیث کے صریح خلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال - المجاعة علی کل من سمع النداء  
 (رواہ ابوداؤد)

یعنی آنحضور کا ارشاد ہے کہ جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو جمعہ کی اذان سنے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح مسلم میں ہے۔  
 اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا أَعْمَى فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ فَرَخَّصَ لَهُ فَلَمَّا دُلِّيَ دُعَاةً فَقَالَ  
 هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ! قَالَ: أَجِبْ - (رواہ مسلم)  
 یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اندھا آیا اور اس نے کہا  
 کہ یا رسول اللہ میرا کوئی راہ نما نہیں ہے جو مجھے مسجد تک لائے، تو آپ نے اسکو

مسجد میں حاضر نہ ہونے کی اجازت مرحمت فرمادی، پھر جب وہ واپس ہونے لگا تو آپ نے اسکو دوبارہ بلایا اور پوچھا کیا تم اذان کی آواز سنے ہو؟ تو اس نے کہا کہ جی ہاں، تو آپ نے فرمایا تب تم مسجد میں آیا کرو۔

اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدوں نے ترک جمہ اور ترک جماعت کو جس آسانی سے جائز ٹھہرا دیا ہے اس کے بارے میں دین و شریعت اور اللہ کے رسول کا فرمان کیا ہے۔

یہ نام کے اہلحدیث اور "مابیللاں نالان گلزارِ محمد" کی قوالی گانے والے قوال، حدیث و سنت سے جان چھڑانے اور دین و شریعت کے حکم پر عمل سے بھاگنے پر کتنے جری ہوتے ہیں اور کیسے کیسے یہاں ڈھونڈتے ہیں کہ آدمی حیران رہ جائے، جس جمہ کے بارے میں غیر مقلدوں نے محض ذرا سی مشقت کی وجہ سے لوگوں سے جمہ ہی ساقط کر دیا ہے، اسکے بارے میں ابن ماجہ کی مندرجہ ذیل روایت میں اللہ کے رسول کا ارشاد کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

عن جابر قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال :  
واعلموا ان الله تعالى قد افترض عليكم الجمعة في مقامى هذا في  
يومى هذا في شهرى هذا من عامى هذا، فمن تركها في حياى او  
بعد مماتى وله امام عادل او جائز استخفافا بها وحجود الهيا  
فلا يحج الله شمله ولا يبارك له في امره، الا ولا صلوة له، الا ولا زكوة  
له، الا ولا حجة له، الا ولا صوم له، ولا بر له حتى يتوب فان تاب  
تاب الله عليه۔ (رواہ ابن ماجہ)

یعنی حضرت جابر فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا :



”تم لوگ جان لو کہ اللہ نے تم لوگوں پر میری اس جگہ، اور اس دن اور اس سال کے اسی مہینہ میں جمعہ فرض کیا ہے، سو جس نے اس کو میری زندگی میں یا میری وفات کے بعد اسکو ترک کیا دراصل عایدہ اس کا کوئی امام بھی ہے، خواہ وہ عادل ہو یا ظالم، تو اگر اس نے جمعہ کو ہلکا سمجھ کر اور اس کا انکار کر کے ترک کیا ہے تو (میری اس کیلئے بددعا یہ ہے کہ) اللہ نہ اسکی جماعت کو اکٹھا رکھے اور نہ اس کے کام میں برکت دے۔“

خوب جان لو ایسے شخص کی نہ نماز نماز ہے نہ اس کی زکوٰۃ زکوٰۃ ہے نہ اس کا حج ہو گا اور نہ اس کا روزہ ہو گا، اور نہ اس کا کوئی نیک عمل نیک عمل ہو گا۔ ہاں آئندہ وہ توبہ کرے، اگر وہ توبہ کرے گا تو اللہ اسکی توبہ قبول کرے گا، ایک طرف اللہ کے رسول کا جمعہ کی نماز کے بارے میں یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیے اور دوسری طرف غیر مقلدوں کا یہ مذہب بھی دیکھئے کہ اگر کسی کا مکان قدرے فاصلہ پر ہو تو چونکہ اسکو مسجد میں آنے میں چلنے کی ذرا سی مشقت ہو گی اس وجہ سے اس پر سے جمعہ ساقط ہے، اگرچہ اس کے کان میں اذان جمعہ کی آواز بھی پہنچتی ہو۔

کیا یہ نماز جمعہ کا استخفاف (اسکو ہلکا سمجھنا) نہیں ہے، اور کیا یہ غیر مقلدین زمانہ اپنے اس مذہب کی وجہ سے آنحضور کی اس بددعا کے مستحق اور مصداق نہ ہوں گے؟ اور کیا ان کا کوئی عمل، کوئی نماز کوئی زکوٰۃ کوئی حج کوئی روزہ قبول ہونے والا ہے؟

غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ جمعہ کی آواز سننے اس پر بھی جمعہ نہیں ہے (اگر اسکا مکان تھوڑے فاصلہ پر ہو) ان احادیث کے علاوہ قرآن کی بھی تعلیم و ہدایت کے صریح خلاف ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا

الی ذکر اللہ -

یعنی اے ایمان والو جب تم کو نماز جمعہ کے لئے پکارا جائے تو پھر اللہ کو یاد کرنے کیلئے یک پڑو۔

خیر یہ تو غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ جو جمعہ کی اذان بھی سننا ہو تو اس سے جمعہ محض اس وجہ سے ساقط ہے کہ اس کا مکان قدرے فاصلہ پر ہے، اسکا انجام بھی وہی بھگتیں گے اور وہ روز قیامت دیکھ بھی لیں گے کہ ان کے میاں خدیرین دہلوی اور نواب بھوپالی اور عبدالرحمن مبارکپوری انکی یادری و دستگیری کتنی کرتے ہیں۔؟ اور خدا کے عذاب سے بچانے کے لئے انکی غیر مقلدیت انکے کتنے کام آتی ہے۔

آئیے ہم دیکھیں کہ اس مسئلہ میں ائمہ فقہ و حدیث اور علمائے اسلام اور سلف امت کا کیا مذہب و مسلک ہے۔

الکافی میں عاتقا بن محمد البرقی امام مالک کا یہ مذہب بیان کیا ہے۔

وعلى كل من سمع النداء وان كان خارج البلد (مسند ۲۳۸)

یعنی جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو جمعہ کی اذان سنے اگرچہ وہ شہر سے باہر ہی کیوں نہ ہو۔

اور امام احمد فرماتے ہیں۔

واما اهل المصر فلا بد لهم من شهودها سمعوا النداء

اولم يسمعوا - المغنی ص ۲۵۹

یعنی شہر والوں کو جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا ضروری ہے، خواہ وہ اذان کی آواز سنیں یا نہ سنیں۔

اور اسی المغنی میں ہے۔

شہر والوں پر جمعہ کی نماز میں حاضری لازم ہے خواہ انکی رہائش قریب

پہلے مسجد سے دور ہو۔ (ایضاً)

یہ تو تھا اسلاف امت کا مذہب و مسلک، جو عین کتاب و سنت کے مطابق ہے اور جو لوگ صرف کتاب و سنت کا نام لیتے ہیں، اور سلفیت کا دعویٰ کرنا ہی ان کے لئے سب کچھ ہوتا ہے ان کا مذہب وہ ہے جو ابھی آپ نے پڑھائی ہے اگر کسی کا مکان مسجد سے قدرے فاصلہ پر ہے تو اگرچہ وہ جمعہ کی اذان سنا ہو تو بھی اسکو جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا ضروری نہیں ہے۔

گل و گھنٹیں کا شکوہ بلبیل ناشاد نہ کر  
تو گر قنار ہوئی اپنی صدا کے باعث



(۸) مسئلہ -

غیر مقلدین کے یہاں اموال تجارت میں زکوٰۃ نہیں ہے -

خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

وازیہ بجا دریافت شد کہ دلیل بر وجوب زکوٰۃ در اموال تجارت نیست .

(عرف ص ۶۵)

یعنی یہیں سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ کسی پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ تجارت کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی -

اور نواب صاحب حیدر آبادی فرماتے ہیں :

« دلائلی فی غیرها من الجواهر والعروض ولو كانت للتجارات »

(کنز ص ۲۵)

یعنی ان کے سوا سامانوں اور جواہرات میں زکوٰۃ نہیں اگرچہ تجارت کیلئے ہوں -

لیکن غیر مقلدین کا یہ مذہب کتاب و سنت سلف امت ، ائمہ فقہ و حدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے -

حافظ ابن حجر البرکھتے ہیں :

« واما العروض كلها من الدور والرقائق والقياب والنواع الماع »

والدواب وسمائر الحيوان والعروض فلا تزكوة في شيء منها الا ان

يتبع للتجارة . (الكافي ج ۱ ص ۱۹۵)

یعنی جتنے سامان ہیں ، گھر ، غلام ، کپڑے ، برتن اور استعمال کی چیزیں

جو پائے و دیگر حیوانات اور سامان ان میں زکوٰۃ نہیں ہے مگر یہ کہ ان کو تجارت کیلئے خریدا جائے (یعنی یہ سامان اگر تجارت کیلئے ہوں گے تو ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی) -

اور المعنی میں حافظ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں :  
 « وعن وضع التجارة مرصدة للربح وكذلك الاشتمان فاعتبر  
 له المحول »

یعنی سامان تجارت نفع کیلئے ہوتا ہے جیسے ثمن (سونا چاندی وغیرہ) اسلئے  
 اس میں (زکوٰۃ کیلئے) سال بھر گزرنے کا اعتبار کیا گیا ہے۔  
 اور حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

« والاصناف التي يتجر فيها يجوز ان يخرج عنها جميعا دواهم  
 بالقيمة ، (فتاویٰ ج ۲۵ ص ۲۵۸) »

یعنی جن چیزوں میں تجارت ہوتی ہے جائز ہے کہ ان کی زکوٰۃ سامان کی قیمت  
 لگا کر درہموں سے نکالی جائے۔

نیز فرماتے ہیں :

« سامان تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے ابن منذر نے کہا ہے کہ اہل علم کا  
 اس بات پر اجماع ہے کہ جو سامان تجارت کیلئے ہوں گے ان میں حولان حول  
 کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اسکو حضرت عمر اور ان کے صاحبزادہ حضرت  
 عبداللہ بن عمر سے روایت کیا گیا ہے، اور یہی حضرت ابن عباس سے بھی  
 مروی ہے اور یہی مذہب فقہائے سبعہ کا بھی ہے، اور حضرت حسن بصری  
 جابر بن زید اور میمون بن مہران اور طاؤس اور نخعی امام ثوری، امام اوزاعی  
 اور امام ابو حنیفہ، امام احمد، اسحاق اور ابو عبیدہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ »

(فتاویٰ ج ۱۵ ص ۱۵۸)

غیر مقلدوں کا یہ مذہب اجماع امت کے خلاف تو ہے ہی اسکے علاوہ اس حدیث  
 کے بھی خلاف ہے۔

عن سمرة قال : كان النبي صلى الله عليه وسلم يامرنا ان نخرج

النَّكَوَةُ مِمَّا نَعْدُهُ لِلتَّجَارَةِ - (ایضاً)

حضرت سمرہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم ان چیزوں کی زکوٰۃ دیں جو تجارت کیلئے ہوں۔  
فنادی ابن تیمیہ ہی میں حضرت عمر کی یہ روایت بھی ہے۔

درودی عن حماس قال : مر بی عمر فقال : ادناکوۃ مالک ، فقلت : مالی الاجباب دادم ، فقال تو مهاشم ادناکوۃ تھا۔  
یعنی حضرت حماس فرماتے ہیں کہ میرے پاس سے حضرت عمر کا گزر ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دو، تو میں نے عرض کیا کہ میرے پاس صرف (تلمواری رکھنے کی) میان اور سالن ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ انکی قیمت لگا کر انکی زکوٰۃ ادا کر دو۔

اس قصہ کو ذکر کر کے ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

.. واشتغرت القصۃ بلامنکر فہی اجماع (فنادی ۱۵/۲۵)

یعنی اس قصہ کی شہرت بلا کسی انکار کے ہے اسلئے یہ اجماع ہے۔  
نیز آنحضور کا ارشاد ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : اذا دیت زکوۃ مالک فقد قضیت ما علیک ، (سداۃ الترمذی)  
جب تم نے اپنے مال (خواہ وہ مال کسی قسم کا ہو) کی زکوٰۃ ادا کر دی تو تو نے اپنے اوپر کا حق ادا کر دیا۔  
اور قرآن میں مطلق ارشاد ہے :

خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم بہا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے مال سے زکوٰۃ لیں اور اس سے آپ انکو پاک صاف کریں۔



اور امام ترمذی اس حدیث کے تحت

لیس علی المسلم فی فرائضہ و عبدا صدقة یعنی مسلمان پر گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

فرماتے ہیں :

اسی پر عمل ہے کہ چرنے والے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں اور اسی طرح غلام میں بھی زکوٰۃ نہیں، مگر یہ اس وقت ہے جب یہ خدمت کے لئے ہوں لیکن اگر تجارت کے لئے ہوں گے تو اس کی قیمت لگا کر حولان حول کے بعد زکوٰۃ دینی ہوگی۔

اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :

ان من اکوۃ التجارۃ ثابتۃ بالاجماع (تحفۃ ج ۲ ص ۷۷)

یعنی تجارت کی زکوٰۃ اجماعاً ثابت ہے۔

بہر حال غیر مقلدوں کا یہ مسئلہ قرآن و حدیث اجماع امت اور سلف و خلف کے مذہب کے خلاف ہے اور ان کا یہ کہنا کہ سامان تجارت میں زکوٰۃ واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے جھوٹ ہے اور ان کا فریب ہے۔

اب ذرا غیر مقلدوں کا یہ عناد بھی ملاحظہ فرمائیے کہ اس شاذ مذہب اور کتاب و سنت اور سلف و خلف کے خلاف قول کو اختیار کرتے ہوئے بھی ان کی یہ نقل ہے۔

نواب صاحب فرماتے ہیں :

و ابن منذر کہ حمایت اجماع برایہ جالبش کردہ جارت عجیب ست و اگر

بگیریم پس حجت بر قائل بحجیت اجماع خواہد بود نہ بر غیرے (مذہب)

یعنی ابن منذر نے جو اسکے واجب ہونے پر اجماع سے حمایت حاصل کی ہے یہ انکی عجیب جارت ہے، اور اگر ہم اس کو تسلیم بھی کر لیں تو یہ ان پر حجت ہوگی جو اجماع کی حجیت کے قائل ہیں دوسروں پر نہیں۔

دیکھا آپ نے کتاب و سنت اور سلف و خلف اور اجماع امت کے  
مقابلہ میں غیر متقلدوں کی ہٹ بھری اور ان کی ضد اور عناد، اور اس پر یہ دعویٰ  
کریں گے سلفی ہونے کا اور دوسروں کو بے وقوف بنانے کیلئے یہ قوالی گائیں گے۔  
میں بلبل نالان گلزار محمد ہوں      میں زرگس حیران دیدار محمد ہوں  
جان سرور پرمی دے بلبل گل پناہ      میں عاشق بے جان رخسار محمد ہوں  
فلاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم

مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا فریضہ مؤکدہ نہیں ہے  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

و جماعت فریضہ متختم نیست بنا بر تعارض اولۃ (ص ۳۲ عرف)  
یعنی چونکہ جماعت کے وجوب اور عدم وجوب کے سلسلہ میں دلائل متعارض  
ہیں اس وجہ سے جماعت فریضہ مؤکدہ نہیں ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور اور سلف کے خلاف ہے اس وجہ سے کہ  
یا تو علمائے اہل سنت کے نزدیک نماز باجماعت فرض عین ہے یا فرض کفایہ ہے  
یا واجب ہے اور جن کے نزدیک اس سلسلہ میں بہت گنجائش ہے تو بھی نماز  
باجماعت ان کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے، جماعت کو سنت مؤکدہ بھی نہ کہنا  
یہ صرف غیر مقلدوں کا مذہب ہے اور اگر اس کیلئے بہانا تعارض اولۃ ہی کو بنانا  
ہے تو جماعت کی مشروعیت کا غیر مقلدوں کو بالکل ہی انکار کر دینا چاہئے ایسے  
کہ ہم نے اصول میں یہ پڑھا ہے۔ اذاتعارض ضاقتا قضا، یعنی تعارض کی شکل  
میں دلائل کا اعتبار ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور جب جماعت کی مشروعیت کے دلائل  
ساقط تو اصل جماعت کی مشروعیت ہی ساقط، چلو قصہ ہی تمام ہو گیا۔

آئیے اب دیکھیں کہ سلف کا اس بارے میں کیا عمل تھا الغنی میں امام اہلسنت  
حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ مذکور ہے۔

الجماعة واجبة للصلاة الخمس، (ج ۲ ص ۶۷)

یعنی پانچوں نمازوں کیلئے جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے۔

اور حافظ ابن حجر نسخ الباری میں لکھتے ہیں :

والی القول بانہا فرض عین ذہب عطاء والاوتراعی و احمد



وجماعة من محدثي الشافعية كابي ثور وابن خزيمة وابن المنذر  
وابن حبان وبالع داور ومن تبعه فجعلها شرطاً في صحة الصلوة  
وظاهر نص الشافعي انها فرض كفاية وعليه جمهور المتقدمين من  
اصحابه وقال به كثير من الحنفية والمالكية والمشهور عند الباقيين  
انها سنة مؤكدة - (تحفة ج ۱ ص ۱۸۵)

یعنی جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ نماز باجماعت فرض عین ہے ان میں سے  
عطاء، امام اور اعلیٰ امام احمد اور محدثین شوافع کی ایک جماعت ہے جیسے ابو ثور  
ابن خزيمة، ابن منذر اور ابن حبان وغیرہ۔

اور داؤد ظاہری اور ان کے متبعین نے تو مبالغہ کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ  
جماعت نماز کی صحت کیلئے شرط ہے، اور امام شافعی کا ظاہر مذہب جماعت کے  
فرض کفایہ ہونے کا ہے، اور متقدمین شوافع کا عام طور پر یہی مذہب ہے، اور  
اسی کے قائل بہت سے اخلاف اور مالکیہ بھی ہیں، اور ان کے علاوہ باقی کے  
نزدیک مشہور مذہب یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے۔

غرض جمہور مسلمین کے نزدیک اور تمام سلف کے مذہب میں جماعت  
سے نماز پڑھنا فریضہ مؤکدہ ہے چاہے یہ تاکید درجہ فرض اور وجوب کی ہو  
یا اس سے کم درجہ کی مگر جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم ہے امر تاکید ہی، پس  
جماعت کے امر مؤکدہ اور فریضہ مؤکدہ ہونے کا منکر شاؤ مذہب کا پیرو ہے۔  
اگر جماعت کا حکم تاکید ہی نہ ہوتا تو آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تاریکین  
جماعت پر اس انداز میں اپنی ناراضگی کیوں ظاہر فرماتے۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی  
بیدہ لقد هممت ان آمر بحطب لیحطب ثم آمر بالصلوة فیؤذن لها ثم  
أمر رجلاً فیؤم الناس ثم اختلف الی رجال لا یشہدون الصلوة

فأحرق عليهم بيوتهم۔ (بخاری و مسلم)

یعنی حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں نے ارادہ کیا کہ کسی کو حکم دوں کہ وہ ٹکڑیاں جمع کرے پھر نماز کا حکم دوں کہ اس کی اذان دیکھائے اور پھر کسی سے کہوں کہ وہ نماز پڑھائے اور تب میں ان لوگوں کے پاس بیویوں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان لوگوں سمیت انکے گھر میں آگ لگا دوں۔  
 اندازہ لگائیے کہ کیا اس حدیث کے بعد بھی کسی کو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ نماز باجماعت فریضہ مؤکدہ نہیں ہے۔

نیز حضرت ابو ہریرہ کی یہ بھی روایت ہے اور اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ آنحضور کے پاس ایک شخص آیا جو اندھا تھا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ہاتھ پکڑ کر مسجد تک لائے والا نہیں ہے، اور اس نے چاہا کہ آپ اس کو گھر پر نماز پڑھنے کی رخصت عنایت فرمادیں، آپ نے اسکی بات سن کر ابتداً اس کی اجازت دیدی، پھر جب وہ جانے لگا تو آپ نے اسکو بلایا اور پوچھا کیا تم اذان کی آواز سن سکتے ہو، اس نے کہا جی ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تب تو تم مسجد ہی میں آؤ۔

اس حدیث کو ذکر کر کے ابن قدامہ حنفی فرماتے ہیں :

إذا لم يرخص للاعني الذي لم يجد قاشداً فغيره أولى۔

(المغنی ج ۱ ص ۱۷۷)

یعنی جب آپ نے بے شمار اندھے کو جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں دی تو جو اندھا نہ ہو اس کو اس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔  
 امام ابو داؤد کی اس روایت سے بھی جماعت کے فریضہ مؤکدہ ہونے کا واضح اشارہ ملتا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
من سمع النداء فلم یمنعه من اتباعہ عذر، قالوا وما العذر؟ قال:  
خوف او مرض، لم تقبل منه الصلوۃ التي صلی -

یعنی حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد  
فرمایا، جس نے اذان سنی اور بلا عذر کے وہ نماز میں شریک نہیں ہوا تو اس نے  
جو تنہا نماز پڑھی ہے وہ اللہ کے یہاں مقبول نہیں، صحابہ نے عرض کیا کہ جماعت  
چھوڑنے کے سلسلہ کے اعذار کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا جیسے دشمن کا خوف یا مرض -  
اور امام ترمذی فرماتے ہیں :

وقد سادی عن غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انهم  
قالوا من سمع النداء فلم یجب فلا صلوۃ لہ - (تحفۃ جوامع)

یعنی بہت سے صحابہ کرام کا یہ مذہب ہے کہ اذان کی آواز سن کر جو مسجد میں  
حاضر نہ ہو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی -

ایک طرف آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات ہیں، اور نماز باجماعت  
کے سلسلہ میں صحابہ کرام اور ائمہ فقہ و حدیث کا یہ مذہب ہے، اور دوسری طرف  
غیر مقلدین کا یہ اعلان -

”جماعت فریضہ مستحکم نیست“

جماعت کا حکم تاکید کی نہیں ہے -

اور شوق یہ ہے کہ ان کو اہلحدیث کہو -



مسئلہ - (۱۰)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ پانی خواہ کم ہو یا زیادہ اس میں کسی طرح کی نجاست پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، خواہ وہ نجاست آدمی کا پیمشاب یا خانہ ہو یا جانور کا یا شراب ہو یا سوز کا گوشت یا اس کا خون ہو، یا کتا کا لعاب ہو یا اس کے بدن کی اور کوئی نجاست، یا وہ نجاست بہتے ہوئے خون کی شکل میں ہو، غرض نجاست کوئی بھی یا جیسی بھی ہو پانی میں پڑنے سے پانی کی طہارت باقی رہتی ہے، البتہ کہ نجاست پڑنے سے اس میں بول پیدا ہو جائے یا اس کا رنگ بدل جائے یا اس کے مزہ میں فرق پیدا ہو جائے۔

نواب صدیق حسن صاحب عرف ابجدی میں فرماتے ہیں :  
آب باراں و دریا و چاہ ظاہر و مہلہرست پلید نمی گردد مگر نجاست کہ  
بویا مزہ یا رنگ اور ایر گرداند۔

وحدیث قلین کہ در صحیحین نیست ماول ست و رائج عدم فرق ست  
در قلیل و کثیر مستعمل و غیر مستعمل و این ارنج مذہب ست در نظر تحقیق  
(عرف ص ۹)

یعنی بارش، دریا اور کنویں کا پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے  
یہ صرف اسی شکل میں ناپاک ہوتا ہے جبکہ اس میں نجاست پڑے اور اس کی بول  
مزہ یا رنگ میں فرق پڑ جائے۔

اور قلین والی حدیث جو بخاری و مسلم کی حدیث نہیں ہے اسکی لوگوں نے  
تاویل کی ہے، اور رائج مذہب یہ ہے کہ قلیل اور کثیر مستعمل اور غیر مستعمل  
میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہی تحقیقی مذہب ہے۔

لیکن غیر مقلدین کا یہ تحقیقی مذہب جمہور کے مذہب کے بھی خلاف ہے

اور احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ :

اذا كان الماء قسطين لم يحبل الخبث (رداء القمندی)

یعنی اگر پانی دو قتلہ کی مقدار ہو تو نجس نہیں ہوتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو قتلہ پانی سے کم میں نجاست پڑ جائے

خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ اور خواہ رنگ مزہ اور بو بدلے یا نہ بدلے اس سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

نواب صاحب نے اس حدیث کو ناقابل استدلال قرار دیا ہے، اور اسکو مآول بتلایا ہے، مگر غیر مقلدوں کے محدث مولانا عبد الرحمن مبارکپوری کا فیصلہ یہ ہے :

”لكن الحق انه صحيح قابل للاحتجاج“ تحقیق ج ا ص ۷۷۔

یعنی حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور قابل احتجاج ہے۔

نیز فرماتے ہیں :

والحاصل ان حدیث الباب صحیح قابل للاحتجاج بلا یضاً،

یعنی اس باب کی یہ حدیث صحیح ہے اور اس لائق ہے کہ اس سے دلیل

پکڑی جائے۔ (۱)

(۱) اب معلوم نہیں کہ یہ حدیث مولانا مبارکپوری کے نزدیک صحیح اور قابل احتجاج محض مذہبِ احناف

کی ضد میں ہے یا واقعہ غیر مقلدوں کے اس امام اور محدث نے فرمایا نہ اور پوری تحقیق کے بعد

اسکے صحیح اور قابل احتجاج ہونے کا فیصلہ کیا ہے، یہ اسلئے کہنا پڑ رہا ہے کہ مولانا عبد الرحمن مبارکپوری

بہت متعصب اور احناف دشمنی میں بہت غالی غیر مقلد عالم ہیں، انکے نزدیک بہت سی صحیح حدیثیں

اس وجہ سے ضعیف ہو جاتی ہیں کہ ان سے احناف کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اور بہت سی

اس حدیث کے علاوہ غیر مقلدین کا یہ مذہب ان احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔  
حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے  
”آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تمہارے کسی برتن میں کتانہ ڈال دے تو اس کو  
سات مرتبہ دھونا چاہئے۔“ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ہی کی روایت مسلم میں بایں الفاظ بھی ہے:  
”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے برتن میں اگر کتانہ ڈال دے  
تو اس کی پاکی یہ ہے کہ وہ پانی بہا دیا جائے اور پھر برتن کو سات بار دھوئے۔  
بخاری و مسلم کی یہ بھی روایت ہے۔“

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کا کوئی آدمی نیند سے جاگے تو  
برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کو اپنا ہاتھ تین بار دھولینا چاہئے۔ اسلئے  
کہ اس کو معلوم نہیں کہ نیند کی حالت میں اس کا ہاتھ بدن کے کس کس حصہ پر پڑا ہے۔  
ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی کے غسل ہونے کیلئے یہ  
ضروری نہیں ہے کہ نجاست پڑنے کے بعد اس کا رنگ مزہ اور بو بدلے۔ اور اگر  
پانی میں یہ تبدیلی نہ ہو تو پانی پاک رہے گا خواہ پانی کم ہو یا زیادہ۔  
امام نووی فرماتے ہیں:

مذہبنا و مذہب الجملہ و ان الماء القلیل اذا وردت علیہ نجاسة  
تنجہ وان قلت دلت تغیرہ۔

(شرح مسلم باب کما هیۃ غشی المتوضی وغیرہ یدک)

ضعیف حدیثیں اس وجہ سے صحیح ہوتی ہیں کہ اخاف انکے ضعف کی بنا پر ان کو قابل استدلال نہیں  
سمجھتے۔ مولانا عبد الرحمن مبارکپوری کا کھلا تعصب اور اخاف دشمنی کا جو ان کے نفس میں بے پناہ  
جذبہ ہے اسکو معلوم کرنے کیلئے انکی بہت سی کتابوں میں سے صرف تحفۃ الاغوی کا مطالعہ کافی ہوگا۔



یعنی ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ پانی میں اگر نجاست پڑ جائے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا خواہ وہ نجاست تھوڑی ہی کیوں نہ ہو اور خواہ اس سے پانی میں کسی قسم کا تغیر آیا ہو یا نہ آیا ہو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ ہو۔ آپ نے فرمایا:  
 لا یبولن احدکم فی الماء الدائم ثم یغتسل فیہ من الجنابة۔  
 یعنی تم میں کا کوئی شخص رکے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور پھر یہ ہو کہ وہ جنابت سے پاکی حاصل کرنے کے لئے اس پانی سے غسل بھی کرے۔  
 غرض غیر مقلدین کا یہ مذہب نہ احادیث صحیحہ کے مطابق ہے اور نہ جمہور کے مسلک کی رو سے صحیح ہے، اور پھر خود خاندان صاحب بھی فرماتے ہیں۔  
 از غسل جنابت و بول در آب استاده کہ رواں نیست نہی آمدہ۔

(عرف ص ۹)

جو پانی رواں نہ ہو ٹھہرا ہوا ہو اس میں پیشاب کر لے اور غسل جنابت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اگر پانی تھوڑی یا زیادہ نجاست پڑنے سے نجس نہ ہوتا تو شریعت میں ٹھہرے ہوئے پانی میں جنابت کا غسل کرنے یا پیشاب کرنے سے منع کیوں کیا جاتا۔

اگر غیر مقلدوں کو ذرا بھی شرم و حیا ہوتی تو وہ اخاف کے مقابلہ میں اس طرح کی غزل سرائی اور ہجو اور بد گوئی سے پرہیز کر لے۔

ہم اہل حدیث ہیں،	ہے قول نبی ہمارا مذہب
ہر مکہ سے پاک و دور ہیں ہم	اور کذب سے بھی نفور ہیں ہم
بھائی نہیں ہم کو حیلہ بازی	آتی نہیں ہم کو جسل سازی

(طریق محمدی ص ۹)

خیر آپ نے یہ تو دیکھ ہی لیا کہ غیر مقلدین نے اسی مسئلہ میں کتنی حدیثوں کو  
 اور وہ بھی صحیح حدیثوں کو حتیٰ کہ بخاری و مسلم کی حدیثوں کو کس نے رد دی ہے  
 رد کر دیا ہے۔ ہمیں خاں صاحب کی اس بات پر حد درجہ حیرانی و پریشانی ہے کہ  
 قلعین والی حدیث کو انھوں نے جو مردود قرار دیا ہے، اس کی ایک بنیاد یہ بتلائی  
 ہے کہ ”در صحیحین نیست“

یعنی وہ حدیث اس وجہ سے بھی مردود اور ناقابل استدلال ہے  
 کہ وہ بخاری و مسلم کی روایت نہیں ہے۔

تو کیا خاں صاحب اور غیر مقلدین صرف اسی حدیث کو قابل احتجاج و  
 لائق قبول سمجھیں گے جو بخاری و مسلم میں ہو اور بقیہ جو احادیث کی دوسری  
 کتابیں ہیں ان کی مرویات ان کے نزدیک اس وجہ سے قابل رد اور ناقابل  
 احتجاج ہوں گی کہ وہ بخاری و مسلم کی روایتیں نہیں ہیں۔

کاش خاں صاحب اور غیر مقلدین یہ سمجھتے کہ وہ اس طرح کی باتوں  
 سے انکار حدیث کیلئے پور دروازہ نہیں بلکہ کھلا دروازہ فراہم کر رہے  
 ہیں، اور منکرین حدیث کیلئے انکار حدیث کا شعوری یا غیر شعوری طور پر  
 جواز پیدا کرنے کی صورت نکال رہے ہیں۔

فان الله وانا اليه راجعون

اُمّی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے

دے آدمی کو موت مگر یہ ادا نہ دے

(نکاح محمدی ص ۶)

## مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر صرف امام اور ایک مقتدی ہو تو جمعہ واجب ہے۔

غیر مقلدوں کے مجتہد نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وجہ حق واجب ست برسلان در جماعت کہ کتر آں دو نفر اند (عرف ص ۴۴)  
 ورواست بدو کس یکے امام شود و دیگرے موتم۔ (عرف ص ۴۴)

ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ جمعہ اگر صرف دو آدمی ہوں تو بھی واجب ہے امام اور ایک مقتدی۔

اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ جمعہ کے واجب ہونے کیلئے کتنی تعداد ہو مگر یہ مذہب کہ صرف امام اور ایک مقتدی سے بھی جمعہ واجب ہو گا یہ کسی امام کا مذہب نہیں ہے اور اہل سنت و الجماعت میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ بطرح عام فقہی ردینی مسائل میں غیر مقلدین ہمیشہ سلف سے ہٹ کر اور شاذ رائے اختیار کرتے ہیں یہاں بھی ان پر وہی شذوذ ظاری ہے۔

امام اہلسنت امام احمد بن حنبل کا اس بارے میں مذہب ہے۔

واذا لم یکن فی القریة اربعون رجلاً عقلاء لم یجب علیہم الجمعة۔

(المغنی ج ۲ ص ۳۲۴)

یعنی اگر کسی بستی میں چالیس صاحب عقل آدمی نہ ہوں تو اس بستی والوں پر

جمعہ واجب نہیں ہے،

نیز علامہ حافظ ابن قدامہ اسی سلسلہ میں مزید فرماتے ہیں۔

ان الجمعة تجب بسبعة شرائط احداها ان تكون فی قرية

والثانی ان یكونوا اربعین رجلاً۔ (ایضاً)



یعنی جمعہ کے واجب ہونے کیلئے سات شرطیں ہیں پہلی یہ کہ وہ آبادی میں ہوگا اور دوسری یہ کہ جمعہ پڑھنے والے کم از کم چالیس فرد ہوں۔  
پھر ابن قدامہ فرماتے ہیں۔

وهو مذهب مالك والشافعي (ص ۲۸۸)  
اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے۔

بلکہ امام احمد کے تو ایک روایت یہ بھی ہے۔

انہا لا تنعقد الا بخمسين - (ایضاً)

کہ جمعہ اس وقت منعقد ہوگا جب جمعہ پڑھنے والے پچاس آدمی ہوں۔  
اور چونکہ غیر مقلدوں کو احناف اور امام ابو حنیفہ کے نام ہی سے چڑھ ہے  
اس وجہ سے ان کا مذہب میں ذکر کر کے انکے غیظ و غضب میں مزید اضافہ نہیں  
کرنا چاہتا اور نہ میں یہاں بتلاتا کہ احناف کا مذہب بھی وہ نہیں ہے جو  
غیر مقلدوں کا ہے، اس طرح غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ جمعہ صرف امام اور  
ایک مقتدی سے بھی واجب ہو جاتا ہے، چاروں ائمہ متبوعین کے مذہب کے  
خلاف ہے، اور یہی اسکے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اور اس بارے میں غیر مقلدوں نے جن احادیث کو چھوڑا ہے ان میں  
سے بعض یہ ہیں۔

عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب

الجمعة علی خمین رجلا ولا تجب علی ما دون ذلک - (المغنی ص ۳۲۸)

یعنی حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے  
کہ جمعہ پچاس آدمی ہوں تو واجب ہوگا، اس سے کم پر نہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ کی یہ روایت ہے۔

عن الزاہری عن ابی سلمۃ قال: قلت لابن ہریرۃ علی کم تجب الجمعة

من رجل؟ قال: لما بلغ أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم خمسين  
جميع بهم رسول الله صلى الله عليه وسلم -

یعنی حضرت امام زہری ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو سلمہ نے فرمایا کہ  
میں نے حضرت ابو ہریرہ سے پوچھا کہ جمعہ کتنے آدمیوں پر واجب ہوگا تو انہوں  
نے فرمایا کہ جب صحابہ کرام کی تعداد پچاس ہوتی تھی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
انکو جمعہ پڑھاتے تھے۔

اور ابو داؤد کی روایت ہے۔

عن كعب بن مالك قال اول من جمع بنا اسعد بن زرارہ في هذا  
البيت من حرة بني بياضه في نقيع يقال له نقيع الخضعات، قلت له كم كنتم  
يومئذ قال اربعون۔

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ کعب ابن مالک فرماتے ہیں کہ ہم کو سب سے  
پہلے جمعہ کی نماز اسعد بن زرارہ نے پڑھائی، راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت کعب  
سے پوچھا کہ اس وقت آپ کتنے لوگ تھے، انہوں نے کہا کہ چالیس آدمی تھے۔  
اور دارقطنی میں جابر بن عبد اللہ کی یہ روایت ہے۔

عن جابر بن عبد الله قال: مضت السنة ان في كل اربعين  
فما فوقها جماعة۔ (رداۃ الدارقطنی)۔

یعنی جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ سنت یہی رہی ہے کہ جب چالیس  
آدمی یا اس سے زیادہ ہوتے تو جمعہ کی نماز ہوتی۔  
اور علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

اذا كان في القرية اقل من اربعين رجلا فانهم يصلون ظهرا عند  
اکثر العلماء كالشافعی واحمد۔ فی الشہور عنہ وکذا الک ابو حنیفہ لکن  
الشافعی واحمد واکثر العلماء یقولون اذا کانوا اربعین صلوا جمعة۔

یعنی اگر بستی میں چالیس سے کم آدمی ہوں تو لوگ ظہر کی نماز پڑھیں گے  
 یعنی اکثر علماء کا مذہب ہے، جیسے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ اور یہی مشہور  
 حاکم امام احمد بن حنبل کا بھی ہے، البتہ امام احمد اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے  
 کہ اگر چالیس کی تعداد پوری ہو تو لوگ جمعہ کی ہی نماز ادا کریں گے اور اکثر لوگ  
 بھی اسی کے قائل ہیں۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ جمعہ کی نماز صرف  
 امام اور ایک مقتدی سے بھی ہوگی، اس بارے میں انھوں نے نہ صرف جمہور  
 امت اور ائمہ اربعہ اور محدثین و فقہاء کے خلاف مذہب اختیار کیا ہے بلکہ متعدد  
 صحیح حدیثوں کو بھی انھوں نے ناقابل عمل سمجھا ہے، اور ان کو پس پشت ڈال دیا ہے۔  
 ان آثار و احادیث سے رد گردانی کے باوصف پھر بھی وہ آپ کے سامنے  
 سینہ ٹھونک کر کھڑے ہو جائیں گے کہ ہم متبع کتاب و سنت ہیں، ہم ائمہ حدیث  
 ہیں، ہم سلفی ہیں، کتاب و سنت ہمارا مذہب ہے۔

اور جو مذہب ارشادات رسول آثار صماہ اور سلف کے تعامل کی روشنی  
 میں ایسا یا جائے گا وہ اسے بڑی بے تکلفی سے بکو اس اور حدیث خرافہ قرار  
 دیں گے، جیسا کہ جمعہ کے واجب ہونے کے لئے کسی تعداد کی قید کو نواب صاحب  
 بھوپالی نے عرف الجاوی میں ص ۴۴ پر حدیث خرافہ اور بکو اس قرار دیا ہے۔



(۱۳) مسئلہ۔

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ رات میں مردہ کو دفن نہیں کرنا چاہئے۔  
خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

و دفن موقی در شب منہی عنہ است (مٹھ عرف)

یعنی مردہ کو رات میں دفن کرنے سے (شرعیات میں) منع کیا گیا ہے۔  
لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور امت کے خلاف ہے، المغنی میں مردہ کو رات  
میں دفن کرنے کے سلسلہ میں یہ لکھا ہے۔

فاما الدفن لیلاً فقال احمد ولا بأس بذلك ، وقال ابو بکر دفن  
لیلاً و علی دفن فاطمة لیلاً ، و حدیث عائشة کنا سمعنا صوت المساجی  
من آخر اللیل فی دفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، و من دفن لیلاً  
عثمان و عائشة و ابن مسعود و رخص فیہ عقبہ بن عامر و سعید بن  
المسیب و عطاء و الثور و الشافعی و اسحق۔

یعنی رات میں مردہ کو دفن کرنے کے بارے میں حضرت امام احمد فرماتے  
تھے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، حضرت ابو بکر کو رات ہی میں دفن کیا گیا، حضرت  
علی نے بھی حضرت فاطمہ کو رات ہی میں دفن کیا تھا، اور خود آنحضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کو رات ہی میں قبر میں اتارا گیا، چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب  
لوگ آنحضور کو قبر میں رکھ رہے تھے تو ہمارے کانوں میں پھاؤڑے کی آواز  
آ رہی تھی اور جو لوگ رات میں دفن کئے گئے ان میں سے یہ لوگ بھی ہیں حضرت  
عثمان حضرت عائشہ حضرت ابن مسعود، رات میں دفن کی اجازت ان ائمہ نے  
بھی دی ہے۔ عقبہ بن عامر، سعید بن المسیب، عطاء امام ثور، امام شافعی  
اور امام اسحاق۔

آپ کے سامنے یہ تفصیل ہے، اب کیا ہم غیر مقلدین سے یہ پوچھیں کہ ان تمام صحابہ کرام کی تدفین جو شب میں عمل میں آئی ہے، وہ غیر شرعی اور منہی عزہ تھی؟ اور کیا جن صحابہ کرام نے یہ عمل کیا اور رات میں اپنے مردوں کو دفن کیا انھوں نے غیر شرعی عمل اور منہی عزہ فعل کا ارتکاب کیا تھا؟ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خود آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو رات میں مدفون ہوئے کیا ممانعت آپ کی تدفین غیر شرعی اور منہی عزہ تھی؟ اور صحابہ کرام اس مسئلہ شرعی سے واقف نہیں تھے۔

اندازہ لگائیے کہ یہ خود ساختہ مجتہدین اپنے علمی پندار اور زعم میں کیسی کیسی خطرناک بات کہہ جاتے ہیں، جس کا نشانہ براہ راست صحابہ کرام اور خود نبی کی ذات بن جاتی ہے، مگر ان بے شعوروں کو اپنے مجتہد بننے کے گھنڈے میں اس کا احساس تک نہیں ہوتا، اور مقلدین پر طنز کرنے کیلئے اس قسم کے اشعار کا سہارا لیتے ہیں۔

ذائقہ تعلیہ آفت آفت ہر نیکو پست

کہ بود بود تعلیہ اگر کوہ قوی ست

یعنی تعلیہ ہر بھلائی کیلئے آفت ہے، گو بنظر ہر وہ پہاڑ معلوم ہو لیکن دراصل وہ گھانسی کا ایک تنکا ہے۔ (طریق محمدی ص ۱۷)

غیر مقلدین کا یہ مذہب کہ رات میں مردہ کو دفن کرنا منہی عزہ ہے، ان احادیث کے بھی خلاف ہے، روایت میں آتا ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالنجا دین رضی اللہ عنہ کو رات ہی میں دفن کیا تھا، اور آپ نے ان کے دفن کے وقت یہ دعا پڑھی تھی،

اللہم انی امسیت عنہ راضیاً فارضی عنہ۔

یعنی اے اللہ میں اس سے راضی ہو چکا ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

اور ابن عباس کی یہ روایت ترمذی میں موجود ہے ، اور امام ترمذی نے اس کو صحیح بتلایا ہے۔

روى ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم دخل قبر افاصح له سراجا فاحذ من قبل القبلة وقال رحمت الله ان كنت لا فاهات تلاوة للقرآن ، قال الترمذی هذا حديث حسن صحيح۔ (المعنی ص ۵۵۵ م ۵۵۶)

یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر میں رات میں اترے ، اور آپ کیلئے چراغ جلایا گیا آپ نے مردہ کو قبلہ کی طرف سے پکڑا اور زبان مبارک سے یہ کلمات ادا کئے۔

بیشک تم بڑے آہ و بکا کرنے والے تھے ، اور خوب قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے۔ ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

اور ابو داؤد کی روایت یہ ہے

”کچھ لوگوں نے قبرستان میں آگ روشن دیکھی چنانچہ وہ آئے ، تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں ہیں اور آپ فرما رہے ہیں کہ اپنے ساتھی کو مجھے تھماؤ۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں۔

ورخص اهل العلم في الدفن بالليل۔ (تحفہ ص ۱۵۸)

اہل علم نے مردہ کو رات میں دفن کرنے کی اجازت دی ہے۔

صرف حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ وہ رات میں مردہ دفن کرنے کو بہتر نہیں سمجھتے تھے مگر یہ ایک شاذ قول ہے ، عام اہلسنت فقہار محدثین اور سلف و خلف کا مذہب یہی ہے کہ رات میں مردہ کو دفن کرنا نہ مکروہ ہے ، نہ غیر مناسب اور نہ ناجائز اور نہی عنہ۔

افسوس یہ ہے کہ غیر مقلدین ہر طرف سے آنکھ بند کر کے عموماً کتاب و سنت اور جمہور کے خلاف مذہب اختیار کرتے ہیں اور شاذ قول پر چلنا ان کا پسندیدہ



شکوہ ہے۔

البرہ دوسروں کو سنانے کے لئے اور زرعِ خویش موحد اور متبع سنت بننے  
گئے اور احناف کے خلاف زہر افشانی کرنے کیلئے وہ اس قسم کی باتیں اپنی کتابوں  
میں خوب لکھتے ہیں۔

حنفی بھائیو، یہی وجہ ہے کہ اہلحدیث ان کتابوں کو (یعنی فقہ حنفی کی کتابوں کو)  
نہیں مانتے رائے اور قیاس کو قرآن و حدیث کا درجہ نہیں دیتے اپنے ضمیر کا گلا گھونٹنا  
اپنی شکیل امتیوں کے ہاتھوں میں دے دینا پسند نہیں کرتے، وہ ائمہ کرام کو نبوت  
کے درجہ پر نہیں پہنچاتے وہ احکام شرع کا دار و مدار صرف قرآن و حدیث  
پر رکھتے ہیں۔ (طریق محمدی ص ۱۶)

لفاظی اور الفاظ کی بازیگری اور ادعا کی زبان کوئی ان غیر مقلدوں سے  
سیکھے، یہ جب اپنی اصل آتے ہیں تو قایمانیوں کو بھی مات کرتے ہیں۔

مسئلہ - (۱۳)

غیر مقلدین کے یہاں جن چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے وہ متعین اور محصور ہیں ان کے ماسوا میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

« وایشائے کہ دران زکوٰۃ سب محدود و محصور است پس در ماعدائے آن

ہرچہ باشد چہ خفروات و چہ جزآں زکوٰۃ نیست۔ (ص ۲۷ عرف)

یعنی جن چیزوں میں زکوٰۃ ہے وہ متعین اور محدود ہیں پس ان کے ماسوا میں خواہ وہ سبزیاں ہوں یا کچھ اور ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اور نواب و حید الزماں حیدر آبادی ان متعین کی تفصیل میں فرماتے ہیں :

« اموال النکوة الذهب<sup>(۱)</sup> والفضة<sup>(۲)</sup> والحنطة<sup>(۳)</sup> والشعير<sup>(۴)</sup>

والذرة<sup>(۵)</sup> من الحبوب والتمر<sup>(۶)</sup> والذبيب<sup>(۷)</sup> من الفواكه والعسل<sup>(۸)</sup>

والابل<sup>(۹)</sup> والبقر<sup>(۱۰)</sup> والغنم<sup>(۱۱)</sup> والجاموس<sup>(۱۲)</sup> والضان<sup>(۱۳)</sup> ولاشي ماعداها

ولو كانت للتجارة ، (ص ۲۷ كنز الحقائق)

یعنی اموال زکوٰۃ یہ ہیں :

سونا، چاندی، گیسوں، جو، مکئی، کھجور، منقع ہشید، اونٹ، گائے

بھینس، بھیڑ اس کے ماسوا میں زکوٰۃ نہیں اگرچہ وہ تجارت ہی کیلئے کیوں ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدین کا یہ مذہب اجماع امت اور جماعت اہلسنت

کے خلاف ہے۔ اسلئے کہ جن چیزوں میں زکوٰۃ ہے وہ محصور و محدود ہیں اور

ان کے ماسوا میں زکوٰۃ نہیں خواہ وہ تجارت ہی کیلئے کیوں نہ ہوں یہ غیر مقلدوں

کا شاذ مذہب ہے اور ائمہ فقہاء میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

عام فقہاء محدثین کا مذہب یہ ہے کہ جو شئی بھی سامان تجارت کی ہوگی خواہ

حکام ہو، خواہ گھوڑا ہو، خواہ سبز یاں ہوں، خواہ وہ تانبا پیتل اور کپڑے ہوں،  
 فرض جن جن سامانوں کی تجارت ہوگی ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔  
 اور یہ سلسلہ صرف کسی خاص امام اور مذہب کا نہیں ہے بلکہ اس پر امت کا  
 اتفاق اور اجماع ہے۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

.. الحمد للہ اور تمام امت کا (سوائے کچھ شاذ لوگوں کے) اس بات پر اتفاق  
 ہے کہ مال تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ خواہ تاجر مقیم ہو یا مسافر، اور  
 خواہ تاجر جان لوگوں میں سے ہو جو مال خرید کر رکھ لیتے ہیں کہ جب بھلاؤ  
 بڑھے گا تو اسکو فروخت کریں گے یا وہ تاجر دوکاندار اور روزانہ کا کاروبار کرتا  
 ہو، اور خواہ وہ سامان سونا چاندی کی قسم کا ہو یا پہننے کا سامان ہو یا غلہ وغیرہ  
 ہو، یا وہ سامان از قسم سیوہ بات ہو، یا سالن وغیرہ کی قسم کی کوئی چیز ہو یا  
 جانور ہوں جیسے غلام گھوڑے خچر گدھے بکری وغیرہ، خواہ وہ جانور لیسے  
 ہوں کہ ان کو گھر سے چارہ دیکر پالا جاتا ہو یا وہ باہر چرنے والے جانور ہوں۔  
 مسئلے کہ تجارت شہریوں کے اموال یا طنہ کا غالب حصہ ہیں جیسے جانور

اموال ظاہری کا غالب حصہ ہیں۔۔ (فتاویٰ مبینہ ص ۲۲)

یہ ہے ابن تیمیہ کا مسلک جو سلفیوں کے امام ہیں، اور جن کے مقابلہ میں غیر مقلدین  
 بڑے بڑے امام کو بھی انگوٹھا دکھا دیا کرتے ہیں، اور ان غیر مقلدین کے نزدیک  
 بوقت حاجت ابن تیمیہ کا کہا اور ان کا فرمان پتھر کی لکیر ہوتا ہے۔

غیر مقلدین بھی عجب شے ہیں، دعویٰ تو کر سکیں گے سلف کی پیروی کا اور  
 سلفیت کا ٹائٹل لگا کر عربوں سے دولت ہتھیائیں گے مگر جب ان کے اندر  
 جھانک کر دیکھو تو ان سے بڑا سلف کا مخالف ڈھونڈھنے سے بھی نہیں  
 ملے گا۔



اور دوسروں کو سنانے کے لئے اور بزرگم خویش متبع کتاب و سنت  
ہونے کیلئے یہ ضرور گائیں گے۔

حاصل عمر نثار رہ یارے کر دم  
شادم از زندگى خویش که کارے کر دم

(نکاح عمری ص ۴)

غیر مقلدین کے مذہب میں طواف بیت اشرف کیلئے وضو ضروری نہیں ہے  
بلا وضو بھی طواف جائز ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

.. ووضو قبل از طواف ثابت نشدہ .. (عرف ص ۹)

یعنی طواف کیلئے پہلے وضو بھی کیا جاتے یہ ثابت نہیں ہے۔

میری گزارش ہے کہ غیر مقلدین کا یہ مذہب تمام ائمہ فقہ کے مذہب کے خلاف  
ہے، جمہور علماء اسلام کے نزدیک طواف کرنے کے لئے حدیث الصغریٰ و اکبریٰ پاکی شرط  
ہے۔ اسلئے اگر بلا وضو اور بلا غسل طواف کرے گا تو اس کا طواف نہ ہوگا، آئیے  
دیکھیں سلف امت اور ائمہ دین کا اس بارے میں کیا مذہب ہے۔

الکافی میں حافظ ابن عبد البر امام مالک کا مسلک یہ ذکر کرتے ہیں۔

.. لان الطواف لا یجزی الا علی طہارۃ و فی ثیاب طاہرۃ ..

یعنی طواف وہی معتبر ہوگا جو پاکی کی حالت اور پاک کپڑے میں ہو۔

نیز فرماتے ہیں :

ان من طواف علی غیر وضوء فلا طواف لہ (ص ۲۶۹)

یعنی جس نے بلا وضو طواف کیا اس کا طواف نہ ہوگا۔

نیز فرماتے ہیں :

دیكون فیہا کلہا طاہرا طہارۃ کاملۃ تجوز لہ بها الصلوۃ۔

لان الطواف صلوۃ علی ما روی فی المحدث (الضام ص ۳۶)

یعنی طواف کرنے والا طواف کے تمام اشواط میں پوری پاکی کے ساتھ رہے۔

وہ اس طرح کا پاک صاف ہو جس طرح کی پاکی میں نماز درست ہوتی ہے۔ اسلئے کہ

جیسا کہ حدیث میں ہے۔ طواف (ایک قسم کی) نماز ہی ہے۔  
 اور امام کرخی حضرت امام احمد بن حنبل کا مذہب بیان کرتے ہیں۔  
 دیکھو طہارۃ فی ثیاب طہرۃ (المفتی بیروت)  
 یعنی طواف کرنے والا با وضو اور با غسل ہو اور پاک کپڑے میں طواف کرے۔  
 اور اسکی شرح میں حافظ ابن قدامہ فرماتے ہیں۔

وذلك لان الطهارة من الحدث والتجاسة شرائط لصحة الطواف  
 في المشهور عن احمد - (ایضاً)

اسلئے کہ حدث اور نجاست سے پاکی طواف کے شرائط میں سے ہے،  
 امام احمد کا مشہور مذہب یہی ہے۔  
 پھر فرماتے ہیں؛

وهو قول مالك والشافعي

یہی امام مالک اور امام شافعی کا بھی قول ہے۔

اور میں کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب بھی صحیح و جوب کا ہے۔

غرض آپ نے دیکھا کہ تمام مذاہب متبوعہ میں وضو کو طواف کے لئے  
 ضروری قرار دیا گیا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی،  
 اور امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مذہب ایسی ہی آپ نے ملاحظہ فرمایا، اور ہمیشہ  
 سے انھیں ائمہ کے متبوعین کا مسلمانوں میں سواد اعظم رہا ہے، مگر یہ غیر مقلدین  
 اس سواد اعظم سے باہر ہیں۔ اور یہ اللہ علی الجہماعة کی بشارت سے محروم۔  
 السبیل فی معرفة الدلیل جو کسی حنفی یا شافعی یا مالکی کی نہیں بلکہ  
 نجد کے ایک مشہور سلفی عالم کی کتاب ہے، اسکا یہ بیان بھی آپ پڑھ لیں۔



مجموعہ علماء قالوا بوجوب الطهارة للطواف (۲۵۰)

یعنی جمہور علماء کا قول ہے کہ طواف کیلئے طہارت ضروری ہے۔

اور اس لئے ضروری ہے کہ حضرت عائشہ کی بخاری و مسلم میں یہ روایت موجود ہے۔

عن عائشة رضي الله عنهما أن أول شيء بدأ النبي صلى الله عليه وسلم حين قدم مكة فوضأ ثم طاف بالبيت (متفق عليه)

یعنی حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے وضو کیا اور بیت اشرا کا طواف کیا۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے اس کا عنوان یہ ہے۔ باب الطواف على الوضوء، یعنی اس کا بیان کہ طواف کرنے کیلئے وضو ضروری ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خود امام بخاری بھی بلا وضو طواف کو جائز نہیں سمجھتے اور انکی دلیل حضرت عائشہ کی یہی حدیث ہے۔

اس حدیث کے علاوہ ترمذی، نسائی، ابن حبان، بیہقی اور دامی نے حضرت ابن عباس سے یہ مرفوعہ روایت کیا ہے۔

الطواف حول البيت مثل الصلوة الا انكم تتكلمون فيه فمن تكلم فلا يتكلم الا بخير۔

یعنی بیت اشرا کا طواف نماز ہی کی طرح کی عبادت ہے۔ مگر ہاں تم لوگ طواف میں بات بھی کر لیتے ہو (جبکہ نماز میں بات کرنا حرام ہے) پس جو بات کرے تو خیر کی بات کرے۔

ایک دوسری صحیح حدیث میں ہے : الطواف بالبيت صلوة۔

یعنی بیت اشرا کا طواف نماز ہے۔ (پس جس طرح نماز کیلئے پاکی اور طہارت ضروری ہے طواف کیلئے بھی ضروری ہوگی) اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان کے علاوہ اور بھی محدثین نے صحیح بتلایا ہے۔

اور ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

الطواف مصلوۃ الا ان الله احل فيه المنطق فمن نطق فلا ينطق الا بخير۔  
 یہ چند حدیثیں میں نے ذکر کی ہیں ، ان کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث کتب  
 حدیث میں موجود ہیں جن کی صحت کا انکار غیر مقلدین بھی نہیں کر سکتے۔ ان تمام  
 احادیث رسول سے یہ بات واضح ہے کہ بلا وضو طواف کرنا درست نہیں مگر غیر مقلدین  
 کی اپنی ڈنڈی اور اپنا راگ یہ ہے ۔

۔ وضو قبل از طواف ثابت نشدہ ۔

یعنی طواف سے پہلے وضو کرنا ثابت نہیں ہے ۔

احادیث رسول کے مقابلہ میں یہ جرات اللہ اکبر ، اور پھر بے حیائی یہ کہ ”ہم اہل حدیث ہیں“ ،  
 ہم سنت رسول کے متوالے ہیں ۔ ہم عاشق رسول ہیں ، ہم محمدی ہیں ، اور ہم گلزار محمدی کے  
 میلانِ نالاں ہیں ۔

غیر غیر مقلدین کی احادیث سے بیزاری کا نمونہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا اور دیکھتے  
 چلے آ رہے ہیں ، یہاں پر جو بات خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ خاں صاحب مرحوم کی اسی  
 مسئلہ کے سلسلہ میں یہ مزید گہرا فاشی ہے ، دیدہ بخت کھولے اور دیکھئے خاں صاحب  
 کیا فرما رہے ہیں ۔

۔ حدیث الطواف بالبيت مصلوۃ ضعیف است ۔

یعنی ان کے رسول کی یہ حدیث کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے ، ضعیف ہے ۔  
 حالانکہ اگر اسکو بغرض محال خاں صاحب کی رعایت میں ضعیف بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس کی  
 تائید متعدد حدیثوں سے ہو رہی ہے جن میں سے کچھ کا ذکر میں نے سطور بالا میں کیا بھی ہے ، اور  
 سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس حدیث کو بنیاد بنا کر تقریباً تمام اہل سلف کا یہ متفقہ فیصلہ ہے  
 کہ وضو طواف کیلئے ضروری ہے ۔ بلا وضو طواف نہیں ہو گا ، اور اصول میں یہ مسئلہ مصرح ہے  
 کہ جس ضعیف حدیث کو امت کی طمع بالقبول حاصل ہو وہ قابل احتجاج ہوتی ہے ، اس کو

رہنہیں کیا جاسکتا، اور کسی حدیث کا سند ضعیف ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کا متن بھی کمزور ہو۔

اما ترمذی نے اس حدیث - ایما رجل نکح امرأة قد خل بها فلا یحل له نکاح امها<sup>۱۱۱</sup> کے بارے میں فرمایا کہ - هذا حدیث لا یصح من قبل اسنادہ معنی یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے، اس پر مولانا عبد الرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں -

ای من جهة اسنادہ دان کان صحیحاً باعتبار معناه لطابقہ معنی الآية (تحدیث<sup>۱۱۲</sup>) معنی سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے اگرچہ اپنے معنی کے اعتبار سے صحیح ہے اسلئے کہ اس کا معنی آیت کے معنی کے مطابق ہے۔

ابھی نواب صاحب مرحوم کو اتنے سے بھی تسلی نہیں ہوئی وہ مزید فرماتے ہیں، فرماتے کیا ہیں غضب ڈھاتے ہیں، ناظرین نواب صاحب کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں، بخاری و مسلم کی وہی روایت جس سے امام بخاری نے طواف کیلئے وضو کو واجب قرار دیا ہے اور جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے رسول جب مکہ تشریف لائے تو سب سے پہلے اپنے وضو کیا پھر طواف کیا، اس کے بارے میں نواب صاحب فرماتے ہیں -

وضوئے آنحضرت صلعم جو فعل است متبعض بر وجوب نیست

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف سے قبل وضو کرنا محض ایک فعل ہے جو اس کے واجب ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔

سبحان اللہ، سبحان اللہ یہ ہے سلفیت یہ ہے اہلودیشیت، یہ ہے عمل بالکتاب والسنہ کا اصلی نمونہ، یہ ہے غیر مقلدون کا اصلی چہرہ۔

اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا

ظانروں پر سکر ہے میاد کے اقبال کا

۱۱۱ یعنی جس آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس سے صحبت بھی کی تو اب وہ اکی ماں سے نکاح نہیں کر سکتا۔



اے مدعیانِ عمل بالمحدیث ٹھکانو اور گاتے رہو۔

یارب مروں میں سنت خیر الوریٰ کے ساتھ  
متمش رہیں بھی کھڑا ہوں شفیع الوریٰ کے ساتھ

دیکھا آپ نے جب آدمی تقلید سے آزاد ہو جاتا ہے تو اس کا انجام کیا ہوتا ہے، اور آج کے  
زمانہ میں اپنے علم و اجتہاد کا زعم اچھے اچھے اہلِ علم کو ضلالت و گمراہی کی کیسی کیسی راہی کی سیر  
کراتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

خذوا عني مناسككم۔ مجھ سے اپنے حج کے مناسک سیکھو

اور قرآن کا ارشاد ہے خذوا ما آتاكم الله من قبل جو حضور تمہیں بتلائیں (خواہ عملاً خواہ  
قولاً) اسے تم لازم پکڑو، اور اللہ کے رسول کا ارشاد ہے۔

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أَصْلِي، جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھو اسی طرح نماز پڑھو۔

کیا قرآن کا ارشاد اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمان نوابِ صاحب کی بات کا شافی  
رد نہیں ہیں کہ آنحضور کے کسی فعل سے وجوب نہیں ثابت ہوگا۔

اگر غیر مقلدین کے ہوں کہ آنحضور کے فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا ہے کو کسی  
صحابی کسی تابعی کسی فقیہ کسی محدث کے قول سے اس کی تائید اور شہادت پیش کر دیں۔  
ایک غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں،

ایمان دار کا یہ ہے کہ قرآن و حدیث دھونڈے اور اسی پر عمل کرے، (طریقِ محمدیؐ)

اب میری ان سطور کو پڑھئے ذرا خود دیا نہ فیصلہ فرمائیں کہ غیر مقلدوں کا، طائفہ حاضرہ  
اور جن کو یہ طائفہ حاضرہ اپنا، پوپ سمجھتا ہے، وہ ایمان دار ہیں یا بے ایمان۔

بد مذہب بولے زیر گردوں کو کوئی میری سنے

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ نکاح میں گواہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ  
بڑا گواہ بھی نکاح درست ہوگا۔

خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

ولانکاح الا بولی و شہادی عدل اگر ثابت شود و بصحت رسد دلیل  
باشد آنکو اشہاد از شرط نکاح است و لکن در حدیث مقال بہت پس مستہضی  
از برائے استدلال نشود (مشاعر)

یعنی اگر حدیث لانکاح الا بولی و شہادی عدل (نکاح بغیر ولی اور دو  
گواہ کی موجودگی کے بغیر درست نہیں ہے) ثابت ہو تو اس کی دلیل بنے گی  
کہ گواہ بنانا نکاح کے شرائط میں سے ہے، لیکن اس حدیث میں کلام ہے  
اس لئے یہ قابل استدلال نہیں۔

علیٰ مان لیا کہ خافضاحب کے نزدیک یہ حدیث قابل استدلال نہیں  
مگر کیا ذخیرہ احادیث میں اس مسئلہ کے سلسلہ کی یہی ایک حدیث ہے،  
ترمذی میں حضرت ابن عباس کی یہ حدیث بھی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: البغایا اللاتی ینکحن  
النفہن بغیر بیئہ۔ (رد المحتار)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ عورتیں زانیہ ہیں جو بلا  
شاہد خود نکاح کر لیتی ہیں۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے غیر محفوظ قرار دیا ہے، یہ حدیث ابوالاعلیٰ کی  
سند سے ہے اور ابوالاعلیٰ ثقہ راوی ہیں، مگر اس پر امام ترمذی کا کلام یہ ہے  
کہ ابوالاعلیٰ کبھی اسکو مرفوع نقل کرتے ہیں اور کبھی موقوف اسلئے صحیح حدیث

ابن عباس کی وہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ لا نکاح الا ببینۃ یعنی بلا شاہد نکاح درست نہیں۔

پس اگر کسی وجہ سے اوپر والی حدیث میں کلام ہے تو حضرت ابن عباس کی یہ دوسری حدیث تو خود امام ترمذی کے نزدیک صحیح ہے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ نکاح میں شاہد کا ہونا ضروری ہے۔

مگر میں کہتا ہوں کہ اوپر والی حضرت ابن عباس کی حدیث بھی صحیح ہے، اور اس پر جو امام ترمذی نے کلام کیا ہے کہ ابوالاعلیٰ کبھی اس کو مرفوع نقل کرتے ہیں اور کبھی موقوف اس وجہ سے وہ غیر محفوظ ہے، اس کا جواب ابن تیمیہ نے المنقذ میں یہ دیا ہے۔

هذا لا يقدح لان عبد الاعلى ثقة فيقبل رفعه - وزيادته

وقد يرفع الراوى وقد يقفه (تحفة الاحوذى ج ۱ ص ۱۸۱)

یعنی یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے اس لئے کہ عبد الاعلیٰ ثقہ ہیں اسلئے ان کا مرفوع حدیث کو ذکر کرنا اور اتنی زیادت قبول کی جائیگی اور راوی کبھی ایک ہی حدیث کو مرفوع ذکر کرتا ہے اور کبھی موقوف۔

غرض جو حدیث ابن عباس سے ان الفاظ سے مروی ہے۔ لا نکاح الا ببینۃ۔ وہ بھی صحیح ہے، جیسا کہ امام ترمذی فرماتے ہیں اور جو حدیث عبد الاعلیٰ کی سند سے ان سے مروی ہے وہ بھی صحیح ہے جیسا کہ ابھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بیان سے معلوم ہوا، اور جب یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں تو پھر اس سے استدلال درست ہے اور اس کا انکار حرام اور ناجائز ہے۔

غیر مقلدوں کا عجیب حال ہے کہ ذرا سا ان کو کوئی حیلہ ملتا ہے وہ بلا تکلف ثابت اور صحیح حدیث تک کا انکار کر دیتے ہیں، اور ان کو اس میں ذرا بھی تردد اور توقف نہیں ہوتا ہے، اور الزام دیں گے مقلدوں کو کہ وہ حدیث کے بجائے



قیاس اور ائمہ کے اقوال کی پیروی کرتے ہیں۔

ان دونوں حدیثوں کے علاوہ المستقیٰ ہی میں حافظ ابن تیمیہ نے حضرت امام احمد بن حنبل کی سند سے عمران بن حصین کی درج ذیل حدیث بھی ذکر کی ہے۔

عن عمران بن حصین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

لأنکاح الابولی وشاہدی عدل (تحفہ ج ۲ ص ۱۴۸)

یعنی حضرت عمران بن حصین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بلا دلی اور دو گواہوں کی موجودگی کے نکاح درست نہیں ہے۔

اسی حدیث کے بارے میں نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں، لیکن امام صاحب کے استاذ اور غیر مقلدوں کے بیٹھائے اعظم امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔

هذا دان كان منقطعاً فان أكثراهل العلم يقولون به

(تحفہ ج ۲ ص ۱۴۸)

یعنی حدیث اگرچہ منقطع ہے مگر اکثر اہل علم کا یہی مذہب اور وہ اسی کے قائل ہیں۔

بہر حال جس مسئلہ کو غیر مقلدوں نے محض اس وجہ سے ناقابل التفات گردانا کہ اس سلسلہ کی ایک حدیث میں ایک راوی مبتدک آگیا ہے، اور انہوں نے اس مسئلہ کی مؤید دوسری تمام احادیث سے آنکھیں میچ لی ہیں اسی مسئلہ کے بارے میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ بقول علامہ شوکانی یہی عام اور اکثر اہل علم کا مذہب ہے اور امام ترمذی بھی وہی کہہ رہے ہیں جو شوکانی کا بیان ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں۔

والعمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ومن بعدهم من التابعین وغیرہم قالوا لا نکاح الا بشہود۔

(تعضفہ ۲۳ ص ۱۷۸)

یعنی اس پر اکثر اہل علم صحابہ تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کا عمل ہے کہ نکاح بلا شاہد کے درست نہیں۔

غیر مقلدوں کی انتہا پسندی حدیث سے بے زاری اور جمہور سے اختلاف کا شوق اور صحابہ کرام و تابعین عظام نے احادیث کی روشنی میں جو مذہب اختیار کیا ہے اس کے بارے میں ان کا زاویہ منکر آپ ملاحظہ فرمائیں۔

اسی ایک بات سے غیر مقلدوں کی غیر مقلدیت کی حقیقت اور ان کے اہل حدیث ہونے کے انسانی ادعا کا پتہ چلتا ہے۔

اللہ اکبر! جس بات پر صحابہ و تابعین اور امت کے اکثر اہل علم کا اتفاق ہے غیر مقلدین اس کے مستکر ہیں، اسلئے کہ ان کو اس مسئلہ کی ایک حدیث میں کچھ کمزوری نظر آگئی اور کمزوری کا یہ بہانہ حدیث کے رد کر دینے کے لئے کافی ہو گیا، گویا ساری امت کی نگاہ سے یہ کمزوری اور جھل رہی ہے، نہ صحابہ و تابعین کو اس حدیث کی کمزوری کا پتہ چلا اور نہ ائمہ فقہ و حدیث کو، اس کا انکشاف ہوا تو صرف غیر مقلدوں کو، اسلئے کہ حدیث کی پرکھ تو صرف آج کے انھیں مدعیانِ عمل بالحدیث کو ہے۔

اب میں کہتا ہوں کہ اس طرح کی کمزوری کسی حدیث میں ایک نہیں دس بھی ہو تو اگر امت نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور صحابہ و تابعین کا اس پر عمل رہا ہے تو وہ حدیث مقبول ہی قرار پائے گی اسلئے کہ اس حدیث پر امت کا اجماعی عمل یا امت کی اکثریت کا عمل یہ خود سب سے بڑی دلیل ہے کہ حدیث کی سند اگرچہ کمزور صحیح مگر اس کا مضمون درست ہے۔

اور محدثین کا یہ بھی اصول ہے کہ :

اذا اجتمعت احادیث ضعیفة فهو يدل على انه اصلا

(تحفہ ۱۴ ص ۲۹)

یعنی اگر کئی حدیثیں (ایک ہی مضمون کی) ضعیف ہوں تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی اصل ہے۔

یہاں اس حدیث (یعنی عمران بن حصین والی حدیث) کی مؤید کئی ضعیف نہیں صحیح احادیث موجود ہیں، اور اس پر صحابہ و تابعین کا تسال مستزاد۔  
اس لئے غیر مقلدین کی کسی طرح کی بہانہ بازی یہاں کام نہیں دے سکتی

بحولہ شتری سخن اہل دل مگو کہ خطا ست

سخن شناس نہ دلبر خطا ایہ نجاست



## مسئلہ -

غیر مقلدوں کے یہاں جمعہ کے لئے نہ امام کی شرط ہے، نہ شہر کی نہ مسجد جامع کی نہ کسی متعین عدد کی بلکہ جمعہ ہر جگہ اور ہر حال میں جائز ہے۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

وراشترط امام و منصر جامع و مسجد جامع و حمام و حضور جہا کس یا زیادہ  
تا چہل و جزاں کہ اہل فروع بذکرش پروا نہ اند حدیث خرافہ بیش نیست  
(عرف ص ۱۱)

یعنی اہل فقہ نے جمعہ کیلئے امام اور شہر اور مسجد جامع اور حمام اور چار شخص  
سے چالیس افراد تک کی جمعہ کی صحت کیلئے جو شرط لگائی ہے وہ سب بکواس سے  
زیادہ نہیں ہے۔

لیکن جن کی نگاہ کتاب و سنت پر ہے ان کے نزدیک حق بات یہ ہے کہ خود  
غیر مقلدوں کی بکواس ہے۔ اور جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے صحابہ تابعین ائمہ کتاب  
و سنت میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو صحت جمعہ کے لئے مذکورہ شرطوں میں سے  
کسی نہ کسی شرط کا قائل نہ ہو۔ غیر مقلدوں کی یہ عمومی عادت ہے کہ وہ سلف  
اور اکابر امت کے بارے میں بدزبانی کرنے میں بڑے بے باک اور جری ہوتے ہیں۔  
دیکھئے امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مذہب جمعہ کے شرائط کے  
بارے میں کیا ہے۔ المعنی میں ان کا مذہب یہ مذکور ہے۔

«اذالم یکن فی القریۃ اربعون رجلاً عقلاً علم تجب علیہم

الجمعة (جامع ص ۳۲)

یعنی اگر کسی بستی میں چالیس صاحب عقل آدمی نہ ہوں تو ان پر جمعہ واجب نہیں  
اور اسی المعنی میں یہ بھی مذکور ہے۔

ان الجمعة تجب بسبعة شرائط ، احداها ان تكون في قرية  
والثاني ان يكونوا اربعين رجلا (ايضا)

یعنی جمعہ کے واجب ہونے کے لئے سات شرطیں ہیں ، ایک یہ کہ جمعہ  
بستی میں ہوگا اور دوسرے یہ کہ اس بستی میں جمعہ پڑھنے والے کم از کم چالیس آدمی  
ہوں ۔ اور اسی المعنی میں یہ بھی ہے ۔

۔ وهذا قول اکثر اهل العلم  
اور یہی اکثر اہل علم کا مذہب ہے ۔  
نیز المعنی میں یہ بھی ہے ۔

فاما اهل الحنابلة فيبيات الشعر والحركات فلا الجمعة عليهم (م٢٢)  
یعنی جنکی آبادیاں خیموں میں ہو اور بال اور اون کا گھر بنا کر رہتے ہوں  
یا جن کا قیام کسی ایک جگہ نہیں ہوتا ان پر جمعہ واجب نہیں ہے ۔  
اور یہ جو جمعہ کیلئے چالیس آدمی کی شرط والی بات ہے اس کے بارے میں  
المعنی ہی میں ہے ۔

۔ وهو مذاهب مالک والشافعي

یعنی یہ سی امام مالک اور امام شافعی کا بھی مذہب ہے ۔

اور جمعہ ہی کے سلسلہ میں حافظ ابن عبد البر کا یہ بیان بھی پڑھ لیجئے جو امام  
اہل مدینہ حضرت امام مالک کا مسلک بیان کر رہے ہیں ۔ فرماتے ہیں ۔  
صلوة الجمعة فاضحة على كل من في مصر (الکافی ص ۲۲۸)  
یعنی حضرت امام مالک کے نزدیک جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو شہر  
میں رہتا ہو ۔

دیکھئے اس میں صاف یہ قید مذکور ہے کہ جمعہ کی نماز اس پر واجب ہے جو  
شہر میں رہتا ہو ، معلوم ہوا کہ امام مالک کے نزدیک دیہات والوں پر جمعہ

واجب نہیں ہے۔

اور اسی الکافی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بڑی بستی کا حکم جمعہ کے سلسلہ میں شہر کا حکم ہے، یعنی اگر بستی بڑی ہو تو اس بستی والوں پر بھی جمعہ واجب ہوگا اور بڑی بستی امام مالک کے نزدیک وہ قرار پائے گی جس میں بازار جامع مسجد گلیاں اور کم از کم جمعہ کی نماز پڑھنے والے ہیں آدمی ہوں۔

وتعجب الجمعة ايضا على اهل القرى اذا كانت القضاة كبدية  
فلها سوق وجامع وازقة وعدد تقام به الجمعة عشرون۔

(ص ۲۱۹)

یعنی جمعہ دیہات والوں پر بھی واجب ہوگا بشرطیکہ وہ دیہات بڑا ہو جس میں بازار ہو، جامع مسجد ہو، گلیاں ہوں، اور جمعہ پڑھنے والے کم از کم بیس ہوں۔ اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما بھی جمعہ کی صحت کے لئے مصر اور جامع مسجد کی شرط لگاتے تھے۔

بلکہ اگر کسی کو اللہ نے قرآن مجید کی نعمت عطا کی ہو تو وہ خود قرآن کے بیان سے سمجھ لیگا کہ جمعہ دیہات والوں پر فرض نہیں ہے۔ جمعہ کے سلسلہ میں قرآن کا ارشاد ہے۔  
يا ايها الذين امنوا اذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله  
وذروا البيع ذلكم خير لکم ان کنتم تعلمون فاذا قضيت الصلاة فانتشروا  
في الارض وابتغوا من فضل الله۔

(ترجمہ) اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت، یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے۔ پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا۔

اس آیت کریمہ میں ایک عام آدمی بھی (اگر وہ ذرا بھی صاحب ذوق اور صاحب فہم ہے) اگر غور کرے گا تو اسے یہ معلوم کرنے میں ذرا بھی دقت نہ ہوگی کہ جو چھوڑ دو



خرید و فروخت ، کہا جا رہا ہے یا یہ کہ جمعہ کی نماز کے ختم ہونے کے بعد دین میں پھیل کر پھر جو روزی تلاش کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے تو خرید و فروخت اور روزی کے تلاش کرنے کا بطور خاص ذکر یہ واضح اشارہ ہے کہ جمعہ ان جگہوں میں ہوتا ہے جہاں آدمی روزی تلاش کر سکے اور جو خرید و فروخت کا مرکز ہو، اور ظاہر بات ہے کہ یہ دونوں باتیں شہر کو حاصل ہیں نہ کہ دیہات کو۔

غرض خود اللہ تعالیٰ نے وجوب جمعہ کے لئے شہر ہونے کا واضح اشارہ فرمادیا ہے۔ اب ناظرین غور فرمائیں کہ غیر مقلدوں کی یہ کمتنی بڑی جسارت ہے کہ وہ خود تو کتاب اللہ، جمہور امت اور صحابہ کرام کی مخالفت کریں گے اور شاذ رائے اور مذہب اختیار کریں گے اور دوسری طرف جو مذہب صحابہ کرام اور جمہور امت کا ہوگا حتیٰ کہ جس کی طرف قرآن کا خود واضح اشارہ موجود ہوگا اسکو بکواس بتلائیگی اس سے بڑھ کر بلا دینی اور بد مذہبی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

ان غیر مقلدوں کے کوئی پوچھے کہ تمہاری دشمنی امام اعظم امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے تو اظہر من الشمس ہے، اور تم ان کے بارے میں جو کچھ کہتے ہو ہم تمہاری ان دشنام طرازیوں کے عادی بھی ہو چکے ہیں مگر کیا تمہاری بے شرمی اور بے حیائی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ نہ صرف امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبل اور فخر اہل مدینہ حضرت امام مالک اور عزت فقہاء و محدثین حضرت امام شافعی بلکہ صحابہ کرام میں سے حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں بھی اتنے بے لگام ہو چکے ہو کہ ان کا جو مذہب اور جو قول ہے اس کو تم بکواس سے تعبیر کرتے ہو اور اس کو حدیث خرافہ قرار دیتے ہو۔ کاش تمہاری نگاہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اس فرمان پر ہوتی۔

فلا ينبغي للناس ان يعدلوا من طريق السلف فانه افضل واكمل

(فتاویٰ ج ۲۲ ص ۳۲۳)

یعنی لوگوں کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ سلف کے طریقہ سے پھر جائیں اسلئے کہ

طریقہ انھیں کا افضل اور اکمل ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ کو تو غیر مقلدین اپنا سلف کیوں بنائیں گے مگر اب معلوم نہیں کہ ان کے نزدیک حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام ابو حنیفہ احمد بن حنبل اور صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی بھی سلف میں سے ہیں یا نہیں؟

کسی سے اختلاف تو کیا جاسکتا ہے، مگر سلف کے بارے میں بدزبانی ناقابل برداشت ہے۔ اور اس بدزبانی کا نتیجہ یہ ہے کہ غیر مقلدین علم و کمال میں کتنے بھی آگے ہو جائیں ان کا چہرہ بے نور رہتا ہے، علم کی پاکیزگی اور تقویٰ اور ورع کا کوئی اثر ان کے چہروں پر ظاہر نہیں ہوتا ہے، یہ خدا کی ایک ایسی پھٹکار ہے جس سے وہ قیامت تک چھوٹنے والے نہیں ہیں۔

بہر حال ناظرین ازراہ انصاف غور فرمائیں کہ سلف کا متبع کون ہے؟ غیر مقلدین جو جمعہ کے فرض ہونے کے لئے کسی بھی شرط کے قائل نہیں ہیں۔ یا وہ جو واجب جمعہ کو کچھ شرائط کے ساتھ واجب ہونے کے قائل ہیں۔

## مسئلہ :

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ شیعوں نے جو اذان میں حی علی الصلوٰۃ کی جگہ حی علی خیر العمل کو اپنا شعار بنالیا ہے، اس پر انکار نہیں کرنا چاہئے۔ اور چونکہ یہ کلمہ بھی مرفوع اور صحیح حدیث سے ثابت ہے اسلئے اسکو تسلیم کر لینا چاہئے۔  
خانصاحب لکھتے ہیں :

و شیعوہ در اثبات حی علی خیر العمل حد بسیار دارند تا آنکہ ایں تشوہ را از اعظم شعارات گردانیدند و نافی آن جستاد و در تبدیع آن وارد دوازده حواشیات می انگارند ، و با آنکہ در اینجا امر مہین و خطب سیرست چہ مسئلہ اجتہادی و ظنی است بر مہین از منکر و مثبت نکر نیست ، و انصاف آنست کہ از وجہ صحیح مرفوع ثابت شدہ واجب القبول باشد۔  
(عرف ص ۲۳)

یعنی شیعہ حی علی خیر العمل کے ثابت کرنے میں پورا زور صرف کرتے ہیں حتی کہ وہ اسکو اپنے مذہب کا شعار عظیم سمجھتے ہیں، اور اس کا جو منکر ہے (یعنی اہلسنت و الجماعت) وہ اسکو بدعت قرار دینے میں کوشاں رہتا ہے، اور اسکو سخت قسم کی بدعت قرار دیتا ہے۔

لیکن چونکہ یہ مسئلہ اس اعتبار سے بہت معمولی ہے کہ یہ اجتہادی اور ظنی ہے اسلئے اس کا جو انکار کرے اس پر بھی کوئی نیکی نہیں اور اس کا جو اثبات کرے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔

اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جو چیز بھی صحیح طور پر اور مرفوع طریق سے ثابت ہو اسکا قبول کرنا واجب ہوتا ہے۔

خانصاحب بھوپالی کی یہ عبارت بڑی پر فریب ہے، ایک طرف تو وہ اس مسئلہ کو



اجتہادی قرار دے رہے ہیں، اور دوسری طرف یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ جو مسئلہ صحیح اور مرفوع حدیث سے ثابت ہو وہ واجب القبول ہوتا ہے۔ آخر خانصاحب کہنا کیا چاہتے ہیں؟ کیا شیعوں کا یہ مسئلہ اور یہ شعار کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اس کو قبول کرنا واجب ہے اور اس پر انکار کرنا حرام؟ ذرا خانصاحب کھلیں اور صاف صاف جودل میں ہے وہ کہیں، اہل دیانت اہل تقویٰ اہل علم چوری پیچھے بات نہیں کرتے ہیں اور فریب دینے کو حرام سمجھتے ہیں۔

ابھی اس طویل عبارت کے لکھنے پر خانصاحب کو اطمینان نہیں ہوا اسلئے اب وہ اپنی بات عربی میں سمجھاتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

ومن انصف عن نفسه وقف عند هذا بلا تطويل ولا تقويل ولا تشيع ولا تبشيع.

یعنی جو انصاف کو کام میں لائے گا وہ اسی حد پر رہے گا نہ وہ لمبی چوڑی بات کرے گا اور نہ وہ اس مسئلہ کو بہت اچھا لکریاں کرے گا اور نہ وہ کسی پر لعن طعن کرے گا اور نہ وہ اسکو بُرے انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کرے گا۔ جو لوگ نہیں جانتے ہیں وہ یہ پیارے کیا جانیں مگر جو لوگ جانتے ہیں وہ خوب سمجھ رہے ہیں کہ خاں صاحب نے اپنی عربی کی اس مختصر سی عبارت میں کیا کہہ ڈالا ہے۔ اور کیسا زہر سمویا ہے، اور ان کے عظام محمد بن کرام فقہائے امت اور علمائے اہلسنت وجماعت کو کن کن الزاموں سے مستہم کیا ہے۔

یہ معلوم ہے کہ شیعوں کے اس شعار کی مخالفت کرنے والے محمد بن فقہاء اور تمام اہلسنت وجماعت کے علماء از سلف تا خلف ہیں، اب گو یا خاں صاحب کا ان تمام محدثین فقہاء علماء پر یہ الزام ہے کہ انھوں نے شیعوں کے اس شعار یعنی اذان میں، حتیٰ علیٰ غیر العمل بہا انکار کر کے انصاف کا جنازہ نکال دیا ہے۔ جو بات بہت معمولی تھی اس کو بہت بڑھا چڑھا کر اور بڑی لمبی چوڑی کر کے پیش کیا ہے۔

انہوں نے اس مسئلہ کو خواہ مخواہ اچھالا اور مہولہ بنا دیا ہے اور انہوں نے بلاوجہ شیعوں پر لعن طعن کیا ہے حتیٰ کہ انہوں نے اس شعار کی برائی بیان کرنے میں حد سے تجاوز کیا ہے۔

یہ ہیں وہ گندے الزامات جو خاں صاحب بھوپالی نے جن کو غیر مقلدوں کی صفت میں مجددیت کا مقام حاصل ہے تمام اہلسنت کے علماء وائمہ و محدثین و فقہاء پر نفس کشیوں سے تعلق اور ہمدردی کی بنا پر لگایا ہے۔

خیر یہ تو خاں صاحب کا عمل تھا، اب آئیے دیکھئے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اس شعار و انقض کے بارے میں کیا فرمان ہے۔

امام ابن تیمیہ رافضیوں کے اس الزام کا کہ حضرت عثمان نے اپنی طرف سے جمعہ کی اذان اول کو اسلام میں داخل کر دیا اور تمام شیعوں نے اس کو قبول کر لیا ہے۔ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

ثم من العجب ان الرافضة تنكر شيئا فعله عثمان بمشهاد  
من الانصار والمهاجرين ولم ينكروا عليه وتبعه المسلمون كلهم  
عليه في اذان الجمعة وهم قد اذوا في الاذان شعارا لم يكن  
يعرف على عهد النبي صلى الله عليه وسلم ولا نقل احد ان النبي  
صلى الله عليه وسلم امر بذلك في الاذان وهو قولهم حتى  
على خيرا العمل . (منهاج السنة مبين)

پھر تعجب کہ روافض ایک ایسی بات کا انکار کرتے ہیں جس کو حضرت عثمان نے انصار و مہاجرین کی موجودگی میں کیا اور اذان میں اس پر تمام مسلمانوں کا عمل رہا (۱) اور خود ان روافض نے اذان میں ایک ایسے شعار کا اضافہ کیا ہے۔

(۱) لیکن غیر مقلدین بھی شیعوں کی طرح اس اذان کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ اس پر فقہیوں ابن تیمیہ

جس کا وجود نہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا اور نہ کسی نے نقل کیا ہے کہ  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا تھا، اور یہ شعار روافض کا اذان میں  
حی علی خیر العمل، کہنا ہے۔

نیز ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

وَنَحْنُ نَعْلَمُ بِالْأَخْطَاءِ أَنَّ الْإِذَانَ الَّذِي كَانَ يُؤَدَّنُ بِهِ بِلَالُ  
وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ وَالْمَحْذُورِ  
بِمَكَّةَ وَسَعْدُ الْقُرْظِ فِي قِبَالِهِ يَكُنْ فِيهِ هَذَا الشَّعَارُ الْوَاقِفِيُّ، وَلَوْ كَانَ

فِيهِ لَنَقَلَهُ الْمُسْلِمُونَ وَلَمْ يَهْمَلُوهُ۔ (ایضاً)

یعنی ہم قطعی طور پر یہ جانتے ہیں کہ حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم جو اذان  
مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مدینہ طیبہ میں دیتے تھے اور جو اذان حضرت ابو محمد  
مکہ مکرمہ میں دیتے اور جو اذان حضرت سعد قرظ قبایم دیتے تھے اس اذان میں رافضیوں  
کے اس شعار کا وجود نہیں تھا، اگر اس کا وجود ہوتا تو مسلمان اسکو ضرور نقل کرتے  
اور اسکو نظر انداز نہ کرتے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جس رافضی شعار کی اس شدت کے ساتھ نفی  
اور اسکی نفی کر رہے ہیں غیر متقلدین محض رافضیوں سے اپنا تعلق ظاہر جتانے کیلئے اس  
رافضی شعار کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ صحیح اور مرفوع حدیث سے ثابت ہے اگرچہ  
کہنے کا انداز

صاف پیچھے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

کا ہے۔

تمام صحابہ مہاجرین انصار اور بعد کے سارے مسلمانوں کا عمل قرن اول سے آج تک رہا ہے۔  
اور کسی مسلمان نے بھی اس اذان کا انکار نہیں کیا۔



میں نے اپنی عربی کتاب وقفۃ مع اللامذہبیۃ میں کچھ تفصیل سے یہ  
 بتلایا ہے کہ غیر مقلدین بہت سے مسائل اور اعتقادات میں شیعوں کے  
 ساتھ موافقت رکھتے ہیں۔ اہل علم اس کتاب کا مطالعہ کریں۔

مسئلہ :

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ وضو میں ڈاڑھی کا خلل کرنا درست نہیں ہے، اور اس سلسلہ کی جتنی بھی حدیثیں ہیں وہ سب ناقابل استدلال اور کمزور ہیں۔ نواب صاحب بھوپالی لکھتے ہیں :

واعادیت فعل تکمیل لمحیہ خالی از متعال نیست (عرف ص ۳)

یعنی ڈاڑھی میں خلل کرنے سے متعلق جو احادیث ہیں وہ کلام کے خالی نہیں ہیں (یعنی یہ حدیثیں اس لائق نہیں ہیں کہ ان سے وضو میں ڈاڑھی کا خلل مستنون ہونے پر استدلال کیا جاسکے۔

ایک طرف غیر مقلدوں کا زعم یہ ہے کہ وہ حدیث کے خلاف کوئی بات مانتے نہیں ہیں اور ان کا کوئی عمل خلاف حدیث نہیں ہوتا، اور دوسری طرف احادیث رسول کے سلسلہ میں انکی جرأت کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی رائے اور اپنی طبیعت کے جس حدیث کو چاہتے ہیں رد کر دیتے ہیں۔

وضو میں ڈاڑھی کے خلل کے سلسلہ کی یہ حدیث جامع ترمذی میں ہے۔  
عن حسان بن بلال، قال ما أبت عمار بن یاسر، قرضاً فخلل لحیته  
فقیل له اذ قال نقلت له اتخلل لحیتك قال وما يمنعني وقد ما أبت  
رسول الله صلى الله عليه وسلم يخلل لحيته۔

یعنی حسان بن بلال فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عمار بن یاسر نے وضو کیا تو ڈاڑھی میں خلل بھی کیا، تو ان سے پوچھا گیا، یا انھوں نے یوں کہا کہ میں نے خود ان سے پوچھا کہ کیا آپ ڈاڑھی میں خسلال بھی کرتے ہیں۔ تو انھوں نے فرمایا۔ مجھے ڈاڑھی میں خلل کرنے سے کون سی چیز مانع بنے گی جب کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اپنی ڈاڑھی میں خلل کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنی سے روایت ہے۔

عن عثمان بن عفان ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخلل

بجھتہ۔ (رواہ الترمذی)

یعنی حضرت عثمان غنی سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی  
ڈاڑھی میں خلل کر لے تھے۔

امام ترمذی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: "ہذا حدیث  
حسن صحیح"۔ یعنی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور ان احادیث کو ذکر کر کے امام ترمذی فرماتے ہیں،

وقال بهذا اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ومن بعدهم۔

یعنی صحابہ کرام اور بعد کے لوگوں میں سے بیشتر اہل علم کا یہی مذہب ہے،  
وضو اور غسل میں ڈاڑھی میں خلل کرنا فرض ہے، واجب ہے یا سنت اس میں  
تو علماء اہل سنت کے درمیان اختلاف ہے مگر ان سب کے درمیان تو مشترک  
یہ ہے کہ ڈاڑھی میں خلل کرنا سب کے نزدیک کم از کم مستنون اور مشروع ہے۔  
اور یہی وجہ ہے کہ ابن عربی فرماتے ہیں:

والحدیث یدل علی مشروعیۃ تخلیل اللحیۃ فی الوضوء (تحفۃ میمنہ)

یعنی اس حدیث میں اسکی دلیل ہے کہ وضو میں ڈاڑھی میں خلل کرنا مشروع ہے۔  
غیر مقلدوں کے تعلقاً باحدیث کا اندازہ اس کے کتاب ہے کہ جس حدیث  
کو محدثین صحیح قرار دے رہے ہیں اور جس کی بنیاد پر عام اہل سنت و الجماعت  
کا مسلک یہ ہے کہ ڈاڑھی میں خلل کرنا وضو اور غسل میں مشروع ہے وہ حدیث  
غیر مقلد فرقہ کے نزدیک ناقابل احتجاج و ناقابل عمل ہے۔

غیر مقلدوں میں اور مستکرین حدیث میں کتنا فاصلہ رہا ہے اس کا فیصلہ



ما نظر میں خود کر لیں۔

کاش غیر مقلدین اس حقیقت کو اب بھی سمجھ لیں کہ اہلسنت، اہلحدیث  
سلفی وغیرہ القاب پر قبضہ کر لینا اور اپنی چار دیواری میں خوش ہو لینا اور بات  
ہے اور اپنے غیر مقلد ان مسائل کو لے کر کتاب و سنت پر عمل کرنا اور بات ہے۔

مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے۔  
مال صاحب بھویالی فرماتے ہیں۔

وحدیث امر بالتجار ورمال یتامی استاذ کو تشنخورد بخت نمی ارز دوم چنین  
در آثار مرویہ از صاحب بحث یتیم، (ص ۱۷۷)

یعنی وہ حدیث جس میں یتیموں کے مال میں تجارت کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ  
اسکو زکوٰۃ نہ کھائے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یتیموں کے مال میں زکوٰۃ ہے) قابل  
بحث نہیں ہے، اور اسی طرح اس سلسلہ میں جو آثار صحابہ سے مروی ہیں وہ بھی  
لافت استنباط نہیں ہیں۔

لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مذہب کے خلاف ہے۔  
ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وتجب التزکوۃ فی مال الیتامی عند مالک واللیث والشافعی واحمد  
وابن ثور وهو ما روی عن عمرو وعائشۃ وعلی وابن عمر وجابر رضی اللہ عنہم  
قال عمرو ان تجردانی مال الیتامی لاتاکلفنا التزکوۃ وقالت عائشۃ ایضا  
ودروی ذلک عن الحسن بن علی وهو قول عطاء وجابر بن زید وہ جاهد  
وابن مسیرین۔ (فتاویٰ مبہرۃ ۱/۱۸۶)

یعنی یتیموں کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی یہی مذہب امام مالک امام لیث  
امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا ہے اور یہی مذہب ابو ثور کا بھی ہے، اور یہی  
مذہب حضرت عمر حضرت عائشہ حضرت علی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم  
کا بھی ہے۔

حضرت عمر فرماتے تھے کہ یتیموں کے مال میں تجارت کیا کرو تاکہ اسکو زکوٰۃ نہ کھائے

اور یہی بات حضرت عائشہ بھی فرماتی تھیں، اور اسی قسم کی بات حسن بن علی سے بھی مروی ہے اور یہی مذہب حضرت عطاء بن ابی رباح بن زید الدلمی سیرین کا بھی ہے۔ یہ غیر مقلدین اپنے کو سلفی کہتے ہیں، اگرچہ ان کے آباء و اجداد میں سلفی نام کا کوئی منظر نہیں آتا، یہ صحابہ و تابعین کی جماعت اور یہ ان کے شاگرد، امام مالک امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ان کے علاوہ تمام وہ لوگ جن کا نام ابن تیمیہ یہاں لے رہے ہیں علوم نہیں ان غیر مقلدوں کے نزدیک ان کا شمار سلف میں ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تب تو غیر کوئی بات نہیں، اور اگر ہے تو پھر یہ غیر مقلدین کیسے سلفی ہیں جو سلف کی اتباع سے بیزار ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے کہ یتیموں کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ لیکن غیر مقلدین کو حضرت امام ابو حنیفہ سے جو روبرو دشمنی ہے وہ کھلی حقیقت ہے اسلئے ان کی اتباع اور ان کی تقلید میں تو ان کا یہ مذہب ہو گا نہیں، اس سلسلہ میں خود ان کے پاس کوئی مضبوط دلیل ہو گی، یہ دلیل غیر مقلدوں کو پیش کرنی چاہئے۔ غیر مقلدوں کی جرأت قابل داد ہے کہ وہ بلا تامل صحیح حدیث کو رد کر دیتے ہیں اور کہہ دیں گے کہ وہ قابل حجت نہیں، اگر حدیث صحیح ہے تو پھر قابل حجت اور قابل قبول کیوں نہیں؟

حضرت امام ترمذی اسی مسئلہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں

باب ما جاء في زكوة مال اليتيم.

یعنی یہ باب اسی سلسلہ کا ہے کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم خطب

الناس فقال: يا أيها الناس، ما من شيء أحب إلي من أن يتركه حتى تأكله الصدقات

یعنی عمرو بن شعیب اپنے راویوں کے بواسطہ اپنے باب روایت کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا آگاہ رہو، جو شخص



یتیم کی سرپرستی کرتا ہے، اور اس یتیم کے پاس مال بھی ہے، تو اس سرپرست کو یتیم کے مال میں تجارت کرنی چاہئے اور وہ اس کا مال یوں ہی چھوڑے نہ رکھے کہ اس کا مال زکوٰۃ سے ختم ہو جائے۔

اس واضح اور صریح ارشاد نبوی کے ہوتے ہوئے جبکہ سند اس حدیث میں کسی طرح کا غیر مقلدوں کو کلام بھی نہیں ہے، کسی مدعی حدیث کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مولانا کے اس ارشاد سے من موڑے اور اس کو حدیث کے حکم و علی کے رتبہ سے کم کر دے۔

اور لطف یہ ہے کہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبد الرحمن مبارکپوری نے بغیر یہ جانے ہوئے کہ مجدد و غیر مقلدیت نواب صاحب بھوپالی غیر مقلدوں کا مذہب یہی کتاب میں کیا لکھ چکے ہیں اضافہ کے رد کے جوش میں آتا بڑا اور غیر عالمانہ دعویٰ کر ڈالا۔

قلت لم یثبت عن احد من الصحابة رضی اللہ عنہم بسند صحیح عدم القول بوجوب الزکوٰۃ فی مال الصبی۔ (تعقہ بیہ)

یعنی میں کہتا ہوں کہ کسی بھی صحابی سے صحیح سند سے یہ ثابت نہیں ہے کہ بچے کے مال میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

اب معلوم نہیں خاں صاحب بھوپالی کو مولانا مبارکپوری نے جو انکشاف کیا ہے اسکی اطلاع تھی یا نہیں۔

اب دیکھئے جو ہم کو سیدھی سڑک سے جنت الفردوس پہنچانے کا ٹھیکہ لئے ہوئے ہیں یہیں کتنی مشکل میں ڈال رہے ہیں۔

ان کا ایک مجدد کہتا ہے کہ اس بارے میں کوئی قابل حجت حدیث مستحکم دلیل نہیں ہے کہ یتیموں کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ واجب ہونے کے سلسلہ میں ان کے پاس کوئی قابل حجت حدیث مستحکم دلیل ہے۔

اور ان کا ایک محدث یہ کہتا ہے کہ یتیموں کے مال میں زکوٰۃ واجب نہ ہونے کے سلسلہ میں کوئی قابل حجت حدیث مستحکم دلیل نہیں ہے، جس کا حاصل یہ نکلا کہ زکوٰۃ

واجب ہونے کے سلسلہ میں کوئی قابل بحث حدیث مستحکم دلیل ہے۔

دیکھا آپ نے غیر مقلدوں کے مجدد و محدث کہ یہ لڑائی، لاور وہ بھی ایک ہی سلسلہ میں اب سیدھی سڑک کا سراخ کیسے لگے جس سے آدمی جنت الفردوس میں جائے یہاں آدمی چکر کر رہ نہ جائے گا تو اور کیا کرے گا۔

بہر حال مولانا مبارکپوری خاں صاحب کے مقابلہ میں بہت معمولی حیثیت کے عالم ہیں غیر مقلدوں میں نواب صاحب بھوپالی اور میاں صاحب دہلوی کا جو درجہ ہے، مولانا مبارکپوری کو اس سے کوئی نسبت نہیں، اسلئے جو نواب صاحب بھوپالی فرمائیں گے مذہب وہی ہوگا۔

ابھی میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ احناف کا بھی یہی مذہب ہے کہ تیمور کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے، اس سلسلہ میں ان کے جو دلائل ہیں وہ کتب حدیث و فقہ میں تفصیل سے مذکور ہیں، ہمیں نہ یہاں امام ابوحنیفہ کے مسلک کو ذکر کرنا ہے اور اس کی تائید یا تردید کرنی ہے، ہمیں تو صرف غیر مقلدوں کی اس غیر اسلامی اور غیر ایمانی روکش کو دکھلانا ہے جو انھوں نے احادیث رسول اور آثار صحابہ کے بارے میں اختیار کر رکھی ہے، کہ وہ بلا محابا احادیث رسول اور آثار صحابہ کے بارے میں اس قسم کے الفاظ بولتے اور لکھتے ہیں۔

در آثار مرویہ از صحابہ حجت نیست۔

یعنی صحابہ سے جو آثار مروی ہیں ان میں حجت نہیں ہے۔

اور صحیح حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ بحجت نمی آرد، بڑی وسیع دلیل اور انتہائی بے باکانہ حرکت ہے کسی احناف کے بارے میں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ انھوں نے اس کے آثار اور احادیث صحیحہ کے بارے میں یہ اعلان کیا ہو کہ وہ قابل استہزاء ہیں۔ صحیح آثار اور صحیح احادیث کے سلسلہ میں انھوں نے کی یا وہ کوئی صرف غیر مذہب

زیان ہے۔

اور یہ ہیں گے پھر بھی۔ الحمد للہ

## مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی نے امام کو حالت رکوع میں پایا تو اسکی ہر رکعت شمار نہ ہوگی، اسلئے کہ اس سے سورہ فاتحہ چھوٹ گئی ہے۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

و حق آلت کہ رکعتی کہ دران فاتحہ پس امام خواندہ نشدہ در خود اعتقاد نیست  
زیرا کہ قرأت فاتحہ در ہر رکعت نماز فرض عین است۔ (مشعر عرف)

یعنی حق یہ ہے کہ جس رکعت میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو (مثلاً کسی نے امام کو حالت رکوع میں پایا تو اس کے سورہ فاتحہ چھوٹ گئی) وہ رکعت قابل شمار نہیں اس وجہ سے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور امت اور سلف اور بہت سی احادیث کے خلاف ہے۔ ابو داؤد کی روایت ہے۔

”من ادرك الركوع فقد ادرك الركعة“

یعنی جس نے رکوع پایا اس نے پوری رکعت پالی  
اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں :

قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من ادرك الركعة  
من الصلوة فقد ادرك الصلوة۔

یعنی حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ جس نے نماز کا رکوع پایا اس نے پوری نماز  
پالی۔

اس روایت میں ذکر رکعت کا لفظ ہے لیکن یہاں اس سے مراد رکوع ہے  
کہ نماز کی ایک پوری رکعت اسکی پوری بحث کے لئے اعلیٰ السنن ملاحظہ فرمائیے



اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں :

من فاته الركوع فلا يعتد بالسجدة (رايضاً)

یعنی جس سے رکوع فوت ہو جائے اس کا سجدہ شمار نہیں ہوگا، یعنی سجدہ کے پانے سے یہ رکعت شمار نہ ہوگی معلوم ہوا کہ اگر رکوع کسی نے پایا تو اس کی یہ رکعت شمار ہوگی۔

اور اسی مصنف عبد الرزاق میں ہے۔

عن علي وابن مسعود قال من لم يدرك الركعة الاولى فلا يعتد

بالسجدة۔

یعنی حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان دو بزرگوار مذہب تھا کہ جس نے رکوع نہیں پایا تو محض سجدہ سے اس کی رکعت شمار نہ ہوگی۔

اور زید بن وہب کی یہ روایت بھی مصنف عبد الرزاق ہی میں ہے۔

عن زید بن وهب قال دخلت انا وابن مسعود المسجد والامام

راکع فركعنا ..... فلما فرغ الامام قمنا فاحصلي فقال قد ادرکته۔

(۲۳۰ ص ۲۸۳)

یعنی زید بن وہب فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت ابن مسعود سجدہ میں آئے

تو امام رکوع میں تھا، ہم نے بھی رکوع میں شرکت کی پھر جب امام فارغ ہو گیا

تو میں نے کھڑے ہو کر اس رکعت کو پورا کرنا چاہا تو ابن مسعود نے منع کیا اور فرمایا

کہ تم نے امام کو پایا، یعنی تمہاری وہ رکعت امام کے ساتھ پوری ہو گئی۔

اور امام اہلسنت و اجماعت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک المعنی میں

یہ مذکور ہے۔

من ادرك الامام في الركوع فقد ادرك الركعة (مسند)

یعنی جس نے امام کو حالت رکوع میں پایا تو اس نے پوری رکعت پالی۔  
 ان تمام روایات و آثار صحابہ کا حاصل یہ ہے کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ رکوع  
 میں جو شریک ہوا اسکی یہ رکعت شمار نہ ہوگی غلط ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا  
 کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی کیلئے ضروری نہیں، سورہ فاتحہ کی قرأت اہل اور  
 حقیقہ امام کو کرنی ہے، مقتدی کے ذمہ صرف خاموش رہ کر امام کی قرأت کی طرف  
 دھیان لگانا اور سننا ہے، اس سلسلہ کی پوری بحث آپ اسی کتاب میں پڑھیں گے  
 اور وہ ہیں آپ کو معلوم ہو گا کہ غیر مقلدوں کا قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں جو  
 مذہب ہے، وہ اجماع امت، سلف کے مذہب اور احادیث صحیحہ اور کتاب اللہ  
 کے خلاف ہے۔ اس بحث کو پڑھئے اور غیر مقلدوں کی دھاندلی اور اس مسئلہ  
 میں انکی ضد اور ہٹ پر ماتم کیجئے۔

مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ وتر کی تین رکعت نماز نہیں ہے، بلکہ تین رکعت وتر پڑھنے سے روکا گیا ہے، اور جن روایتوں میں تین رکعت کا ذکر ہے وہ کمزور اور غیر ثابت شدہ ہیں۔

انواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :  
حدیث ایساریہ بسے رکعت ضعیف بلکہ غیر ثابت بلکہ ازاں نہیں آمدہ۔  
(عرف مس ۳)

یعنی وتر کے سلسلہ میں تین رکعت والی حدیث ضعیف ہے بلکہ وہ غیر ثابت شدہ ہے یہی نہیں بلکہ تین رکعت وتر پڑھنے سے روکا گیا ہے۔  
لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب محض احناف کی ضد میں ہے، اور بہت سی صحیح حدیثوں کے خلاف ہے۔ یہ غیر مقلدین کی جرات ہی ہے کہ وہ تین رکعت وتر کا اس بے حیائی سے انکار کر رہے ہیں۔  
پہلی روایت ترمذی کی ہے :

عن علی قال : کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث.  
یعنی حضرت علی کا ارشاد ہے کہ آنحضرت تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔  
اس حدیث کو امام ترمذی نے ضعیف نہیں قرار دیا ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ تین رکعت وتر کی حدیث حضرت علی کے علاوہ مندرجہ ذیل اصحاب سے بھی مروی ہے۔

(۱) حضرت عمرو بن حصین (۲) حضرت عائشہ (۳) حضرت ابن عباس (۴) حضرت ابوالیوب (۵) حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر (۶) اور حضرت ابی بن کعب۔



حضرت عائشہ والی حدیث تو بخاری و مسلم کی ہے، اور اس میں ہے کہ آنحضورؐ تہجد کی نماز اس طرح کے پڑھا کرتے تھے۔

یصلیٰ اربعاً فلا تسأل عن حسنہن و طولہن ثم یصلیٰ اربعاً فلا تسأل عن حسنہن و طولہن ثم یصلیٰ ثلثاً۔

یعنی آنحضورؐ پہلے چار رکعت پڑھتے تھے اور ایسی پڑھتے تھے کہ تم ان کی خوب اور طول کے بارے میں مت پوچھو، اور پھر چار رکعت اسی طرح پڑھتے تھے اور پھر تین رکعت دتر پڑھا کرتے تھے۔

اور بخاری و مسلم، ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت ابی بن کعب کی یہ روایت مذکور ہے۔

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سب ۱۶۰ رکعت (۱۶۰) الا علی پڑھتے اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکفرون پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھتے تھے۔ (مختار الاحوذی ص ۱۶۰)

اور خود مولانا نذیر حسین میاں دہلوی محدث کا فتویٰ یہ ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز تین رکعت ہی پڑھا کرتے تھے۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۱۶۰) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے:

الوتر حق علی کل مسلم فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحد فلیفعل۔

یعنی وتر کی نماز فریضہ واجب ہے ہر مسلمان پر، پس جو پانچ رکعت وتر پڑھنا چاہے پانچ پڑھے، اور جو تین رکعت پڑھنا چاہے تین رکعت پڑھے اور جو وتر کی ایک رکعت پڑھنا چاہے تو وہ ایک رکعت پڑھے۔ اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر باریع وثلاث، وست وثلاث

و ثمان و ثلاث و عشر و ثلاث - (رواہ ابو داؤد)

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور کبھی چھ رکعت کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور کبھی آٹھ رکعت تہجد کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

اور المنہجی میں حافظ ابن قدامہ فرماتے ہیں :

ومن روى عنه ابنه اوترب ثلاث عمر، وعلی وابی، والنس

وابن مسعود، وابن عباس، وابوامامة وعمر بن عبد العزيز (ص ۱۵۱)

یعنی جن لوگوں سے تین رکعت وتر کی پڑھنی مروی ہے، ان میں سے بعض کے ناکارے ہیں۔

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابوامامہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے تھے۔

دلائل من ثلاث، (السبیل فی معرفۃ الدلیل ص ۱۲۸)

یعنی تین سے کم وتر نہیں ہے۔

ان احادیث صحیحہ صحابہ کے ارشادات اور جمہور امت کا وتر کے سلسلہ میں یہ مذہب دیکھئے، پھر غیر مقلدین کی یہ بے حیائی بھی ملاحظہ فرمائیے کہ ان کے نزدیک تین رکعت کی احادیث ضعیف ہیں بلکہ انکی اس جرأت کی داد دیجئے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ تین رکعت وتر پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

احادیث کے بارے میں غیر مقلدوں کا یہ رویہ منکرین حدیث کے مذہب سے کتنا قریب ہے، اور پھر ان غیر مقلدوں کا اس کا بھی دعویٰ ہے کہ الحدیث وہی ہیں۔

ہر بواہوس نے حسن پرستی شعار کی

اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ شہداء کو بلا کفن اور بلا ان پر نماز جنازہ پڑھے  
دفن کیا جائے گا۔  
نواب حیدر آبادی کنز الحقائق میں فرماتے ہیں۔

ولا يكفن ولا يصلى عليه ويدفن بداهه - (ص ۳۳)

یعنی شہداء کو نہ کفن میں پیٹا جائے گا اور نہ ان پر نماز جنازہ ادا کی جائے گی  
اور انھیں خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے گا۔

مجھے یہاں پر پہلی دو باتوں کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنا ہے، غیر مقلدین  
کا یہ دعویٰ کہ شہداء کو بلا کفن دفنایا جائے گا اگر یہ بات غیر مقلدین کتاب سنت  
کی روشنی میں کہہ رہے ہیں تو کسی اور کے بارے میں نہیں صرف سید الشہداء  
حضرت حمزہ (جن کو آنحضور نے خود اپنے ہاتھ سے دفن کیا تھا) کے بارے میں  
غیر مقلدین یہ ثابت کر دیں کہ انکو بلا کفن دفنایا گیا تھا، اور اگر انکو بلا کفن دفن  
کیا گیا تھا تو ترمذی میں حضرت انس کی جو حدیث ہے اور جس میں حضرت حمزہ کے  
بارے میں یہ ہے کہ۔

ثم دعا بخرقة فكفنه فيها

یعنی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دھاری دار چادر منگوائی اور اسکو  
آپ نے حضرت حمزہ کا کفن بنایا۔

اور اسی حدیث میں تمام شہداء اہل حق کے بارے میں یہ ہے کہ :

فكثرت القتلى وقلت الثياب فكفن الرجل والرجلان والثلاثة  
في الثوب الواحد۔

یعنی اس روز مقتولین زیادہ تھے، اور کفن کے کپڑے کم تو ایسا ہوا کہ ایک



آدمی اور دو آدمی اور تین تین آدمی کو ایک ہی کپڑے میں کفنایا جاتا تھا۔  
آخر اس کا جواب غیر مقلدین کے پاس کیا ہے۔ شہدار اہل اور حضرت حمزہ  
بلا کفن دفنائے گئے ہوں تو براہ کرم حدیث سے اس کا ثبوت دیا جائے۔

اور رہا شہدار پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کی بات، تو اگر غیر مقلدین کا یہ فرمانا  
درست ہے کہ شہدار پر نماز جنازہ نہیں ہے، اور نہیں ہے، "ہوئے کا مطلب  
یہ ہے کہ جائز نہیں ہے تو پھر مولانا عبد الرحمن مبارکیوریہ کیوں کہتے ہیں۔  
قلت والظاهر عندی ان الصلوة علی الشہید لیست بواجبة

فیجوز ان یصلی علیہا (ہکذا) دیجوز ترکہا (مہیچہ ۱۳۸ تحفہ)  
یعنی میں کہتا ہوں کہ قوی بات میرے نزدیک یہ ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھنی  
واجب نہیں ہے پس جائز ہے کہ نماز پڑھی جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ نماز نہ  
پڑھی جائے۔

اور غیر مقلدین کی غیر مقلدیت کا جو مصدر اہلی ہے یعنی شوکان وہاں کے  
وہی قاضی شوکانی جن سے نواب صدیق حسن خاں پریشانی و تنگی کے موقع پر اور  
عاجات اور مرادات میں استعانت کرتے تھے اور قاضی شوکان مدد سے، کا وظیفہ  
رٹا کرتے تھے، شہدار پر نماز جنازہ کے بارے میں ان کا جو مذہب تھا وہ یہ ہے۔

واختار الشوکانی الصلوة علی الشہید (مہیچہ ۱۳۸ تحفہ)  
یعنی شوکانی کا پسندیدہ اور اختیار کردہ مذہب یہ ہے کہ شہید پر نماز جنازہ  
پڑھی جائے گی۔

اور امام اہلسنت حضرت احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ۔

الصلوة علی الشہید اجود (تحفہ مہیچہ ۱۳۸)

شہید پر نماز جنازہ پڑھنی نہ پڑھنے سے زیادہ عمدہ بات ہے۔

غیر مقلدین حضرات کافی الواقع نہ کوئی مذہب اور نہ مسلک، نہ کوئی اصول

اور کوئی قاعدہ، ان کا ہر فرد قرآن و حدیث سے بات کرنے کا دعویٰ کرتا ہے  
مگر بولی سب کی الگ الگ ہوتی ہے۔

ابھی آپ نے دیکھا کہ غیر مقلدوں کی جماعت کا زبردست محدث اور جلیل القدر  
عالم مولانا عبدالرحمن مبارکیوری علیہ الرحمہ صاحب تحفۃ الاحوذی کا مذہب یہ ہے  
کہ شہدار پر نماز جنازہ پڑھنی واجب نہیں ہے، نماز کا پڑھنا بھی جائز اور  
نہ پڑھنا بھی جائز، اور یہ اسلئے کہ بقول مولانا مبارکیوری

انه لم يرد في شئ من الاحاديث انه صلى الله عليه وسلم  
صلى على شهداء بعد ردلائه انه لم يصل عليهم، وكذلك  
في شهداء سائر المشاهد النبوية۔ (تحفۃ شیعہ)

یعنی کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدار پر نماز  
جنازہ پڑھی ہے، اور یہ بھی نہیں ہے کہ آپ نے ان پر نماز نہیں پڑھی ہے، اور  
اس طرح کی بات ان تمام غزوات کے شہدار کی بھی ہے جن میں آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے شرکت کی تھی۔

(یعنی نہ انکے بارے میں کسی حدیث میں ہے کہ انکی نماز جنازہ پڑھی گئی اور نہ یہ کہ  
انکی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی) اگر محدث مبارکیوری کی بات درست ہے تو  
پھر انکو ظن، تخمین اور رائے سے یہ بات کہنی مناسب نہیں تھی کہ شہدار پر نماز پڑھی  
بھی جاسکتی ہے اور نہیں بھی پڑھی جاسکتی ہے، بلکہ ان کا مذہب اس سلسلہ میں  
توقف، یعنی ایک خاموشی و ہزار خاموشی کا ہونا چاہئے تھا، تاآنکہ ان پر کتاب  
دست سے جواز یا عدم جواز کی بات معلوم ہو جاتی۔ اب یہ غیر مقلدین حضرات  
سے پوچھتا ہوں کہ کیا دین میں اپنی رائے سے کوئی بات کہنی صرف مقلدین ہی کیلئے حرام شرک  
اور معصیت کبریٰ ہے؟ غیر مقلدین کو کھلی چھوٹ ہے، ان پر نہ کوئی پابندی نہ روک اپنی  
رائے اور اپنے اجتہاد سے جو چاہیں مسلہ گڑھ لیں، آخر ظلم کی بھی کوئی حد ہے؟

ستعلم لیلی ای دین تدا ایست بنز دای غریم فی التقاضی غریمھا



## مسئلہ :

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ عورت مرد کے نکاح سے صرف دو صورتوں میں نکل سکتی ہے۔ یا تو مرد بیوی کو طلاق دیدے، یا پھر شوہر کا انتقال ہو جائے۔ یہی دو صورتیں ہیں جن سے بیوی نکاح سے باہر ہو سکتی ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

وہم چنیں از ضروریات دینیہ خروج از ان بطلاق و موت ثابت، پس

از برائے ترک خروج از نکاح بسبب از اسباب دلیہ صحیح مقتضی انتقال از

ثبوت بضرورت دینیہ می باید۔ (عرف ۱۳۱)

(۱) حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ نکاح سے صرف دو شکل میں عورت باہر ہو سکتی ہے، یا تو شوہر اس کو طلاق دے یا شوہر کا انتقال ہو جائے، ان دو وجہوں کے ماسوائے اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ کسی اور وجہ سے بھی بیوی شوہر کے نکاح سے باہر ہو سکتی ہے تو اس کو صحیح دلیل پیش کرنی چاہئے۔

بڑی مشکل یہ ہے کہ مولانا نواب صدیق حسن خاں جیسا فاضل آدمی بھی ہمیشہ چیلنج ہی کی زبان میں بات کرتا ہے، مسیحی اور شریفانہ زبان میں بات کرنی تو ان غیر مقلدین کو آتی ہی نہیں، اور یہ شخص ان کے علمی پندار کی وجہ سے ہے، یہ اقلید سے آزاد ہو کر چونکہ منصبِ امتداد پر فائز ہو چکے ہیں اس لئے ان کی زبان سے بڑی، مولوی منگلے لگی ہے۔

نواب صاحب نے یہ جو مسئلہ اس نے طے کرنے سے بیان کیا ہے حق یہ ہے کہ اس میں ان سے شدید چوک ہوتی ہے۔ اور مسئلہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ خاں صاحب کا دعویٰ ہے

(۱) چونکہ نواب صاحب کی عبارت واضح نہیں ہے اس وجہ سے میں نے ترجمہ کے بجائے مثال طلب کر کر دیا ہے۔



کہ عورت نکاح سے صرف انھیں دوجہ سے باہر ہو سکتی ہے، اور وجہوں کا تو ذکر  
 یہاں بات کو بڑھا اور پھیلا دے گا۔ میں کہتا ہوں کہ عورت کو نکاح سے باہر شوہر کی  
 نیک کھلی اور قیسری وجہ شوہر کا ارتداد ہے یعنی اگر شوہر مرتد ہو جائے (خواہ کسی  
 وجہ سے بھی اہل کار تہاد ثابت ہو) تو اسکی عورت اسکے نکاح سے از خود باہر ہو جائیگی  
 خواہ شوہر اس کو طلاق دے یا نہ دے، یا اس کا شوہر مر جائے یا زندہ رہے، شوہر کا  
 ارتداد ہی عورت کو اس کے نکاح سے باہر ہونے کیلئے کافی ہے، اس لئے کہ ارتداد کفر  
 ہے، اور کسی مسلمان عورت کا نکاح کافر کے ساتھ باقی نہیں رہتا، یہ بات اتنی کھلی اور  
 اتنی واضح ہے کہ اس پر دلیل پیش کرنی آفتاب کو چراغ کو کھلا نا ہے۔  
 قرآن کا ارشاد ہے :

وَمَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَهُوَ كَافِرٌ وَلَهُ فِي اللَّهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ  
 اَعْمَالُكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَلَهُ فِي النَّارِ اَصْحَابٌ ۚ فِيهَا خَالِدُونَ ۔  
 اور جو کوئی پھرے اپنے دین سے، پھر مر جاوے، حالت کفر ہی میں (یعنی  
 ارتداد کی وجہ سے جو اس کا کفر ثابت ہو چکا ہے) تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل  
 دنیا و آخرت میں (اور انھیں اعمال میں سے ایک نکاح بھی ہے وہ بھی ضائع یعنی  
 باطل ہوا) اور وہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ میں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔  
 حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں :

یعنی دین اسلام سے پھر جانا اور اسی حالت میں آخر تک قائم رہنا ایسی سخت  
 بلا ہے کہ عمر بھر کے نیک کام انکے ضائع ہو جاتے ہیں کہ کسی بھلائی کے مستحق نہیں  
 رہتے دنیا میں نہ انکی جان و مال محفوظ رہے نہ انکا نکاح قائم رہے نہ انکو میراث  
 ملے نہ آخرت میں ثواب ملے :

یہ تمام مسلمانوں کے درمیان اجماعی بات ہے کہ ارتداد سے آدمی کافر ہو جاتا  
 ہے اور کافر سے مسلمان عورت کا نکاح باقی نہیں رہتا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے

فتاویٰ کی جلد ۲ میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

عافظ ابن عبد البر الکافی میں فرماتے ہیں۔

و تبیین عنه امرأتہ فی اول ردقہ، بطلقة واحد لا بآئنة  
فان تاب عنه قبل ورد الیہ مالہ وامہات اولادہ ولم یرجع

الیہ امرأتہ الا بنکاح جدید۔

یعنی ارتداد کی وجہ سے پہلے ہی مرحلہ میں اسکی بیوی اس کے نکاح سے مکمل جائیگی  
اور اگر اس نے توبہ کر کے اسلام پھر سے قبول کر لیا تو اس کی بیوی اسی وقت اس کے  
نکاح میں آئے گی جب وہ نئے سے نئے نکاح کرے۔

اور یہ مذہب صرف مالکیہ یا عافظ ابن عبد البر کا نہیں ہے، یہ تمام اہل اسلام  
کا متفقہ فیصلہ ہے، ہاں اب یہ اور بات ہے کہ غیر مقلدین اپنے شذوذ پنے کی  
وجہ سے اس اجماعی فیصلہ کو قبول نہ کریں، مگر اتنا تو ان کو مانے بغیر چاہیے  
کہ ارتداد کی وجہ سے کفر پیدا ہوتا ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ کیا کسی کافر کی زوجیت  
میں مسلمان عورت رہ سکے گی، اور وہ اس کے نکاح سے اسی وقت نکلے گی  
جب وہ کافر اسکو طلاق دے۔ یا وہ مرجائے؟

براہ کرم کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا جواب دیا جائے۔

مسئلہ -

غیر مقلدین کے یہاں ناک میں پانی ڈالنا اور منہ میں پانی ڈال کر کلی کرنا بھی وضو کے فرائض میں سے ہے۔

نواب وحید الزماں حیدر آبادی کنز المحتائق میں لکھتے ہیں :

وفرض الوضوء الذیۃ ، والمضمضة والاستنشاق الخ

یعنی وضو میں مندرجہ ذیل امور بھی فرض ہیں۔

نیت کرنا ، کلی کرنا ، اور ناک میں پانی ڈالنا۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب قرآن سے صریح معارضہ ہے ، خداوند قدوس نے قرآن میں وضو کے فرائض ، صرف چار بتلائے ہیں ، آیت وضو یہ ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الى الصلوۃ فاغسلوا وجوهکم وایدیکم  
الی المرافق ، وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔

یعنی اے ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو (اگر تمہارا وضو نہیں ہے تو) اپنا چہرہ دھو لو ، اور اپنا ہاتھ کہنیوں سمیت دھوؤ ، اور اپنے سر کا مسح کرو ، اور ٹخنوں تک اپنا پاؤں دھوؤ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وضو میں فرض صرف چار چیزیں ہیں ، چہرہ کا دھونا کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ کا دھونا ، سر کا مسح کرنا ، اور ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کا دھونا۔

وضو میں مضمضہ اور استنشاق (کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا) کو فرائض وضو میں سے شمار کرنا یہ صرف غیر مقلدوں کا مذہب ہے ، جمہور مسکین اس کے قائل نہیں ہیں ، مضمضہ اور استنشاق کو یا تو عام علمائے وضو سنت قرار دیا ہے ، یا زیادہ سے زیادہ کسی نے اس سے آگے کی بات



کہی ہے تو اس کو واجب بتلایا ہے ، ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی ان دونوں کو وضو میں فرض قرار نہیں دیتا۔

علامہ حافظ ابن عبد البر مالکیہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یہ وضو کے آداب اور اسکی سنتوں میں سے ہے۔ باب سنن الوضوء و آدابہ ، (یہ باب وضو کے آداب اور اسکی سنتوں کے بیان میں ہے) کے تحت وہ فرماتے ہیں۔

المضمضة والاستنشاق

یعنی کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ، یہ وضو کی سنتوں اور آداب میں سے ہے۔

امام احمد بن حنبل کا مسلک اس بارے میں خوب واضح نہیں ہے ، ان کا ایک قول یہ ہے : ان المضمضة والاستنشاق واجبان فی الصغر (سنونان فی الصغریٰ)۔ (المغنی ص ۱۱۹)

یعنی کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل جنابت میں تو واجب ہے لیکن وضو میں سنون ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں نہ غسل جنابت میں واجب ہیں اور نہ وضو میں۔

وقال الشافعی ومالك لا يجبان فی الطہارتین وانما هما سنونان فیہما۔ (المغنی ج ۱ ص ۱۱۹)

یعنی امام شافعی اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہ غسل جنابت میں واجب ہے اور نہ وضو میں ، بلکہ یہ دونوں جگہوں میں سنون ہیں۔

اور امام ابو حنیفہ اور ان کے متبعین کا مذہب یہ ہے کہ کلی کرنا اور ناک میں

مانی ڈانا غسل جنابت میں واجب ہے اور وضو میں مستنون۔ مولانا مبارکپوری  
 لکھتے ہیں۔

وهو قول ابی حنیفۃ ومن تبعہ فعند هؤلاء المضمضة والاستنشا

سنان فی الوضوء واجبان فی الغسل۔ (تہذیب ج ۱ ص ۴۰)

مجھے اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ غیر مقلدوں کا جو مذہب ہے کہ وضو میں  
 مضمضہ اور استنشاغ فرض ہے، کتاب اللہ سے صریح متعارض ہونے کے ساتھ  
 ساتھ جمہور اہل سنت کے مذہب کے بھی خلاف ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ امام احمد  
 بھی صرف وجوب ہی کے قائل ہیں فرضیت کے قائل نہیں ہیں تو پھر غیر مقلدوں  
 کا یہ مذہب اکثر اربعہ میں سے کسی کے بھی موافق نہیں باقی رہتا۔ اور وجوب  
 ہی امام احمد کا مذہب صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جس حدیث سے امام احمد کے  
 مشہور مذہب پر استدلال کیا جاتا ہے اس کو مولانا مبارکپوری ذکر کر کے فرماتے  
 ہیں۔ وهو الراجح لثبوت الامر بهما والاصل فی الامر الوجوب۔

(تہذیب ج ۱ ص ۴۰)

یعنی یہی (وجوب) رائج ہے اس لئے کہ ان دونوں کا حکم فرمانا

ثابت ہے، اور۔ امر۔ میں اصل وجوب ہے۔

پس معلوم ہوا کہ امام احمد کا بھی مشہور قول کی بنا پر مذہب زیادہ سے  
 زیادہ ان دونوں کے وجوب کا ہو گا۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کوئی حاجی وقوف عرفہ سے پہلے  
اپنی بیوی سے ہم بستر ہو جائے تو اس کا حج فاسد نہیں ہو گا۔  
خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وجماع قبل وقوف عرفہ مضد حج نیست و در طریق صحابہ کہ بطریق بلاغ  
در موطا ست حجت نباشد چہ در اصول متقرر باشد کہ قول صحابی حجت نیست  
(عرف مثلاً)

یعنی وقوف عرفہ سے پہلے بیوی سے ہم بستر ہو جانا حج کو فاسد نہیں کرتا اور  
موطا میں جو صحابہ کرم سے بطریق بلاغ مروی ہے (کہ اس سے حج فاسد ہو جاتا ہے)  
تو وہ قابل حجت نہیں ہے، اس وجہ سے کہ اصول میں یہ بات طے پا چکی ہے کہ صحابی کا  
قول دلیل نہیں بن سکتا۔ (۱)

غیر مقلدوں کا یہ مذہب بالکل شاذ اور جماع امت کے خلاف ہے، ہم یہاں  
ایک سلفی نجدی عالم شیخ عبدالعزیز بن محمد السلمان کی بات نقل کر دیتے ہیں غیر مقلدوں کے  
لئے ایک سلفی کا کہنا زیادہ موثر ہو گا۔

شیخ عبدالعزیز نے اپنی کتاب الاستیلاء والاجوبۃ الفقہیۃ میں ان چیزوں  
کو مفصل بیان کیا ہے جو احرام کے بعد ممنوع اور حرام ہیں اور وہ تو چیزیں ہیں  
اور انہیں نو میں سے ایک احرام کے بعد بیوی سے ہم بستر ہونا بھی ہے۔ فرماتے ہیں۔  
.. اٹھواں مخطور (یعنی آٹھویں وہ بات جو احرام کے بعد ممنوع ہے) عورت کی

(۱) جی ہاں شیعوں اور غیر مقلدوں کا تو یہی مذہب ہے، مگر جمہور امت کے نزدیک صحابی کا  
قول بھی حجت ہے۔



شرمگاہ میں ٹپسی کرنا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ ارشاد ربانی ہے ۔

۔ فمن فرض فیہن الحج فلا رفق

یعنی جو حج کو اپنے اوپر فرض کرے اسکو بیوی سے ہم بستری نہیں ہونا چاہئے ۔  
رفق کی تفسیر حضرت ابن عباس نے جماع سے کی ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کا  
ارشاد ہے ۔

احل لکم لیلۃ الصیام الباقی الی نساءکم

یعنی تمہارے لئے روزہ کی رات میں، رفق کو حلال کر دیا گیا ہے ۔

اس آیت میں رفق سے مراد جماع (بیوی سے ہم بستری) ہے اس لئے  
حج والی آیت میں بھی رفق سے مراد جماع ہی ہوگا ۔

ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ بیوی سے ہم بستری ہونے سے حج فاسد  
ہو جائیگا ۔ مؤطا میں ہے ۔

بلغنی ان عمر و علیا و ابی اہریرۃ سئلوا عن رجل اصاب اہلہ و هو

محرم ؛ فقالوا یقضیان لوجہہما حتی یقضیا جھما ثم علیہما حج من قابل

واللہدی دلم یعرف لہ مخالف (ص ۲۵۹)

یعنی امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ  
کے بارے میں پہونچی ہے کہ ان صحابہ کرام سے یہ سوال کیا گیا کہ اگر کسی آدمی نے حالت احرام  
میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا تو اس کا کیا حکم ہے، تو ان حضرات نے فرمایا کہ اس  
کو اسی حالت میں اپنا حج پورا کرنا چاہئے اور آئندہ سال ان پر حج کی قضا کرنا ضروری ہوگا

وہ ہے وہ ۔ بلاغ جس میں غیر مقلدوں کو تحت نظر نہیں آتی، براہ راست ہدایت کا کہ وہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ

کی بدلت ہو جھولتے جا رہے ہیں کہ مؤطا امام مالک کی بلاغات بھی حکام فروع ہیں، اور تقریباً تمام ماہران حدیث کا

میں پرستار ہیں ۔ گوئیںد بروز شہرہ چشم ۔ چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اور قربانی کا جانور بھی ایسا ضروری ہوگا۔ (امام مالک فرماتے ہیں) ان صحابہ کرام کے اس فتویٰ سے اختلاف کرنے والا کوئی معلوم نہیں۔ (۱)

(یعنی امام مالک کے زمانہ تک غیر مقلدیت کا نام و نشان نہیں تھا)

نیز شیخ عبدالحزیز اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

بیوی سے ہم بستر ہونا حج کو فاسد کر دیتا اگرچہ وقوف عرفہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو، (غیر مقلدین تو وقوف عرفہ سے پہلے بھی اگر بیوی سے صحبت ہو تو حج کو فاسد نہیں قرار دیتے اور شیخ کے نزدیک اگر کسی نے وقوف عرفہ کے بعد بھی جماع کر لیا تو اس کا حج فاسد ہو جائیگا اس سلفیت اور اُس سلفیت میں کتنا فرق ہے)، اگر ابھی اس کا احرام باقی ہے، اس لئے کہ اس صورت میں بھی بعض صحابہ کرام کے نزدیک حج فاسد ہو جائے گا (صفحہ ۷۷)

یہ تو تھی ایک سلفی نجدی کی بات اور اب ایک دوسرے سلفی عالم کی بات سن لیں، جو اس مسئلہ سے متعلق ہے۔

زاد المستنقع میں ہے۔

وان جامع قبل الفصل الاول ضد نسكهما ويقضيان فيه

ويقضيان ثانی عام (السبیل ص ۳۹)

یعنی اگر میاں نے احرام سے حلال ہونے سے پہلے اپنی بیوی سے ہم بستی کر لی

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ صحابہ کے مابین متفق علیہ رہا ہے۔ اب غیر مقلدین کو جرات ہوتی ہے کہ وہ صحابہ و تابعین اور فقہاء و محدثین کے مابین جو بات اجماعی و اتفاق رہی ہو وہ تیرہ سو اورد چودہ سو برس بعد ان کے نزدیک ناقابل اعتبار قرار پائے، اور ماشارہتہ رہیں گے پھر بھی یہی پکے سلفی۔

مگر سے محسوس ہوئی قسمت کی شکایت کیجئے

دوست کچھ مجھے جان کا دشمن نکلا

تو دونوں کا حج فاسد ہو جائے گا اور وہ ارکان کی ادائیگی کرتے رہیں لیکن آئندہ سال انکو اس حج کی قضا کرنی ہوگی۔

اور اسکی شرح السبیل میں ہے۔

ان دونوں میاں بیوی کا حج فاسد ہو جائیگا اگرچہ یہ ہم بستری و قوفِ عرفہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ یہی حضرت عبد اللہ بن عمر کا قول ہے اور یہی حضرت امام مالک، امام شافعی اور اکثر علماء کا قول ہے، البتہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر مرد نے قوفِ عرفہ کے بعد جہاں کیلے تو اس کا حج صحیح ہے مگر اسکو ایک دم دینا ہوگا۔

اور یہی بھی میں حضرت عمر کی روایت ہے۔

اگر حج کے احرام باندھنے والے نے اپنی عورت سے جماع کیا اور وہ بھی حالتِ احرام میں تھی تو حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ دونوں اپنا حج پورا کریں گے اور آئندہ سال وہیں سے احرام باندھ کر پھر حج کریں گے جہاں سے انھوں نے پہلے سال احرام باندھا تھا۔ (۱)

اور ابو داؤد کی روایت میں ہے۔

ان رجلا من جذام مع امرأت، وھما محرمان فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: اقضیا تکھما و اھدیا ھدیا (ایضاً ص ۲۲۲)

یعنی قبیلہ جذام کے ایک شخص نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا اور یہ دونوں حالتِ احرام میں تھے، پھر اس آدمی نے آنحضرت سے اس بارے میں فتوے پوچھا تو آپ نے فرمایا تم دونوں اپنے حج کی قضا کرو اور قربانی کا جانور بھی ساتھ لے کر لے لو۔

یہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم دونوں اپنا حج پورا کرو اور ایک دم قربانی کا دو، جیسا کہ قوفِ عرفہ کے بعد عورت کی بیوی سے صحبت کرے تو امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے۔



اور حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں :

ومن احرم الحج او عمرۃ فليس له ان يطأ امرأته ولا يتلذذ  
مقابلتي وان لم تكن محرمة -

یعنی جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو اب اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنی  
بیوی سے جماع کرے یا اس کے بدن کے کسی حصہ سے لذت حاصل کرے اگرچہ  
بیوی محرم نہ ہو۔

نیز فرماتے ہیں :

وفساد الحج يكون بسماذكنا من الوطى والانزال قبل الوقوف  
بعرفة عند جماعة من اهل المدينة وغيرها وكذلك عند مالك من طي

بعد عرفة - (الكافي ج ۱ ص ۳۹۲)

یعنی حج فاسدان امور سے ہو جاتا ہے جنکو میں نے ذکر کیا ہے۔ یعنی جماع  
کرنے اور انزال ہونے سے اگر شوہر نے جماع وقوف عرفہ سے پہلے کیا ہے۔ یہی  
مذہب اہل مدینہ اور دوسرے شہروں کی ایک جماعت کا ہے۔ اور امام مالک کے  
نزدیک اگر جماع وقوف عرفہ کے بعد بھی پایا گیا تو بھی حج فاسد ہو جائے گا۔  
بہر حال غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور علمائے امت کے مذہب اور کتاب  
وسنت کے خلاف ہے۔

اور غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ جماع سے حج کے فساد پر کوئی دلیل نہیں ہے  
زبردستی دھاندلی اور خدا اور رسول کے مقابلہ میں بے حیائی اور بے شرمی  
کے مظاہرہ کے سوا کچھ نہیں۔

اور خاں صاحب کا یہ کہنا۔

پس داخل قبل یا بعد وقوف پیش از رمی یا قبل طواف زیارت

عامی و مستحق معصوبیت ست و با توبہ در خور مغفرت و بخشش

غیر باطل و اسح شئی لازم نیست (۱)  
محض باطل ہے اور اپنی غیر مقلدیت کا اظہار ہے۔

۱۱ یعنی بیوی سے جماع کرنے والا دقون عرفہ سے پہلے یا بعد رمی جماد سے پہلے یا طواف  
زیارت سے پہلے گزرا اور عذاب کا مستحق ہے اور توبہ کے بعد اسکی مغفرت ہو جائے گی  
مگر نہ اس کا اس سے حج باطل ہوتا ہے اور نہ اس پر کوئی چیز واجب ہوتی ہے۔





نوٹ میں لکھتے ہیں۔

”یہ جواب فقہ حنفی کی رد سے صحیح ہے اور حدیث کی رد سے، صورت مسئلہ میں والدہ کا عقد کرنا جائز نہیں، اور نہ خود اپنا نکاح کر سکتی ہے اور نہ غیر کا کر سکتی ہے، قحلا صدیقہ کہ عورت کو ولایت نکاح حاصل نہیں :-

کتبہ عبدالرحمن مبارکپوری (ایضاً ج ۲ ص ۲۹۱)

دیکھا آپ نے میاں صاحب جو شیخ الكل في الكل ہیں انکی تجلیل و تحمیل ایک شاگرد کے ہاتھ، یعنی شاگرد کو حدیث کا جو علم ہے، اس میں جو مہارت ہے اور حدیث سے جو عشق اور لگاؤ ہے میاں صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اسکی ہوا بھی نہیں لگی اس وجہ سے انھوں نے توفیق حنفی کا سہارا لیکر جواب دیا اور شاگرد نے حدیث کی روشنی میں صحیح اور شرعی جواب دیا، اور اس شاگرد رشید نے اپنے استاد کو گویا یوں منہ چڑایا۔

احمد مرسل کی باتوں کی کہاں توقیر ہے

اب تو ہر جا قول مرشد یا طریقہ فقہیہ میر ہے

(طریق محمدی ص ۵۲)

خواہ شاگرد مبارکپوری صاحب کچھ بھی فرمائیں اگر اہل بدعتوں، کاندھیب وہی ہے جو مولانا مبارکپوری نے لکھا ہے تو وہ قرآن کی اس آیت کے صریح خلاف ہے اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

یعنی اللہ آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں۔

اور ان کا یہ مذہب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بھی خلاف ہے جو بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرًا وَأَوَّلًا تَنْفَرُوا

دلیس واولا تعس واولا - (متفق علیہ)  
حضرت انس فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا، لوگوں کو خوش کرنیوالی  
بات سنانا، نفرت پیدا کرنے والی نہیں اور آسانی پیدا کرو تنگی نہیں۔  
حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ کو آپ نے یمن بھیجا تو انکو اس کی  
بطور خاص تسلیم فرمائی۔

یسلا واولا تعس واولا تنظما۔  
آسانی پیدا کرنا تنگی نہیں، اور لوگوں کو خوش کرنیوالی بات سنانا نفرت  
میں ڈالنے والی نہیں۔  
دین اسلام دین رحمت ہے، نہ کہ دین زحمت۔ یہ دین فطرت ہے اس میں غیر فطری

باتوں کی گنجائش نہیں۔  
قرآن و حدیث کی ان تعلیمات کو ملاحظہ فرمائیے اور بتلایئے کہ کتاب و سنت  
کے ان ارشادات کی روشنی میں فقہ حنفی کا استاذ والا مسئلہ درست ہے یا غیر مقلد  
کاش اگر دوالا مسئلہ کہ زنا میں اگرچہ لڑکیاں مبتلا ہو جائیں، بلا شادی اور بلا شوہر  
انکی ساری زندگی تباہ ہو جائے مگر ایک ظالم بھائی اور ظالم باپ کی ولایت نکاح  
اتنی پختہ ہے کہ ان ساری خرابیوں کو غیر مقلدین گوارا کرتے کہ تیار ہیں مگر باپ  
کی ولایت کسی حال میں اور ظلم و زیادتی اور بے شمار خرابیوں کی موجودگی میں بھی  
انکے نزدیک ماقول نہیں ہو سکتی۔

کاش ان غیر مقلدوں کو کوئی بتلایئے کہ حدیث کی گردان اور چیز ہے اور  
فقہ فی اُحدیث اور چیز ہے اور یہی دوسری چیز انکو حاصل نہیں۔

دعویٰ اجتہاد اور ستر فہم  
مجتہد صاحبوں کے کیا کہنے

(۲۷) مسئلہ -

غیر مقلدوں کے نزدیک ایک بکری بہت سے لوگوں کی طرف سے قربانی میں کافی ہوگی۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

.. وایں زغم کہ شاة جزیک کس یا کسہ کس فقط بجزی نیست محتاج دلیل ست ، (عرف ص ۲۳)

یعنی یہ گمان کرنا کہ ایک بکری صرف ایک ہی یا تین آدمی کی طرف سے کافی ہوگی یہ بات محتاج دلیل ہے۔ (یعنی ایک بکری میں ایک یا تین سے زیادہ لوگ بھی شریک ہو سکتے ہیں اور سب کی طرف سے قربانی کا وجوب ساقط ہو جائیگا۔) مگر غیر مقلدوں کا یہ مذہب بقول حافظ ابن عبد البر اہل مدینہ کے مسلک کے خلاف ہے ، وہ لکھتے ہیں۔

والشاة لاتجزی عندہم الا عن واحد (الکافی ص ۴۳)

یعنی اہل مدینہ کے نزدیک ایک بکری صرف ایک آدمی کی طرف سے کافی ہوگی۔

یہی مذہب جمہور اسلام کا ہے ، معلوم نہیں کہ غیر مقلدوں نے یہ مسئلہ کس آیت یا صحیح مرفوع متصل الاسناد غیر مرسل غیر منقطع حدیث سے نکالا ہے کہ ایک بکری میں بہت سے لوگوں کی شرکت (جن کی کوئی تحدید و تعیین نہیں ہے) جائز ہے اور ان تمام بہت سے لوگوں کی طرف سے وجوب ساقط ہو جائے گا۔

غیر مقلدوں کے پاس اس کی کوئی دلیل ہوگی اور یقیناً ہوگی اس لئے کہ یہ غیر مقلدین بقول خود کوئی بات کتاب و سنت کے خلاف اور بلا دلیل نہیں کہتے ، البتہ یہ ضرور ہوگا کہ خواہ ان کے پاس اس کی دلیل کوئی بھی ہو اس پر



مدینہ کے مکس سال کی مہر نہ لگی ہوگی حالانکہ غیر مقلد میں یہ آوازہ بلند کرتے ہیں۔  
 قیامت کے میدان میں وہی سکے چلے گا جو مدینہ کے مکس سال کا نکلا ہوا ہو  
 نہ وہ جو کونے کی مکس سال کا بنا ہوا ہو۔

نقد علیہ سکتہ نبویۃ ضرب بالمدينة اشرف البلدان  
 (طریق محمدی ص ۱۳)

اور ابھی ابھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ مدینہ والوں کا جو سکہ ہے وہ یہ ہے کہ  
 ایک بکری صرف ایک ہی کی طرف سے کافی ہوگی، امام مالک فقیہ اہل مدینہ اور  
 تمام فقہائے اہل مدینہ کا یہی مسلک ہے، اب معلوم نہیں مدینہ کے اس نقد سکہ  
 کے مقابلہ میں غیر مقلدوں کے پاس کون دوسرا مدینہ کا نقد سکہ ہے۔ کہیں وہ بھوپال  
 حیدر آباد یا دہلی کا نہ ہو۔

غیر مقلدوں نے غالباً اپنا مذہب اس حدیث کی روشنی میں بنایا ہے،  
 حضرت ابو ایوب کی حدیث ہے۔

كان الرجل في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يضحي بالشاء  
 عند وعن اهل بيته . يعني آنحضور کے زمانہ میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے  
 گھر والوں کی طرف سے بکری کرتا تھا۔

اور یہ حدیث بھی ہے۔ علی کل اهل بیت فی کل عام اضحیۃ یعنی  
 ہر گھر والے پر سال میں ایک قربانی ہے۔

مگر ان جیسی حدیثوں سے یہ سمجھنا کہ ایک بکری سے سب کا وجوب ساقط  
 ہو جاتا ہے یہ ان کا کام ہے جو صرف گردان حدیث پر زور دیتے ہیں اور جنکو  
 اللہ نے فقہی بصیرت سے فقہاء کی دشمنی میں محروم بنا دیا ہے۔  
 ورنہ اہل علم تو یہ فرماتے ہیں۔

المسا اذ بالمشاركات في الثواب مع الامة لان الغنم الواحد لا يكفي

عن اثنین فصاعداً - (مرقاۃ اذحاشیہ مشکوٰۃ)

یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو اپنے ساتھ  
 شریک شریک فرمانے کی دعا فرماتے ہیں۔ تاہم کہ ایک بکری دو یا دو سے زیادہ  
 کی طرف سے کافی ہوگی۔

جو لوگ ظاہر حدیث کو دیکھتے ہیں اور جن کی نگاہ الفاظ سے آگے نہیں جاتی  
 اگر وہ ان حدیثوں کو دیکھ کر یہ کہیں کہ ایک بکری بہت سے لوگوں کی طرف سے کفایت  
 کرے گی تو وہ بیچارے معذور ہیں کہ۔

پرواز ہر کس بقدر ہمت اوست و ساکن چاہ نمی داند کہ بیرون چاہ جہان کشادہ  
 و عریض است :

مسئلہ - (۲۸)

غیر مقلدوں کے مذہب میں فجر اور ظہر کی نمازیں کم از کم ساٹھ آیتیں پڑھی جائیں۔

نواب صاحب قبلہ فرماتے ہیں :

اور نماز صبح شصت آیت بخواند و محمول ست ظہر و فجر (عرف منہ)  
یعنی صبح کی نماز میں ساٹھ آیت پڑھے اور ظہر بھی فجر پر محمول ہے۔  
(یعنی ظہر میں بھی ساٹھ آیت پڑھے)

خود غیر مقلدین انصاف سے کہیں کہ کیا ان کا اس پر عمل ہے، جہاں تک خود میرا تکرر ہے غیر مقلدین کی کسی بھی مسجد میں اس پر عمل نہیں ہے۔

خاں صاحب قبلہ نے جو یہ مسئلہ بیان کیا ہے ظاہر ہے کہ انھوں نے سنت رسول اور طریقہ رسول ہی بیان کیا ہوگا، اور طریقہ رسول کا چھوڑنا کیا ہے؟ بقول ایک غیر مقلد -

اور طریقہ رسول کے خلاف عمل کریں گے تو یہ بدعت بھی ہوگی اور گناہ بھی ہوگا۔  
اور وہ حدیث یہاں صادق آئے گی کہ اللہ تعالیٰ بدعتی شخص کی نماز روزہ حج زکوٰۃ اور صدقہ خیرات وغیرہ کوئی چیز قبول نہیں فرماتا، اور وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال کو نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔  
(مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف ہے)

غیر مقلدین اس فتویٰ کی روشنی میں اپنے ایمان اور اسلام کی خیر منائیں۔  
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

البتہ ہمیں یہاں عرض کرنا یہ ہے کہ غیر مقلدین کے مذہب کا یہ کہیہ کہ ظہر اور فجر کی نماز میں ساٹھ آیتیں پڑھنی چاہئیں، احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور اللہ کے



رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نہ دائمی تھا اور نہ غالب اوقات میں ہی آپ کا یہ معمول تھا۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْاُولَيِّينِ  
بِامِ الْكُتَابِ وَسُورَتَيْنِ۔

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔

اور کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ جو یہ دو سورتیں پڑھتے تھے اس میں  
کیا ہر سورت ساٹھ آیت والی ہوتی تھی، اگر غیر مقلدین کے پاس کوئی دلیل ہے  
تو پیش کریں۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی رکعت  
میں تیس آیت پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں تقریباً اس کا نصف یعنی  
پندرہ آیت۔ (مشکوٰۃ)

مسلم ہی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں واللیل  
اذھیقشی پڑھا کرتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ سبح اسم ربك  
الاعلیٰ والی سورت پڑھتے تھے، اور فجر کی نماز میں اس سے کچھ طویل سورہ۔

مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں  
سورہ ق پڑھا کرتے تھے، اور پھر بعد میں آپ کی نماز اس سے بھی ہلکی ہو کر آتی  
تھی۔ سورہ ق میں بہت چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں، پھر بھی اس سورہ  
کی آیتوں کی تعداد ۴۵ سے زائد نہیں۔

نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں  
طوال مفصل پڑھا کرتے تھے، طوال مفصل کو دیکھئے بہت سی سورتیں ایسی ہیں

کہ دوسو رتوں کو ملا کر کے بھی ساٹھ آیتیں نہ ہونگی۔

غرض غیر معتلہ دین کا مذکورہ اصول کتاب و سنت کی رو سے  
ایجاد بندہ ہے، اور جو لوگ داعی کتاب و سنت ہیں ان کو اس طرح  
کا اصول گرٹھنے سے بچنا چاہئے۔

مسئلہ -

غیر مقلدوں کے مذہب میں خون اور تے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

”وہی مشکذاً از بر آمدن خون دتے۔ (عرف ص ۱۲۱)

یعنی وضو خون اور تے سے (خواہ اسکی مقدار کتنی بھی ہو) نہیں ٹوٹتا۔  
غیر مقلدوں کا یہ مذہب بھی کتاب و سنت کے بالکل خلاف ہے، اور جمہور مسلمین کے  
مذہب کے بھی خلاف ہے۔

قرآن میں واضح طریقہ ہے۔ ”وَمَسْفُوحٌ“۔ یہ بے ہوش خون کو نجس قرار دیا گیا  
ہے، اسلئے یہ کہنا کہ خون سے وضو نہیں ٹوٹتا خدا کے مقابلہ میں اپنی بات کو منواتا ہے۔  
اور تے کے سلسلہ کی اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قاء فتوضاً۔

یعنی آنحضور کو تے ہوئی تو آپ نے وضو کیا (محمد بن نے اس حدیث کو صحیح

کہہ دیا ہے) اور یہ حدیث بھی متعدد طرق سے مروی ہے۔

اذا قلبي احدكم فليتوضاً

تم میں سے جب کسی کو تے ہو تو وہ وضو کرے

اس حدیث کی یہ روایت بھی صحیح ہے

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اذا قاء احدكم رعاء وهو في الصلوة او احداً فليغتسل

فليغتسل

یعنی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی نماز میں ہو اور اس کو تے ہو جائے یا اس کی



نکیر پھوٹ جائے اور خون بہنے لگے یا نمازیں اسکو حدت لاحق ہو جائے تو وہ جائے اور وضو کرے۔

اس طرح کی ایک نہیں دنیوں حدیث پیش کی جاسکتی ہے جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قے اور خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱) اب اگر غیر مقلدین اہلحدیث ہونے کے دعویٰ کے باوجود ان حدیثوں کا انکار کرتے ہیں تو ان کے منہ میں لگام تو نہیں دی جاسکتی۔

یہ تو کتاب وسنت کی بات ہوئی۔ اور جہاں تک فقہائے امت کی بات ہے تو امام ابوحنیفہ کا اس سلسلہ میں جو مسلک ہے وہ مشہور ہی ہے، اور ہمیں ان کا مسلک پیش بھی نہیں کرنا ہے کہ ان کا مزاج برہم ہو جائے گا۔ البتہ امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک معلوم کرنے کے لئے النفسی دیکھئے لکھا ہے۔

• والقى الفاحش والدم الفاحش • (ص ۱۳۲)  
یعنی زیادہ مے اور زیادہ خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔  
امام مالک کے نزدیک بھی قے اور خون نجس ہے۔

وكذلك القى المتغير • (ص ۱۳۳ الكافي)

• فلا يضربون الدم اذا ذهب عينه • (ایضاً ص ۱۳۴)

یعنی اگر خون کا اثر ختم ہو جائے تو اب وہ مضر نہیں ہے۔

یعنی اب کپڑا پاک ہوگا۔

معلوم ہوا کہ قے اور خون بھی امام مالک کے نزدیک نجس ہے، اور جب نجس ہے تو اس کے ٹپکنے سے وضو باقی نہیں رہ سکتا۔

کتاب و سنت اور جمہور اہل اسلام تو قے اور خون کو نجس کہتے ہیں اور عام  
 فقہاء کا مسلک یہی ہے کہ انکے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اب غیر مقلدین کے  
 نزدیک اس سے پختہ دلیل اگر تے اور خون کے پاک ہونے اور ان سے وضو نہ ٹوٹنے پر  
 ہے تو پیش کریں مگر دلیل کتاب و سنت سے پیش کریں۔ اسلئے کہ کسی مجتہد لہام اور  
 نصیہ کی بات تو انگ رہی غیر مقلدین تو صحابہ کرام کی بات بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں  
 حتیٰ کہ ان کو صحابہ کرام کی دینی فہم پر بھی اعتماد نہیں ہے، فتاویٰ مذریہ میں حضرت  
 عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ ناشائستہ کلمات پڑھنے کو ملتے ہیں۔  
 دابعدا لو فرضنا تو یہ حضرت عائشہ اپنے فہم خلیے فریاقی ہیں اور فہم صحابہ  
 حجت شرعی نہیں، (۱) (مہجرت ۶۲۲)

اسلئے غیر مقلدین کو اپنی دلیل کا درصورت قرآن و حدیث کو بنانا چاہئے۔  
 وہ نہ کوئی مقلد یہ شہر پڑھ دے گا۔

کم فہم بمنذجے کہ معنی باشد  
 مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

۱۷۱ یعنی یہ غیر مقلدین دین کی فہم اور سنت پر عمل کرنے میں حضرت عائشہ اور صحابہ کرام سے بھی آگے ہیں  
 کی ان حضرت عائشہ کا فہم اور انکی رائے تو غیر معتبر اور یہ جو تیرہ سو سال بعد کا فو مولود طائفہ  
 ہے اس کا اجتہاد معتبر۔

آفت پرچی ہے دین پر اثر خیر کر  
 اب گور ہے، میں اجتہاد بوم و زان بجلی

مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ عرب عرب کے کفو ہیں اور موالی موالی کے کفو ہیں  
مگر جو لاپے اور حجام کسی کے کفو نہیں ہو سکتے۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

ابن عمر گفتہ اندہ آنحضرت فرمود عرب اکفائے عرب و ہم چنیں بعض موالی  
اکفائے بعض اندہ مگر حاکم و حجام و این را حاکم روایت کردہ (منہ عوف)  
یعنی حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ بعض عرب بعض  
کے کفو ہیں اور اسی طرح بعض موالی بعض کے کفو ہیں، مگر جو لاپے اور حجام  
(وہ کسی کے کفو نہیں ہو سکتے) اور اسکو حاکم نے روایت کیا ہے۔

ایک طرف غیر مقلدین کا بڑے طبع اراق سے دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ صرف صحیح روایت  
سے استدلال کرتے ہیں اور سب سے پہلے وہ قرآن کو اپنے سر و انگھ پر رکھتے ہیں۔  
اس اہم مسئلہ میں اول تو انکو قرآن سے کوئی دلیل ملی نہیں، اور دوسرے جس  
حدیث سے اس مسئلہ میں انھوں نے استدلال کیا ہے وہ بقول نواب صاحب اس  
درجہ کی ہے۔

در سندش را وہابی نام است۔

یعنی اسکی سند میں ایک راوی کے نام کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کون ہے، اور  
ابو حاتم مستدرک میں گفتہ

حاتم نے اس حدیث کو مستدرک کیا ہے۔

یعنی روایت خود غیر مقلدین اور محدثین کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے، مگر خائف  
بہر حال اس مسئلہ کو صحیح یاد رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں۔  
لیکن شاہ سے وارد نزد پیراز مسافرن جبل



لیکن اس حدیث کا سند بزار میں حضرت معاذ سے ایک شاہد موجود ہے، اس لئے یہ ابن جریر والی روایت قابل اسناد لال ہو گئی ہے۔ مگر وہ شاہد بھی خود کیسا ہے۔ نواب صاحب فرماتے ہیں۔۔۔ بسند منقطع، یعنی حضرت معاذ والے شاہد کی سند منقطع ہے اور سب کا حاصل یہ ہے کہ اصل روایت بھی محدثین کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے اور جو اس کا شاہد ہے وہ بھی کمزور ہے اور اس کی سند منقطع ہے۔ اسکے باوجود غیر مقلدین اس مسئلہ کو اس طرح کی نصیف اور ناقابل اعتبار روایت سے ثابت کر رہے ہیں۔۔۔ یہ تو تھا حدیث کا حال۔ اب آئیے دیکھئے قرآن کیا کہتا ہے، قرآن کا ارشاد ہے :

انما المؤمنون اخوة۔

یعنی ایمان والوں کی ساری برادری ایک ہے اور سب بھائی بھائی ہیں۔ اسلام میں اعلیٰ و ادنیٰ کی کوئی تمیز نہیں، سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔

انما خلقناکم من ذکیر و انثیٰ۔

ہم نے تم کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوار) سے پیدا کیا ہے۔ نیز آنحضرت کی مشہور حدیث ہے۔

مغربی کو مغربی پر فضیلت حاصل ہے اور نہ مغربی پر نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر۔

اسلام میں اصل میں تفریق اور دینداری اور برہمن گاری ہے اسی سے انسان جہودیت ہوتا ہے، نسب و حسب یہ سب روایتی چیز ہے، اللہ کے یہاں سب سے عظیم اور سب سے مکرم اور سب سے اونچا وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار و عابدین کے تعلق رکھنے والا ہے۔

قرآن و حدیث کی ان واضح اور کھلی ہدایات و تعلیمات کے علی الرغم غیر مقلدین بھی بدعت، بدعتیت، اس قسم کی باتیں کریں اور ایسے مسئلے لکھیں یہ انکو زیب نہیں آتا۔

اس سے بحث نہیں کہ مقلدین کا کیا مذہب ہے، فقہ کی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔ اس لئے کہ غیر مقلدوں کا مقلدین پر یہ مستقل الزام تو ہے ہی کہ یہ وہ امت ہے جو تشرمان بنی سن کے ہے

میں تو حنفی ہوں نہ مالوئوں گا یہ فرمانِ حدیث اور اس وقت ہمارا موضوع کسی الزام کے برأت یا اسکی جواب دہی نہیں ہے اس وقت بحث صرف ان مدعیان کتاب و سنت اور نام کے ائمہ شیوخ سے ہے کہ وہ اپنا مذہب و مسلک جو بھی بیان کریں کتاب و سنت سے بیان کریں اور صریح مدعیوں سے استدلال کریں۔

عاقلاً کیلئے کافی ہے ایک حرف اشارہ  
کافی نہیں ناول کو نہ دفتر نہ رسالہ

مسئلہ -

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ نابالغ بچہ بالغ کی امامت کر سکتا ہے اور  
نفل فرض سب میں اسکی اقتدا کرنا صحیح و درست ہے۔  
قنادی مذہب یہ ہے۔

خاص کر نابالغ لڑکے کو امام بنانا خواہ فرض ہوں یا نفل جیسے  
تراویح درست ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں آگیا ہے کہ عمر بن عبد  
الرحمن جو سات برس کے تھے اور وہ امامت کرتے تھے (مشکوٰۃ ص ۱۲۱)  
اور جناب صاحب بھوپالی عرف ایجادی میں فرماتے ہیں :  
"و صحیح ست امامت طفل نابالغ و نیست دلیل بر اعتبار بلوغ و  
عدالت در امامت (مشکوٰۃ ص ۱۲۱)"

یعنی نابالغ کی امامت درست ہے اور امام ہونے کیلئے بالغ ہونے  
یا فاسق نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور امامت کے خلاف ہے، المعنی میں امام  
اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ بیان کیا گیا ہے۔

ولم یصحہ استئمام البالغ بالصبي في الغرض نفس عليه احمد،

یعنی بالغ آدمی کا فرض نماز میں بچے کی اقتدا کرنا صحیح نہیں ہے۔  
حضرت امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور پھر ابن قدامہ فرماتے ہیں :

وهو قول ابن مسعود وابن عباس وبه قال عطاء ومجاهد

والشعبي ومالك والثوري والاوزاعي والوحينيقة - (مشکوٰۃ ص ۱۲۱)

یعنی اور یہی مذہب حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس کا



بھی ہے، اور اسی کے قائل عطاء، مجاہد، شعبی، امام مالک، امام ثوری، امام  
اوزاعی اور امام ابوحنیفہ بھی ہیں۔  
الکافی میں ہے :

الاثم تمام بکل امام بالغ مسلمہ (صفحہ ۲۱۱)

یعنی اقتدار کرنا ہر اس امام کی ہے جو بالغ اور مسلمان ہو۔

غیر مقلدین نے جس روایت سے اس مسئلہ میں (کہ نیچے کی امامت  
جائز ہے) استدلال کیا ہے اس کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل  
فرماتے تھے کہ حضرت عمرو بن سلمہ والی بات ضعیف ہے اور کبھی فرماتے  
دعہ لیس بلیٹی۔ یعنی اس کو چھوڑو یہ کوئی چیز نہیں ہے، اور کبھی فرماتے  
لا ادری ای شئی هذا، مجھے پتہ نہیں یہ کیا چیز ہے۔ (المغنی ص ۲۲۹)  
اور بڑی بات یہ ہے کہ اس عمرو بن سلمہ والی حدیث میں یہ بھی ہے۔  
وکنت اذا سجداً خرجت استی۔ یعنی جب میں سجدہ کرتا تھا تو

میرا چوڑا کھل جاتا تھا۔

یعنی وہ اتنے چھوٹے تھے کہ انکو اس کا بھی خیال نہ ہوتا کہ نماز میں  
چوڑا کھلنا بھی کوئی عیب ہے، ابن قدامہ فرماتے ہیں دھذا خیر سائل  
یعنی اس طرح نماز پڑھنا اور پڑھانا جائز نہیں ہے۔

(المغنی ص ۲۲۹ ج ۲)

اگر غیر مقلدین کا اس مسئلہ میں مسئلہ یہی حدیث ہے (اور اس کے  
علاوہ کوئی دوسری حدیث انکے پاس ہے بھی نہیں) تو پھر انصاف کا تقاضا  
یہ ہے کہ اس پوری حدیث پر عمل کرتے ہوئے انکا بھی یہی مذہب ہونا چاہئے  
کہ اگر نماز میں امام کا چوڑا کھل جایا کرے تو بلا کراہت وہ نماز جائز ہو، اب  
مجھے معلوم نہیں کہ اس بارے میں انکا مذہب کیا ہے آیا چوڑا کھلے امام کے نیچے

انکی نماز جو کراہت صحیح ہو جاتی ہے یا کہ نہیں مجھے اس بارے میں انکی کتابوں میں کوئی کمراسحت نظر نہیں آئی، غیر مقلدین حضرات اس صحیح حدیث کو ہلکے رکھتے ہوئے ذرا اس کی وضاحت فرمادیں ہم اسکے ممنون ہوں گے۔

اور عجیب تر بات تو یہ ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ میں اس حدیث سے استدلال کیسے کیا؟ جبکہ ان کا اصول تو یہ ہے۔

صحابہ کے افعال سے حجت قائم نہیں ہو سکتی، (تذیر حسین دہلوی شیر شانی ص ۱۹۴) اور۔۔۔ و قول صحابی حجت نباشد۔ (عرف ص ۳۸) یعنی صحابی کا قول حجت نہیں،

بہر حال عرض یہ کرنا ہے کہ فرض نماز میں نابالغ کی امامت کے عدم جواز پر جمہور کا اتفاق ہے، اور غیر مقلدوں کا جھوٹا سبب ہے وہ شاذ ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کچھ میں اسکی صلاحیت اور اہلیت ہی نہیں ہوتی کہ وہ امامت جیسی اہم ذمہ داری کا اہل قرار پائے۔

عافظہ ابن قدامہ فرماتے ہیں،

لان الامامۃ محال الکمال والصبی لیس من اهل الکمال (ص ۲۲۸)

یعنی امامت کی حالت یہ ہے کہ آدمی دین و عقل کے اعتبار سے کامل ہو چکا ہو اور کچھ ایسا اس وجہ کمال کو نہیں پہنچ پایا ہوتا ہے۔

اور جیسے کچھ میں صفت کمال مفقود ہے تو وہ بالغ کی امامت کا (خاص طور سے فرض میں) اہل نہیں ہو سکتا۔ فلا یؤم الرجال کالمراۃ، یعنی وہ مردوں کی امامت نہیں کرے گا جس طرح عورت مرد کی امامت نہیں کر سکتی (اس لئے کہ عورت بھی دین و عقل کے اعتبار سے کامل نہیں ہوتی)

نفل نماز کے سلسلہ میں حضرت امام احمد سے دو روایت ہے، ایک روایت تو یہ ہے کہ فرض نماز کی طرح نفل نماز میں بھی نابالغ بالغ کی امامت نہیں کر سکتا

جیسا کہ یہی مذہب احناف اور بہت سے دوسرے فقہاء کا ہے، اور دوسری روایت یہ ہے کہ چونکہ نفل کا معاملہ فرض سے بہت ہلکا ہوتا ہے اس وجہ سے نفل نماز میں وہ بائع کی امامت کر سکتا ہے۔

غیر مقلدوں کا مذہب ان آثار کے بھی خلاف ہے، حضرت عطاء سے مروی ہے  
 لا یؤثم الغلام الذی لم یحتلم، (مصنف عبد الوہاب ۲۵۶)

یعنی جو بچہ بائع نہیں ہے وہ امام نہیں ہوگا۔

اور حضرت ابن عباس کا ارشاد ہے۔

عن ابن عباس لا یؤثم الغلام حتی یحتلم، (ایضاً) جب تک بچہ بائع نہیں ہو جاتا وہ امامت نہیں کر سکتا، ان دونوں ارشادات میں نفل اور غیر نفل کی کوئی قید نہیں ہے اسلئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات کا یہی مسلک ہے کہ بچہ نہ فرض میں امام ہو سکتا ہے اور نہ نفل میں۔



مسئلہ۔

یہ مقلدین کے یہاں سونے چاندی کا استعمال صرف کھانے پینے کے برتن کے لئے حرام ہے اور بغیر جگہوں پر سونے چاندی کا استعمال مردوں کیلئے جائز ہے۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

روم ست نوشیدن و خوردن در آئینہ حاکم و احوال سائر استعمالات  
بدان ناقص است۔ (عرف منہ)

یعنی سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے مگر اس میں اللہ استعمالات کو شامل کرنا صحیح نہیں ہے۔

اللہ نواب صاحب حیدرآبادی فرماتے ہیں :

ولا تکرہ الکتابۃ بقلم الذہب والفضۃ او من دواشہما (کنز العمال)

یعنی سونے اور چاندی کے قلم یا دوات سے لکھنا مکروہ نہیں ہے۔  
اللہ فسادی تذریہ میں ہے۔

مرد کو چاندی کے بٹن لگانا جائز نہیں، ناجائز ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں  
ہوتی۔ (۱۱) (مجلد ۳۵۲)

۱۱۔ اگر ناجائز ہونے کی وجہ معلوم نہیں ہوتی تو پھر بلا وجہ معلوم اور بلا دلیل یہ شیخ الکلی  
فی الکلی سر نے اور چاندی کے بٹن کے استعمال کو ناجائز کیوں کہہ رہے ہیں، کیا ان شیخ الکلی  
کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ بلا علم فتویٰ دینا گمراہی ہے، اور تقول من الدین علی اللہ ہے  
من امتی بغیر علم فضلو و اعلو اسے وہ اپنی اس شیخ الکلیت فی الکلیت کے بارے میں  
کتنے ہی خبریں، اور اگر وہ اس سے باخبر ہیں تو دین کے باب میں ان کی بے باکی، جرأت اور  
نڈیہ کی داد دی جاوے۔

غیر متقلدوں کا یہ مذہب احادیث اور جمہور کے مذہب کے خلاف ہے، جمہور کے خلاف ہونے کا اقرار تو خود محدث میاں تذیر حسین دہلوی شیخ الکمل فی الکمل کو بھی ہے، اس لئے کہ فادائی مذہب میں اس مسئلہ کے ضمن میں لکھا ہے۔

اگرچہ علماء کے نزدیک جس طرح سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا اور پینا حرام ہے، اسی طرح سونے اور چاندی کی ہر چیز کا استعمال حرام ہے، (صفحہ ۲۵۲) اور حدیث میں آنحضرت کا یہ واضح ارشاد بھی موجود ہے۔

الذهب والمحریر هذا ان حوام علی ذکر وامتی حل لا فاشھا۔

(فادائی ابن تیمیہ منہج ۱۵۳)

یعنی سونے اور ریشم کا استعمال میری امت کے مردوں کیلئے حرام ہے۔ عورتوں کے لئے یہ جائز ہیں۔

ابن تیمیہ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اما حیاسة الذهب فمحرمة (ایضاً)

نیز فرماتے ہیں،

وذلك تحريم الاكل والشرب في أنية الذهب والفضة يقتضي المنع من أبعاض ذلك۔ (جمہوریہ)

یعنی سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے منع کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا استعمال کسی طرح بھی نہ ہو۔

اور حضرت امام اہلسنت والجماعت کا مذہب المعنی میں یہ مذکور ہے۔

وہی حرم استعمال الأنية مطلقاً فی الشرب والاكل وغيرهما۔

یعنی سونے اور چاندی کے برتن کا استعمال مطلقاً حرام ہے خواہ کھانے پینے میں ہو یا اس کے علاوہ ہیں۔

بہر حال ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ غیر متقلدوں کا یہ مذہب سونے اور چاندی

کہ مستمال مردوں کے لئے صرف کھانے اور پینے کیلئے حرام ہے۔ غلط اور باطل ہے۔  
 اس حدیث نبویہ کے خلاف ہے۔

معلوم نہیں یہ اہلحدیث کیسے اہلحدیث ہیں کہ ان کے بڑوں کو کو بھی معلوم نہیں کہ  
 حدیث کیا ہے، اور اہل سنت والجماعت اور سلف کا مذہب کیا ہے۔  
 مولوی محمد امین جو ناگہانی کا یہ شعر

اسی ہستی نہ کر پڑھ کے ہدایہ صاحب

ابھی جا کر کہیں کیجئے گردان حدیث

میں کون کیسے نہیں اپنے اس محدث کی شان میں بڑھنا بہتر تھا جس کی پوری زندگی ہدایہ  
 پر مبنی تھی مگر رگنی تھی اور ہدایہ سے اس کے غش کا حال یہ تھا کہ اس کتاب کے  
 صفحے اس کو ازبر تھے، اور اس کی حدیث سے بے خبری کا یہ عالم تھا کہ سونے  
 اور چاندی کا استعمال کہاں جائز اور کہاں ناجائز، اسکو اس کا علم نہیں تھا مگر وہ  
 دین و عزیمت کے سلسلہ میں جری تھا تھا کہ دلیل سے بے خبر اور جاہل ہونے کے باوجود  
 وہ تہمت دینے کی جرأت کر ڈالتا تھا۔

۔ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو۔



(۳۲) مسئلہ -

غیر مقلدین کا مسلک یہ ہے کہ اگر فجر کی سنت فرض سے پہلے نہ پڑھ سکا ہو تو فجر کی فرض ادا کرنے کے بعد اس کو طلوع شمس سے پہلے ہی پڑھ لے۔  
غیر مقلدوں کا یہ مذہب ان تمام حدیثوں کے خلاف تو ہے ہی جس میں فجر کی نماز کے بعد کسی قسم کی نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے مثلاً ایک صحیح حدیث یہی ہے۔

لاصلوة بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولاصلوة بعد العصر حتی

تغيب الشمس۔ (بخاری و مسلم)

یعنی اللہ کے رسول کا ارشاد ہے صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھے تاکہ سورج بلند ہو جائے، اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں حتی کہ سورج غروب ہو جائے۔

اور امام مسلم کی روایت میں جو حضرت عمر بن عبد سے مروی ہے آنحضرتؐ کا یہ حکم موجود ہے۔

صل صلوۃ الصبح ثم اقص عن الصلوۃ

یعنی صبح کی نماز پڑھنے کے بعد (جب تک سورج بلند نہ ہو جائے) کوئی نماز نہ پڑھو۔

اور صاحب مشکوٰۃ نے مسند احمد ابن حنبل اور زہدین کے حوالہ سے حضرت جندب کی یہ روایت بھی نقل کی ہے۔

لاصلوة بعد الصبح حتی تطلع الشمس

یعنی صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے جب تک کہ سورج طلوع نہ ہو جائے۔ یہ ساری روایتیں ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد نہ سنت ہے اور نہ نقل اور اس وقت تک کوئی نماز نہیں پڑھنی ہے جب تک کہ

آفتاب طلوع ہو کر بلند نہ ہو جائے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ان روایات کے علاوہ ایک صحیح روایت اور بھی ہے جس کو خود غیر مقلدین کے طائفہ کے سب سے بڑے عالم شیخ الکمل فی الکمل میاں تذیر حسین محدث دہلوی نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی سنت کی قضا طلوع شمس کے بعد ہی ہوگی اس سے پہلے اس کی قضا کرنا درست نہیں ہے۔

ایک سائل کے جواب میں میاں صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صورت مسئلہ میں سنت متروکہ قضا کرنا چاہئے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، من لم یصل مراکعتی الفجی فلیصلہما بعد ما یطلع الشمس

(رواہ الترمذی)

اور اس کا ترجمہ فتاویٰ تذیریہ کے محشی نے یہ کیا ہے۔  
جس نے صبح کی دو سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔

(فتاویٰ تذیریہ ص ۴۴۲)

اگر حدیث صحیح ہے اور صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں اسلئے کہ غیر معتد جماعت کا اتنا بڑا عالم اور محدث کسی ضعیف حدیث سے تو استدلال کرے گا نہیں تو پھر غیر مقلدین کو اپنے اس آبائی مذہب سے توبہ کر لینا چاہئے کہ وہ فجر کی سنت کو سورج کے طلوع ہونے سے پہلے ہی پڑھتے ہیں۔ اگر وہ اپنی کم حلسی اور جہالت کی وجہ سے اب تک اس سے غافل رہے تو اب تو فرمودات رسول صلی اللہ علیہ وسلم نگاہوں کے سامنے ہیں۔

اگر غیر مقلدین سچ پچ یہ تو الی صحیح جذبہ اور صحیح نیت سے گاتے ہیں۔  
ما بلبلان نالان گلزار ما محمد

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار  
نہ دیکھ کسی کا قول و تہرار

تو اب ان کو اپنے آبا و اجداد کی پیروی چھوڑ دینی چاہیے۔ اور احادیث  
رسول پر عمل کرنے سے شرمانا نہ چاہیے۔

اخیر میں اسناد اور افادہ عام کی خاطر عرض کروں کہ فتاویٰ تذیریہ میں جو حدیث  
مذکور ہے کہ فجر کی سنت کو طلوع شمس سے پہلے نہ پڑھنا چاہیے۔ امام ترمذی  
اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

والعمل علیٰ ہذا عند اہل العلم (فتاویٰ تذیریہ ج ۱ ص ۵۲)

یعنی اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

اب غیر مقلدین امام ترمذی کے اس فیصلہ کی روشنی میں اپنے بارے میں یہ  
طے کریں کہ وہ اپنے کو اہل علم میں سے شمار کرتے ہیں یا جاہلون میں سے۔

نہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے

پسینہ پوچھئے اپنی جہیں سے

(طریق محمدی ص ۱۲)



مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ ہر مصلیٰ کو ہر مصلیٰ کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے اور یہ کہنا کہ بعض مصلیٰ کے پیچھے بعض صورتوں میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

نواب صاحب مجھو پالی فرماتے ہیں :  
 واصل صحت اقتدا سے ہر مصلیٰ ہر مصلیٰ سے و ہر کر زاعم باشد کہ بعض صورتوں سے  
 برآمدون دلیل واجب سے و نیست دلیل۔ (ص ۲۷۰)  
 یعنی اصل یہ ہے کہ ہر مصلیٰ کی اقتدا ہر نماز پڑھنے والے کو صحیح ہے اور جب کو یہ علم  
 ہے کہ بعض صورتیں منسوخ ہیں اسکو اس کی دلیل پیش کرنی چاہئے اور اس کی کوئی  
 دلیل ہے نہیں۔

مگر غیر مقلدوں کا یہ مذہب اور نواب صاحب کی یہ بات امام اہلسنت حضرت  
 امام احمد بن حنبل کے مذہب کے خلاف ہے، بلکہ بہت سی احادیث کے بھی خلاف ہے  
 ابن ماجہ کی روایت ہے جس کا مضمون یہ ہے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممبر پر ارشاد  
 فرماتے ہوئے سنا کہ آپ فرما رہے تھے۔

کوئی کسی مرد کی امامت نہ کرے اور کوئی بدکار کسی مومن کی امامت نہ کرے۔  
 ابو حنیفہ بن عمر انصاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں نے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں تقدیر میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھ لیا کروں تو  
 انھوں نے کہا،

تقدیر (جو اس کا قائل ہو کہ جو کچھ ہوتا ہے تقدیر سے ہوتا ہے بندہ کے کسی عمل  
 کا ثواب و عذاب میں کوئی دخل نہیں) اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو، پھر انھوں نے کہا کہ میں

نے اگر کسی کے پیچھے نماز کبھی پڑھ لی تو اس کو دہرایا ہوں۔  
 اور حضرت امام احمد بن حنبل شربانی کے پیچھے نماز پڑھنے کو درست نہیں  
 سمجھتے تھے۔ (المعنی ج ۲ ص ۱۸۷)  
 نیز المعنی میں ہے۔

ومن صلی خلف من یعلن ببدعته ادبکرا عاده۔ (ج ۲ ص ۱۸۵)  
 یعنی جس نے کسی ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھی جو کھلا بدعتی یا شرابی ہے تو  
 وہ اپنی نماز کو دہرائے گا۔  
 اور حضرت امام احمد فرماتے تھے۔

لا تغفل خلف احد من اهل الاهواء اذا کان داعیة الی هواة۔  
 (المعنی ص ۱۸۵)

یعنی اگر بدعتی ایسے ہوں جو اپنی بدعت کی طرف دعوت بھی دیتے ہوں تو ایسے  
 شخص کے پیچھے تم نماز مت پڑھو۔  
 اور اسی المعنی میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل کسی بھی حال میں بدعتی کے پیچھے  
 نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (ص ۱۸۶)  
 اور ایک روایت میں یہ ہے۔

لا یغفل خلف من یؤولارافضی ولا فاسق الا ان یغافقہ فیصلی ثم یعید۔  
 (المعنی ج ۲ ص ۱۸۶)

یعنی حضرت امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ کسی مرجئی کسی رافضی اور کسی فاسق کے  
 پیچھے نماز نہیں پڑھی جائے گی الا یہ کہ ان کے کسی بات کا اندیشہ ہو تو اسکے پیچھے نماز  
 پڑھ کر پھر اس کو دہرائے۔

اس سلسلہ پر بحث کرتے ہوئے ابن قدامہ حاصل کلام کے طور پر فرماتے ہیں۔  
 فحصل من هذا ان من صلی خلف مبتدع معین ببدعته فعليه الاعادة۔

یعنی ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ اگر کسی کھلے بیتی کے پیچھے کوئی نماز پڑھے گا تو اس پر لعنہ واجب ہے۔

غرض خاں صاحب کا یہ فرمانا کہ ہر مصلیٰ کو ہر مصلیٰ کی اقتدار کرنی چاہئے۔  
حضرت امام احمد بن حنبل کے مذہب کی رو سے غلط ہے۔

اب معلوم نہیں کہ غیر مقلدین حدیث پر زیادہ عمل کرنے والے ہیں کہ امام  
اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، اور مسائل شرعیہ سے غیر مقلدین زیادہ  
واقف ہیں یا امام اہلسنت، اور معلوم نہیں کہ جو حدیثیں یہاں ذکر کی گئی ہیں ان  
مذہبان حدیث کے نزدیک ان میں حجت ہے کہ نہیں؟



غیر مقلدین زمانہ نمازیں صرف رفع یدین کے قائل ہیں، اور عدم رفع کو غیر سنت قرار دیتے ہیں۔

مگر ان کا یہ عمل غیر مناسب ہے، اس وجہ سے کہ خود ان کے بڑوں کا یہ کہنا ہے کہ رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں سنت ہے اور دونوں حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ قاضی تذیریہ میں میاں صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور صورت مرقومہ بر علما کے حتمی پرورشیدہ نیست کہ در رفع یدین بوقت رفتن در رکوع و وقت برداشتن سر از رکوع منازعت و مخالفت و مخالفت

و مخالفت کردن خالی از تعصب مذہبی و جہالت نحو ابودریز کہ رفع و عدم

رفع در سر و مقام باوقات مختلفہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم ثابت است یہ دلائل طرفین دریں باب موجود، لہذا شیخ

جہد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ در شرح سفر السعادت بعد بیان دلائل

طرفین نوشتہ اند کہ چارہ نیست از قول سنیت ہر دو فعل، (ص ۲۴۱)

یعنی علما کے حتمی پرورشیدہ نہیں ہے کہ رکوع میں جالے وقت اور رکوع سے

اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جگر مٹا تعصب اور جہالت سے خالی

نہیں کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ کرام سے ثابت ہے، اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔

شیخ جہد الحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں طرفین کے دلائل

بیان کر کے لکھا ہے کہ دونوں فعل کے سنت ہونے کے قائل ہونے کے سوا کوئی اور

چارہ نہیں ہے۔

اب جبکہ شیخ الکمل فی الکمل حضرت میاں صاحب محدث دہلوی کو خود اقرار ہے

کہ عدم رفع یدین بھی سنت ہے اور آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے روایت ہے تو پھر یہ عدم رفع یدین کے سلسلہ کی احادیث کا ذکر کرنا یہاں ضروری نہیں سمجھتا۔

البتہ غیر مقلدین سے یہ پوچھنے کا ہر شخص کو حق ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ نے اس عدم رفع یدین والی سنت کو چھوڑ رکھا ہے جبکہ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ آپ تمام سنت ثلثہ پر عمل کرتے ہیں، آخر اس سنت پر عمل کرنے سے آپ کو کونسی چیز مانع ہے بعض آباد و آباد کی تعلید یا کچھ اور

اُجھٹا ہے پاؤں یا رکاز لٹ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

دوسری بات جو ایک اور بھی یہاں قابل ذکر ہے وہ یہ کہ غیر مقلدین معنی انہی خود ائمہ حدیث حضرات کا سارا زور صرف اس پر خیر ہوتا ہے کہ رکوع میں یا کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہی رفع یدین کو ناست ہے اور انکا عمل بھی ایسی ہی ہے، حالانکہ بخاری کی حدیث میں جو حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے دو رکعت پر قعدہ اولیٰ سے اٹھنے پر بھی رفع یدین کا ذکر ہے، اب مسلم نہیں بخاری کی اس حدیث پر غیر مقلدوں کا عمل کیوں نہیں ہے جب کہ بقول میرزا صاحب دہلوی و مولانا عبد الرحمن مبارکپوری بخاری و مسلم کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ (۱)

۱۔ میرزا صاحب مرحوم و مولانا عبد الرحمن صاحب جبار پوری کا مستفاد فیصلہ اس بارے میں یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں تمام احادیث مرفوعہ مسندہ صحیح ہیں۔ فتاویٰ نذیریہ ص ۲۰۲

۲۔ میرزا صاحب مرحوم و مولانا عبد الرحمن صاحب جبار پوری کا مستفاد فیصلہ اس بارے میں یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں تمام احادیث مرفوعہ مسندہ صحیح ہیں۔ فتاویٰ نذیریہ ص ۲۰۲

۳۔ میرزا صاحب مرحوم و مولانا عبد الرحمن صاحب جبار پوری کا مستفاد فیصلہ اس بارے میں یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں تمام احادیث مرفوعہ مسندہ صحیح ہیں۔ فتاویٰ نذیریہ ص ۲۰۲

اور اگر ہم فتاویٰ ابن تیمیہ کو دیکھیں تو حضرت امام ابن تیمیہ نے صحیح حدیث ہی سے ایک اور بھی جگہ رفع یدین کو ثابت کیا ہے، اور وہ جگہ قرأت ختم کرنے کے بعد کی ہے، ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

عن علي بن ابي طالب عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان اذا قام الى الصلوة المكتوبة كبر ورفع يديه حذو منكبيه ويصنع مثل ذلك

اذا اتى قرايته واذا اراد ان يركع او يصنع اذا رفع من الركوع۔ (مشکوٰۃ)

حضرت علیؓ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اٹھ کر کہتے پھر اپنا دونوں ہاتھ شانوں کے برابر اٹھاتے اور اسی طرح اس وقت آپ کرتے جب اپنی قرأت ختم کرتے اور اس وقت جب آپ رکوع میں جاتے اور اس وقت جب آپ رکوع سے کھڑے ہوتے۔

اس حدیث کو متعدد ائمہ حدیث نے ذکر کیا ہے، امام احمد نے، امام ابوداؤد نے، ابن ماجہ نے اور امام ترمذی نے اور امام ترمذی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں :

۔ حدیث حسن صحیح ۔

امام ابن تیمیہ بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کر رہے ہیں، مگر آج تک ہم نے کسی غیر مقلد عالم کو یا غیر مقلد ولی میں سے کسی عامی کو اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہوئے نہیں پایا، کیوں؟ اس وجہ سے کہ آباد و اجداد نے اس صحیح حدیث پر عمل نہیں کیا ہے، تقلید صحیح حدیث کی نہیں آباد و اجداد کی ہوگی، غیر مقلدین کتنا جھوٹ بکتے ہیں جب وہ کہتے ہیں کہ : الحمد للہ تمام صحیح حدیث کو مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں ۔ اگر واقعہً وہ تمام صحیح حدیث کو مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں اور ماہ بیلان نالوں گھزار ماہ محمدؐ، محض توالی کے طور پر نہیں گاتے ہیں تو خیر اب تک اگرچہ انکا عمل اس صحیح حدیث پر نہیں تھا تو اب سے عمل کر کے دکھلائیں اور اعلان کریں کہ رفع یدین کرنا مقدمہ اولیٰ سے اچھے وقت اور ہر رکعت کی قرأت ختم کرنے پر بھی ہے، ویدہ باید



مسئلہ -

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ اگر نماز پڑھنے کیلئے وضو کی ضرورت ہو اور قریب میں پانی نہ ہو تو بلا تاخیر تیمم کر کے نماز پڑھ لے پانی کی تلاش میں تنگ و دو گئے کی ضرورت نہیں ہے، اور اس کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ پانی نہ ہونے کا یقین ہو اگر گمان بھی ہو کہ پانی نہیں ہے تو بھی بلا تاخیر تیمم کر کے نماز پڑھ لینی چاہیے۔ نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

و معتبرہا علم یا ظن بعدم وجود ما درست و بحث و کشف و احفاء سوال و طلب مخصوص در جہات اربعہ دو یک میل یا انتظار تا فیروقت آن نماز معتبر نیست۔ (عرف ص ۱۵۱)

یعنی تیمم کرنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو یقین یا گمان ہو کہ پانی نہیں ہے اس کیلئے پانی کی تلاش کی جدوجہد لوگوں سے باصرار پانی یا گمانا ادھر ادھر چاروں طرف اس کی جستجو یا پانی کی تلاش کے لئے میل دو میل کی قید یا نماز کو پانی کی تلاش میں آخر وقت تک مؤخر کرنا ان چیزوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

لیکن غیر مقلدین کا یہ مذہب قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے۔

فلعرجد و اماع فتیمبوا صعبا اطمینا۔

یعنی (اگر) تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو

اس صریح کے بھی خلاف ہے۔

عن حدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعلت تربتھا لنا طهورا

ادالہ منجد الماع۔ (رداء ص ۱۵۱)

یعنی حضرت حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مٹی ہمارے لئے پاک ہونے کا ذریعہ ہے بشرطیکہ ہمیں پانی میسر نہ ہو۔

اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک پانی کا عدم وجود متحقق نہ ہو جائے  
 اور یہ اس وقت ہوگا جب پانی کی ضروری حد تک تلاش کر لی جائے اور پانی نہ ملے  
 اس وقت تک تیمم کرنا جائز نہ ہوگا۔

نیز اگر پانی کا ملنا متوقع ہو تو نماز کا مؤخر کرنا بھی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ  
 نے جس کو بھی قرآن و حدیث کی ذرا بھی فہم دیا ہے اس کیلئے اس بات کا سمجھنا کچھ  
 بھی مشکل نہیں ہے۔

امام بخاری کے نزدیک بھی غیر مقلدین کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، بخاری  
 میں ایک باب یہ ہے۔

التيمم في المحض اذا لم يجد الماء وخاف فوت الصلوة۔

یعنی حضور میں تیمم اس وقت جائز ہے جہاں پانی نہ ملے اور نماز کے  
 فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔

حافظ ابن حجر اس باب کے تحت لکھتے ہیں :

جعلہ مقيداً بشطين خوف خروج الوقت وفقد الماء۔ (فتح الباری)

یعنی امام بخاری نے تیمم کو دو شرطوں کے ساتھ مقید کیا ہے، ایک تو یہ کہ  
 نماز بچھنے کے وقت کا اندیشہ ہو، اور دوسرے یہ کہ پانی نہ ملے۔  
 اور حضرت امام اہلسنت و الجماعت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک  
 المغنی میں یہ لکھا ہے۔

المشهور عن احمد اشترائط طلب الماء لصحة التيمم (مجموعہ)  
 یعنی امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ تیمم کے صحیح اور جائز ہونے کے  
 لئے پانی کی طلب و جستجو کو شرط قرار دیتے ہیں۔

اور اسی المغنی میں یہ بھی ہے۔

ان تاخير التيمم اولی لكل حال۔ (رجوع الصلوة)

یعنی رہائی کے نہ ملنے کی شکل میں) تیمم کو مؤخر کرنا ہر حال میں اولیٰ ہے۔  
 آپ نے دیکھا کہ غیر مقلدین کے مذہب و مسلک کی تائید نہ قرآن سے  
 ہوتی ہے اور نہ حدیث سے، نہ جمہور علماء کے مسلک و مذہب سے صحت کہ امام اہلسنت  
 حضرت امام احمد بن حنبل اور سرخیل محدثین حضرت امام بخاری کا مذہب بھی وہ نہیں ہے  
 جو غیر مقلدوں کا ہے۔

قرآن و حدیث اور محدثین و فقہاء کی مخالفت کے علی الرغم غیر مقلدین یہ کہتے  
 ہیں جھگڑتے کہ وہ صرف وہی اہل حدیث ہیں۔

تعمی الالہ دانت تظہر حبیہ

هذا و سابی فی القیاس بدیع

یعنی توحید خدا کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن تعجب ہے کہ تو اسکی نافرمانیاں کر رہا ہے۔  
 (طریقہ غدی ص ۱-۹)



(۳۷) مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ شراب پینے پر کوئی متعین حد نہیں۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں -

پس حق آنست کہ جلد شراب غیر مقدس بر مقدار رائے امام ست

(مسئلہ عرف)

یعنی حق یہ ہے کہ شراب کے بارے میں کوڑا مارنے کی کوئی متعین مقدار نہیں ہے۔

بلکہ یہ مقدار حاکم کی رائے پر ہے۔

خاں صاحب کی بات محض شیخ شوکانی کی تقلید میں ہے ورنہ حق یہ ہے کہ جیسا

کہ امام ترمذی کا بیان ہے کہ صحابہ کرام کا عام مذہب یہ تھا کہ شراب پینے کی حد اسی

کوڑا ہے یا کم از کم چالیس کوڑے جیسا کہ امام شافعی اور امام احمد کا مسلک ہے۔

اور امام مالک کا مذہب بقول حنفی ابن عبد البر یہ ہے۔

خواہ شراب پینے والا مرد ہو یا عورت تنگی پیٹھ پر اسی کوڑے لگائے جائیں گے

(الکافی ج ۲ ص ۱۷۹۰)

اور یہی مذہب جمہور علماء کا ہے، بعض ائمہ کے نزدیک شرابی کو چالیس کوڑے

لگائے جائیں گے، حدیث و دونوں طرح کی ہے، لیکن خواہ شراب پینے کی حد

اسی کوڑے ہوں یا چالیس کوڑے بہر حال وہ متعین ہے، ترمذی میں ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب الحد

منعین اربعین قال معمر اظنہ فی الخمر۔ یعنی حضرت ابو سعید خدری کی

روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حد چالیس کوڑے لگائی، معمر کہتے

ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ شراب کی حد تھی۔

اور سلم میں حضرت علی کی بارے میں ہے کہ انھوں نے فرمایا :

اسے ابو جعفر کھڑے ہو اور اسکو کوڑے مارو، تو انھوں نے اسکو کوڑے مارنا شروع کیا اور حضرت علی اسکو گن رہے تھے، جب چالیس کوڑے ہو گئے تو حضرت علی نے کہا اب رگ ہاؤ پھر حضرت علی نے فرمایا۔ آنحضرت نے چالیس کوڑے حد لگائی اور حضرت ابو بکر نے چالیس کوڑے حد لگائی اور حضرت عمر نے اسی کوڑے لگائی، یہ سب سنت ہے۔ مگر مجھے چالیس کوڑے زیادہ پسند ہے۔

اور حضرت انس کی یہ روایت ترمذی میں ہے۔

ایک شخص آنحضرت کی خدمت میں لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی تو آپ نے اسکو کوڑے اسکو چالیس مار لگائی (جس کا مجموعہ اسی ہوا) اور ایسا ہی ابو بکر نے کیا پھر جب حضرت عمر کا زمانہ آیا تو آپ نے اس بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمن نے فرمایا، کہ ہلکی سے ہلکی حد اسی کوڑے ہیں چنانچہ حضرت عمر نے اسی کا حکم جاری فرمایا۔

امام ترمذی اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں،

وحدیث انس حدیث حسن صحیحہ والعمل علی هذا عند اهل العلم

من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم حد السکران ثمانون۔

یعنی حضرت انس کی یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور اہل علم صحابہ کرام کا ان پر محض یہاں کوڑا کی حد اسی کوڑا ہے۔

یہ تو کچھ صحابہ کرام کا معمول اور ان کا مذہب و مسلک لیکن یہ نام کے اہل حدیث حقیقت کے مدعی کہتے ہیں کہ شراب کی کوئی مستین حد نہیں اور سنت خیر الوریٰ پر مرنے کی دعا بھی کریں گے۔

یارب مروں میں سنت خیر الوریٰ کے ساتھ

مختر میں بھی کھڑا ہوں شفیع الوریٰ کے ساتھ

غیر مقلہ بن کا مذہب ہے کہ اگر شادی میں مہر کا تعین بھی ہو چکا ہو اور خلوت  
صحیحہ بھی ہو گئی ہو مگر جماعت نہ ہو اور شوہر پر یہ کامل مہر واجب نہ ہوگی۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

نہت دلیل بر وجوب مہر کامل بجمرد خلوت و تمسک بغیر دلیل حلال نیست۔  
(مسئلہ ۱۵۶ غٹ)

یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ محض خلوت کی وجہ سے کامل مہر واجب ہوگی  
اور بلا دلیل بات سے اس مسئلہ لال اور تمسک کہنا یہ حلال نہیں ہے۔

لیکن ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب غیر مقلہ بن کے اس مذہب سے الگ ہے  
ان کے نزدیک محض خلوت صحیحہ سے خواہ عورت کے ساتھ صحبت ہوئی یا نہ ہوئی رہو  
بیوری مہر واجب ہو جاتی ہے، اور بقول ابن تیمیہ یہی مذہب خلفائے اربعہ  
کا بھی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے اس بارے میں فتویٰ دریافت کیا گیا انھوں  
نے جو اس کا جواب دیا ہے اس کو اصل استفتاء کے ساتھ نقل کیا جا رہا ہے۔

و مثل رحمہم اللہ عن امراؤ لا تزوجہا رجل و دخل بها ثم ادعی انہا  
كانت متبیحا و تھا کما الی حاکم فارسل معہا امراؤین فوجد وھا کانت  
بکرا فانکر و منکل عن المہر ما یجب علیہ ؟

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت سے ایک آدمی نے  
شادی کی اور شوہر نے بیوی سے خلوت بھی کی، پھر شوہر نے بیوی کے بارے  
میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ باکرہ نہیں تھی تبہ تھی، اور میاں بیوی دو نوک حاکم کے  
پاس اپنا مقدمہ پیش کیا حاکم نے دو عورتوں کو اس بیوی کی تحقیق حال کے لئے



بیوی کے ساتھ کر دیا۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ بیوی باکرہ ہے (اور شوہر کا بیان  
 گوہ باکرہ نہیں ہے غلط ہے) لیکن پھر بھی شوہر ہر دینے سے انکار کر رہا ہے  
 اب اس مسئلہ میں شوہر پر کیا واجب ہے؟

یہاں یہ بات یاد رکھئے کہ شوہر بیوی کے ساتھ خلوت کر چکا ہے، اس کے  
 بعد یہ تحقیق ہو رہی ہے کہ وہ بیوی اب بھی یعنی شوہر کے دخول اور اس سے خلوت  
 کے بعد بھی باکرہ کی باکرہ ہی ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ شوہر نے بھی اس کے  
 ساتھ بجااست اور مباشرت حقیقہ نہیں کی، یعنی وطی اور صحبت نہیں صرف خلوت  
 ثابت ہے، اب دیکھئے شیخ الاسلام کا فتویٰ کیا ہے، فرماتے ہیں:

ليس له ذلك، بل عليه كمال المهر كما قال من رارة وقضى الخلفاء  
 في اشد من ذلك المهر والمهر، والله اعلم، (فتاویٰ ج ۳۲ ص ۱۹۷)  
 یعنی شوہر کو مہر کے انکار کرنے کا حق نہیں ہے، بلکہ اس کے ذمہ پوری مہر کی  
 ادائیگی واجب ہے جیسا کہ زرارہ فرماتے ہیں اور خلفاء الراشدین اور تمام  
 ائمہ مہدیین کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ جس نے دروازہ بند کر لیا اور پردہ لٹکا لیا  
 اب خواہ اس نے بیوی سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو اس پر عدت اور مہر واجب  
 ہے۔ واللہ اعلم۔

اب یہ غیر متقلدین ہی فیصلہ کریں کہ ان کا مذہب غلط دلیل ہے، شیخ الاسلام  
 ابن تیمیہ اور خلفائے راشدین اور ائمہ مہدیین کا؟ اور اگر یہ سب غلط ہیں اور صرف  
 غیر متقلدین ہی برحق ہیں تو ہم بھی غیر متقلدین کی جرات ایمانی و غیرت حقانی و جذبہ  
 حق گوئی رکھنا چاہتے ہیں وہ ذرا شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اس فتویٰ دلیل  
 سے رد کر دیں۔

مسئلہ : (۳۹)

غیر مقلدین کے یہاں بنیذ کا پانی پاک ہے۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :  
آبِ بنیذ پاک ست : (عرف مل)  
یعنی بنیذ کا پانی پاک ہے۔

اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بنیذ خواہ مسکر ہو یا غیر مسکر یعنی اس میں  
نشہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہو یا نہ ہو ہر حال میں اس کا پانی پاک ہے، رہا یہ کہ  
بنیذ کا پانی کیا چیز ہوتی ہے وہ غاصب اور غیر مقلدین جانتے ہیں۔ تو صرف  
یہ بتانا ہے کہ بنیذ غیر مقلدوں کے نزدیک شراب ہے اور شراب کی سبھا ست و  
حرمت قرآن میں منصوص ہے مگر وہ غیر مقلدین کے نزدیک حلال اور جائز اور  
پاک ہے۔

مسئلہ : (۳۰)

غیر مقلدین کے مذہب میں بنیذ میں اگر نشہ اور شدت نہ پیدا ہوئی ہو تو  
اس کا پینا جائز ہے۔  
نواب صاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں۔

والنبيذ حلال اذا لم يشد ولم يسك (ج۳ اکترا)

یعنی بنیذ میں اگر شدت اور نشہ نہ پیدا ہوا ہو تو وہ حلال ہے۔  
ایک طرف بنیذ کے بارے میں غیر مقلدوں کے مذہب کی یہ وسعت ملاحظہ  
فرمائیے اور دوسری طرف اسی بنیذ کے سلسلہ میں احناف کے خلاف ان کا یہ  
پروپیگنڈہ بھی دیکھئے۔ مولانا اسماعیل وزیر آبادی ملکی لکھتے ہیں۔

وكان الخفية رجمهم الله يرون اربعة انواع من الخمر حراما واربعة  
حلالا عنه خلافاً. (حركة الانطلاق الفكري ص ۲۹۱)

یعنی احناف و جمہم اشر چار قسم کی شراب کو حرام کہتے ہیں اور چار قسم کی شراب  
کو حلال کہتے ہیں۔

اس سلسلے سلفی عالم کی بددیانتی یہ ہے کہ بنیذ پر اس نے خمر کا اطلاق کیا ہے،  
حالانکہ سب جانتے ہیں کہ احناف کے یہاں خمر مطلقاً حرام اور نجس ہے، ان کے  
یہاں جو کچھ کلام ہے بنیذ کے سلسلہ میں ہے، مگر یہ بددیانتیت جماعت کذب و  
تحریر میں شیطان سے بھی آگے ہے۔

میرزا اسماعیل سلفی نے مذہب احناف بیان کرنے کیلئے درمختار کی  
تائید پیش کی ہے اس میں خمر کا کہیں ذکر بھی نہیں ہے، ذکر ہے تو بنیذ کا۔  
خمر بنیذ اور خمر کے سلسلہ میں ان کا جو مذہب ہے وہ آپ اس کتاب میں  
لاہوت قرار ہے ہیں۔ بنیذ کو تو چھوڑے ان کے نزدیک خمر کے سلسلہ میں جو  
دست ہے وہ کسی مذہب میں نہیں ہے، مگر یہ طعن کریں گے احناف پر  
کہ کسروں کو درغلانے اور بھڑکانے کیلئے یہ لکھیں گے۔

قالذهب الحنفی یسمح للشرب بقدر الحاجة اذا صلحت النية۔

(حركة الانطلاق الفكري ص ۲۹۱)

یعنی مذہب حنفی میں اگر نیت درست ہو تو شراب پینے کی بقدر حاجت  
مباح ہے۔

یہ عجب آپ نے کذب بیانی اور افتراء میں یہ شیطان کو بھی مات دے رہے  
ہیں کہ یہ ماشار اشر سلفی۔ اور اہل حدیث اور محدثی۔



مسئلہ (۳۱)

غیر مقلدین کے نزدیک عورت کی عدت کے ایام کا شمار حیض یا طہر کی مدت سے نہیں ہے بلکہ دم حیض کی صفت یا عورتوں کی عادت سے ہوگا۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

و معتبر در عدت ایام حیض رجوع بسوے صفات دم و عادت نہا راست  
و در شرع دلیلے از برائے اقل و اکثر طہر و حیض تیا مدہ . (عرف مسئلہ ۱۹)  
یعنی عدت میں یا تو اعتبار عورتوں کے خون کی صفاتوں کا ہو گا یا انکی عادتوں  
کا شریعت میں کوئی دلیل طہر و حیض کی مدت کے بارے میں وارد نہیں ہے۔  
غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے۔

والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء (البقرة)  
شیخ ابو بکر الجزائری اپنی تفسیر السیر التفاسیر میں فرماتے ہیں :  
ان علی المطلقة التي تحيض ان تستظر فلا تعرض للزواج مدة ثلاثة اقراء  
فان انقضت المدة ولحقها من اجمعها من وجها فلهما ان تزوج وهذا الانتظار  
یسمی عدۃ۔

یعنی وہ عورت جو مطلقہ ہو چکی ہے اور جس کو حیض آتا ہے تین اقراء  
تک شادی کے در یہ نہ ہو، اگر یہ تین اقراء کی مدت گزر جائے اور اس کے شوہر  
نے اس سے رجوع نہ کیا ہو تو اب اس کے لئے جائز ہے کہ وہ شادی کر لے  
اس انتظار کا نام عدت ہے۔

اور۔ قرآن کی تفسیر فرماتے ہیں۔

القرء اما مدة الطهر او مدة الحيض یعنی قرریا تو طہر کی مدت ہے  
یا حیض کی مدت ہے۔

اور چونکہ اس پر قرآن کی تفسیر میں ائمہ کا اختلاف ہے اس وجہ سے عدت کی مدت بعض ائمہ نے تین طہر اور بعض ائمہ نے تین حیض بتلائی ہے۔  
اور المعتق میں ہے۔

اقل الطہر بین الحيضتين ثلاثۃ عشر یوما۔ (رہنمائے ۲۱)

یعنی دو حیضوں کے درمیان طہر کی مدت تیرہ دن ہے۔

تیز اسی المنہی میں ہے۔

وقال مالک والثوری والشافعی والوحیفة اقل الطہر

خمسة عشر یوما۔ (ایضاً)

یعنی امام مالک امام ثوری امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عورت کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے۔

آپ نے دیکھا جو غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ نہ طہر کی کوئی مدت ہے اور نہ حیض کی اس اطلاق کے ساتھ ائمہ اربعہ میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے اور نہ یہ جمہور کا مسلک ہے۔

مسئلہ - (۳۲)

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے کے بجائے اس پر صرف مسح بھی کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ خاں صاحب بھوپالی کے اس ارشاد کا حاصل ہے۔ فرماتے ہیں:

و شك نیست که قرأت نصب و جر در آید کریمه جو از غسل و مسح هر دو کند و بر آید  
هر یکے قائلین تعف بسیار کرده اند (مسئله عرف)

یعنی اس میں شک نہیں کہ (فما مسحوا برؤسکم و اس جلکم) والی آیت کریمہ میں نصب اور جر دونوں کے ساتھ پڑھنا یہ دلیل ہے کہ پاؤں پر مسح بھی سنت ہے اور پاؤں کا دھونا بھی درست ہے، جو لوگ صرف مسح یا صرف دھونے کے قائل ہیں انھوں نے بڑی زبردستی سے کام لیا ہے۔

نیز یہی خاں صاحب فرماتے ہیں۔

و در لول کتاب عزیز مشروعت بر واحد از غسل و مسح علی الافراد است نہ  
جمع میاں، (مسئله عرف)

یعنی کتاب السنہ سے ان دونوں غسل اور مسح میں سے ہر ایک کی مشروعیت تنہا تنہا ثابت ہوتی ہے، نہ یہ کہ دونوں کو جمع کیا جائے (کہ پاؤں دھو کر مسح جائے اور اس کا مسح بھی ہو)۔

یہ بات تمام مسلمانوں کو معلوم ہے کہ وضو میں پاؤں پر مسح کرنا یہ شیعوں کا مذہب ہے اہل سنت و اجماعت میں غیر مقلدوں کے علاوہ (اگر انکو اہل سنت و اجماعت میں شمار کرنا صحیح ہو) اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

غسل القدمین فی الوضوء منقول من النبی صلی اللہ علیہ وسلم



نقلاً متواتراً۔ (فتاویٰ ج ۲۱ ص ۱۲۸)

یعنی وضو میں پاؤں کا دھونا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور تواتر ثابت ہے نیز وہ یہ بھی فرماتے ہیں :

ومن مسح على الرجلين فهو مبتدع مخالف للسنة المتواترة

والقلات۔ (فتاویٰ ج ۲۱ ص ۱۳۳)

اب دیکھنا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اس جال سے غیر مقلدین کیسے نکلتے ہیں اور مبتدع اور سنت متواترہ کے مخالف ہونے کے الزام سے اپنے کو کیسے بچاتے ہیں، امید ہے کہ وہ کہہ دیں گے ہم نواب صاحب کی یہ بات تسلیم نہیں کرتے اور وضو میں پاؤں کا دھونا ہمارا بھی مذہب ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ نواب صاحب کی مجددیت کا پھر کیا ہوگا ؟

یا ماتھ توڑے جائیں گے یا کھولیں گے نقاب

سلطانِ عشق کی یہ ہی نسج و شکست ہے

(نہکان محمدی ص ۱)

مسئلہ - (۲۲)

غیر مقلدوں کے مذہب میں عیب کی وجہ سے نکاح کا فسخ کرنا جائز نہیں،  
نواب صاحب بھوپالی عرف الجاوی میں فرماتے ہیں۔  
دوبارہ فسخ نکاح از عیوب تجتے نیزہ نیامدہ و مرفوع۔ ثبوت نہ رسیدہ (ص ۱۳)  
یعنی عیوب کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کے بارے میں کوئی یقین دہانہ  
نہیں ہے اور جو مرفوع حدیث ہے وہ ثابت نہیں ہے۔  
غیر مقلدوں کا یہ مذہب شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتویٰ کے خلاف ہے،  
وہ فرماتے ہیں :

اذا ظهر بياحد الزوجين جنون او جذام او برص فللاخر

فسخ النكاح - (فتاویٰ ج ۲۲ ص ۱۷۱)

یعنی اگر میاں بیوی میں سے کسی کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ اسکو جنون، یا  
جذام، یا کوڑھ ہے تو دوسرے کو نکاح کا فسخ کرنا جائز ہے۔  
نیز فرماتے ہیں :

اذا ظهر ان الزوج مجذوم فلهما ان فسخ النكاح بغير اختيار

الزوج - (ایضاً)

یعنی اگر یہ پتہ چلا کہ شوہر مجذوم ہے تو شوہر کے اختیار کے بغیر بیوی  
کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

نیز شیخ الاسلام سے سوال ہوا کہ ایک آدمی نے ایک عورت سے یہ سمجھ کر شادی  
کی کہ وہ باکرہ ہے، لیکن نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ اسے مسلسل خون آتا ہے تو کیا  
شوہر نکاح فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے؟ تو ان کا جواب تھا۔

هذا عيب يثبت به فسخ النكاح - (ایضاً ص ۱۷۱)

یعنی یہ عجیب ہے اس سے نکاح فسخ ہو جائے گا۔

اب معلوم نہیں پکا اہل حدیث اور کتاب و سنت پر عمل کرنے والا کون ہے،  
آج کے غیر مقلدین یا شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ؟

اوپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ جس طرح شوہر یعنی لڑکے کو نکاح کے فسخ  
کا حق حاصل ہے اسی طرح بیوی کو بھی یعنی لڑکی کو بھی عجیب کی بنا پر فسخ نکاح کا  
اختیار ہے۔ پس خاں صاحب کا یہ فرمانا کہ

”وہم چنین در فسخ بنت دیلے صحیح نیامدہ واصل بقا، بزکاح است۔“

یعنی اسی طرح لڑکی کے فسخ کرنے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور اصل یہ  
ہے کہ وہ نکاح پر باقی رہے گی۔

شیخ الاسلام کے فتویٰ کی رو سے غلط ہے، ابھی اوپر معلوم ہوا کہ اگر شوہر  
میں کوئی عجیب ہے مثلاً جذام، برص، جنون وغیرہ تو بیوی کو فوراً حق ہے کہ وہ نکاح  
کو فسخ کرے۔ اور یہ صرف شیخ الاسلام ہی کے فتویٰ کی بات نہیں ہے،  
غیر مقلدین نے جمہور مسلمین کی اس سلسلہ میں مخالفت کی ہے، تقریباً تمام ائمہ کا یہی  
مذہب ہے کہ عیوب کی وجہ سے نکاح کا فسخ زوجین میں سے ہر ایک کو حاصل رہتا ہے۔  
الکافی میں پوری ایک فصل اس سلسلہ کی ہے، جس کا عنوان ہے۔

باب العیوب التي یفسخ بها النکاح اذا كانت باحد الزوجین۔ (الکافی ص ۵۶۵)

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ اگر میاں بیوی میں سے کسی میں کوئی عجیب  
ہو تو اس کی وجہ سے نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔

اور ابن تیمیہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اجماعی ہے۔ مگر غیر مقلدین  
کو کون سمجھائے کہ عدم تقلید بہت بری بلا ہے۔ خصوصاً آج کے زمانہ میں اس سے  
آدی راہ حق سے بھٹکتا ہے، ٹھوکر میں کھاتا ہے، منہ کے بل گرتا ہے، اور سبیل المومنین  
سے دور بہت دور چلا جاتا ہے، کہ پھر اس کی طرف واپسی مشکل ہوتی ہے۔



مسئلہ - (۴۴)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ نماز میں جمع تقدیم و تاخیر بلا عذر شرعی محض دنیاوی ضرورت کے پیش نظر بھی جائز ہے۔  
نواب صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں:

يجوز الجمع بين الظهر والعصر وكذا بين المغرب والعشاء  
جمع تقديم و تاخير بسفرا و عذرا و مرضا و حاجة من حوائج الدنيا  
والآخرة - (رکنز)

یعنی جائز ہے کہ ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا جائے اسی طرح مغرب اور عشاء کو بھی خواہ یہ جمع کرنا تقدیم یا ہو یا تاخیر، دونوں طرح جائز ہے، اور خواہ جمع کرنا سفر یا عذر یا مرض کی وجہ سے ہو یا کسی دنیاوی یا اخروی ضرورت کی وجہ سے ہو۔  
قرآن میں ہے: ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا جس کا صاف مطلب ہے کہ نماز کی ادائیگی اپنے اپنے وقت میں فرض ہے، شیخ ابو بکر جزائری شہور سلفی عالم اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

فأخبر ان الصلوة مفروضة على المؤمنين وانها موقوتة باوقات  
لا قودى الا فيها - (السير المتقاسير ص ۱۱۲)

یعنی اللہ نے یہ بتلایا کہ نماز مومنین پر فرض ہے اور وہ وقت کے ساتھ موقت ہے اس کی ادائیگی اپنی اوقات میں ہوگی۔  
اور تفسیر منظر میں ہے:-

محدد بأوقات لا يجوز اخراجها منها -

یعنی نماز اوقات کے ساتھ متعین ہے نماز کو اس کے وقت سے باہر کر کے ادا کرنا جائز نہیں۔

ایک طرف قرآن کا یہ واضح ارشاد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی ادائیگی اگر اوقات میں نہ ہو تو نماز درست اور صحیح نہیں ہوگی، اور دوسری طرف غیر مقلدوں کا یہ تزلزلہ نڈھب دیکھئے کہ کسی دنیاوی ضرورت کے پیش نظر بھی نماز کو اکٹھا کر کے اور ان کے اوقات محمد وہ کے علاوہ میں بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

جبکہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شرعی عذر ہو تو وہ نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھا جاسکتا ہے اور وہ بھی محض صورتہ نہ کہ حقیقتاً، یعنی دونوں نمازیں اپنے اپنے اوقات ہی میں پڑھی جائیگی بس فرق یہ ہوگا کہ ایک کو اول وقت میں اور ایک کو اس کے آخر وقت میں پڑھا جائیگا۔ اور بلا عذر شرعی تو کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ خود غیر مقلد عالم مولانا عبد الرحمن مبارکپوری تحفہ میں فرماتے ہیں:

وذهب الجمهور إلى أن الجمع لغو عذر لا يجوز (ص ۱۶۶ تحفہ)  
یعنی جمہور کا یہ مذہب ہے کہ بلا عذر دو نماز کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں۔ (۱)  
اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: دأبوا بالجمع فاستلما كان يجمع بعض  
الادقات اذا جد به السير وكان له عذر شرعي (ص ۲۶۶ فتاویٰ) یعنی آنحضرت  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی دو نماز کو جب سفر کی جلدی ہوتی اور آپ کو کوئی  
عذر شرعی پیش ہوتا اکٹھا کر کے پڑھ لیا کرتے تھے۔

اگر کوئی شخص پوری دنیا سے غیر مقلدیت کو یہ چیلنج کر دے کہ کسی ایک صحیح بلکہ ضعیف حدیث  
سے بھی وہ ثابت کر دیں کہ بلا عذر شرعی محض دنیاوی ضرورت کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے دو نمازوں کو اس کے وقت سے مٹا کر اکٹھا کر لیا ہے، تو امید ہے کہ غیر مقلدوں کو دن میں  
تار سے نظر آجائیں گے۔ اور انکی ساری غیر مقلدیت اور الحمد للہ یثیت وحرری کی دھڑکی رہ جائیگی۔

۱۱۱۔ مگر کیا کریں آبا و اجداد کی پیروی ہمیں جمہور کے مذہب پر چلنے سے مانع ہے اور ہم بلا عذر شرعی اور  
دنیا کی ضرورت کی خاطر بھی دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھ لیتے ہیں۔

مسئلہ (۳۵)

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا شمس الدین صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا۔

زید نماز عشاء میں جماعت کے ساتھ آخری رکعت میں ملتا ہے، سلام پھیر کر باقی رکعات بلند آواز سے پڑھتا ہے اور بجز اس کی اقتدا کرتا ہے، زید کا یہ فعل بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے؟ اور بجز اس کے ساتھ شامل ہو کر پورا کرنا کیسا ہے؟

جواب۔

یہ صورت حدیث میں نہیں آئی اگر کوئی شخص نیک نیتی سے ایسا کرے گا تو اجر ملے گا، محدثین اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

(۱۷ جولائی ۱۹۴۲ء پرچہ اہلحدیث)

اس جواب سے غیر مقلدین کا یہ دعویٰ جھوٹا ہو گیا کہ وہ کوئی بات بلا حدیث نہیں کہتے ہیں، جو صورت حدیث میں نہیں آئی محض امام شافعی اور محدثین کی تقلید میں اس کے بارے میں یہ کہنا کہ اس پر اجر ملے گا، کیا یہ قول بالرای نہیں ہے؟ یہ غیر مقلدین کی شریعت میں حرام ہے مگر اس حرام کا ارتکاب شیخ الاسلام صاحب برٹ و حوٹلے سے کر رہے ہیں اور اس کیلئے پناہ لے رہے ہیں، محدثین اور امام شافعی کی اور حضرت شیخ الاسلام کا یہ فرمانا۔

اگر کوئی شخص نیک نیتی سے ایسا کرے گا تو اجر ملے گا محدثین اور امام

شافعی کا یہی مذہب ہے۔

یعنی کیا مذہب ہے؟ آیا یہ کہ اگر کوئی شخص ان باتوں کو کیا کرے جو حدیث میں نہیں ہیں تو اس کو اس کے حسن نیت کی وجہ سے ان خلاف حدیث باتوں



کے کرنے میں ثواب ملتا رہے گا؟ اگر شیخ الاسلام کا مقصود یہی ہے تو اولاً محدثین اور امام شافعی رحمہ اللہ پر یہ سراسر افتراء اور بہتان ہے، شیخ الاسلام صاحب کسی محدث یا امام شافعی کے کسی قول سے اسکی دلیل پیش کریں۔

ثانیاً یہ کہ شیخ الاسلام صاحب نے بدعتوں کیلئے بڑے پتے کی بات کہہ دی ہے اب وہ اپنے بہت سے ان امور میں جو خلاف حدیث ہیں اور جن کا ذکر حدیث میں نہیں ہے یہ کہہ دیا کریں گے کہ یہ کام ہم لوگ حسن نیت سے کر رہے ہیں، اور جو کام نیکسائی سے کیا جائے اگرچہ اس کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ ہو اس پر اجر ملتا ہے۔ شیخ الاسلام ابو الوفا حضرت مولانا شارائش صاحب، الحمد لہ، کو یہی فتویٰ ہے۔ اب دیکھتے ہیں غیر مقلدین ان بریلویوں اور بدعتیوں سے اس فتویٰ کی روشنی میں کیسے نمٹتے ہیں۔

اور اگر مولانا شارائش صاحب کا اپنے فتویٰ کی جہارت سے یہ مطلب ہے کہ سائل نے جو مسئلہ پوچھا ہے وہ نہ رہا امام شافعی اور محدثین کا ہے تو امام شافعی یا کسی محدث کے قول سے یہ مسئلہ ثابت کر دیں، شیخ الاسلام تو گزر چکے اب یہ زبرداری غیر مقلدین کا طائفہ موجودہ اٹھائے، ہم بھی دیکھتے ہیں کہ غیر مقلدین میں کتنا دُغم ہے اور وہ اپنے شیخ الاسلام کی تہہ کس طرح بچاتے ہیں، یہی مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ: الحمد لہ وہ ہے جو بلا تقلید کسی امام کے حدیث پر عمل کرے، الحمد لہ چار جہولانی مسئلہ (۱۹۳۳ء) اب ان سے کون پوچھے کہ امام شافعی امام ہیں یا نہیں، آخر یہاں انکی تقلید کیسے جائز ہو گئی؟

## مسئلہ - (۳۶)

مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا -

جو شخص باقاعدہ نماز پچھوڑ دے پڑھے کبھی کبھی پڑھے اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوا -

ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ صَلُّوا عَلٰی مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے اس کا جنازہ پڑھ لیا کر دے۔

(پرچہ الحمدیث از ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ)

یعنی یہ بھی خوب رہی ایک طرف غیر مقلدین حضرات کا دعوئی ہے کہ وہ صرف صحیح حدیث کو مانتے ہیں اور صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں اور یہاں مولانا امرتسری جو اس عالم کے شیخ الاسلام ہیں بلا دھڑک ضعیف حدیث سے استدلال کر رہے ہیں۔ مقلدین اور خاص طور سے اخاف بیچارے غیر مقلدین کے اس اعتراض سے بڑے پریشان تھے کہ -

مذہب حنفی بھی کیسا یتیم مذہب ہے کہ جس کی بنیاد کسی ضعیف حدیث پر یا کسی امام کی رائے پر ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب کے اس جواب سے انکو بڑی ڈھارس ہو گئی کہ پہلو مسائل و مزیہ میں ضعیف حدیث سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مناظر تھے جو بات کہتے تھے اس کا آٹھ بیچھا پہلے دیکھ لیا کرتے تھے جیسا کہ ہوشیار مناظر کی صفت ہوتی ہے، ان سے پوچھا گیا کہ الحمدیث کسے کہتے ہیں تو ان کا جواب تھا -

”الحمدیث وہ ہے جو بلا تعلیق کسی امام کے حدیث پر عمل کرے“

یہاں جواب میں مولانا مرحوم نے صرف ”حدیث“ لکھا، صحیح حدیث نہیں لکھا، اسلئے

مسئلہ کوڑیں ہم مولانا امرتسری مرحوم کی اہلحدیثیت پر تو انگلی اٹھا نہیں سکتے ان کا  
 جواب حدیث ہی کی روشنی میں ہے اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہے .... مگر ....  
 جو جو اہلحدیثوں کا طائفہ حاضر ہے جو صحیح حدیث صحیح حدیث کی رٹ لگائے  
 رہتا ہے ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ تم جو یہ نعرہ لگاتے ہو کہ ہم اہلحدیث صرف صحیح حدیث  
 پر عمل کرتے ہیں، یہ بتلاؤ کہ تمہارے شیخ الاسلام اہلحدیث تھے یا نہیں اگر وہ  
 اہلحدیث نہیں تھے (یاد رہے کہ مولانا امرتسری دیوبند کے فارغ تھے اسلئے ان کا  
 اہلحدیث نہ ہونا بہ خداں تعجب خیر نہیں) تو پھر تو ہمیں کچھ نہیں کہنا ہے تو شاد باش  
 کر مارا شاد کر دی۔

اور اگر مولانا اہلحدیث تھے تو پھر انہوں نے جو ضعیف حدیث سے استدلال  
 کیا ہے تو اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ کیا ضعیف حدیث سے استدلال کرنا  
 صرف حقیقوں کے لئے حرام ہے اور وہ تمہارے لئے شیر مادر ہے؟  
 نہ تم صدے میں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے  
 نہ کھلے راز سر بستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں



مسئلہ - (۲۷)

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ جمعو کا غسل واجب ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

» وبراۓ جمعہ واجب سنت « (عرف ص ۱۴)

یعنی جموع کیلئے غسل کرنا واجب ہے۔

لیکن غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور مسلمین کے مذہب کے خلاف ہے، جمہور کے نزدیک جمعو کا غسل مستحب اور سنت ہے واجب نہیں۔

غیر مقلد عالم مولانا عبد الرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں:

اختلف اهل العلم في الغسل يوم الجمعة فذهب جمهور المسلمين الى

انه مستحب وقال جماعة انه واجب - (تحفة ج ۱ ص ۲۵۸)

یعنی اہل علم کا جمعو کے غسل کے سلسلہ میں اختلاف ہے، جمہور مسلمین کا مذہب یہ ہے کہ وہ مستحب ہے اور چند لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ یہ غسل واجب ہے۔

جمہور کا استدلال مندرجہ ذیل حدیث سے ہے جس کو غیر مقلدین نے رد کر دیا ہے۔

عن سمرہ بن جندب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من

توضأ يوم الجمعة فيها ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل -

(رواہ الترمذی)

یعنی سمرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ جس نے جمعو کے

دن (صرف) وضو کیا تو بھی خوب کیا، اور جس نے غسل کیا تو یہ غسل کرنا افضل

اور بہتر ہے۔

اور امام ترمذی فرماتے ہیں۔

والعمل على هذا عند اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم

ومن بعد هم اختاروا الغسل يوم الجمعة ورأوا ان يجتزي البضوء  
من الغسل يوم الجمعة -

یعنی صحابہ کرام میں سے اہل علم کا نیز بعد کے لوگوں کا بھی یہی مذہب ہے کہ  
ان لوگوں نے جمعہ کے دن نہانے کو پسند یہ قرار دیا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ  
صرف وضو کر لینا بھی جمعہ کے دن کے غسل سے کفایت کرے گا۔

مسئلہ - (۳۸)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ ظہر کی نماز گرمی میں تاخیر سے پڑھنی چاہئے۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

و در اشتداد حر تیر بدین نظر آید (ص ۱۸ عرف)

یعنی سخت گرمی میں ظہر کی نماز کو سورج کی تمازت کم ہونے پر پڑھنے کا حکم ہے۔  
آج کل غیر مقلدین نے اس مسئلہ پر عمل کو اجتماعی طریقہ پر محض اخاف  
کی ضد میں ترک کر رکھا ہے۔ اور ان کے کسی عالم کو یہ توفیق نہیں ہوتی ہے کہ اپنے  
عوام کو نماز کا یہ صحیح مسئلہ بتلائیں اور اس پر عمل کرائیں۔ اور ان کے اس عناد  
اور ضد نے کہ ہر زمانہ میں ہر نماز شروع ہی وقت میں پڑھی جائے گی انکو اللہ کے  
رسول کی اس صحیح حدیث کا مخالف بنا رکھا ہے۔ ترمذی میں ہے :

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد  
الحرا فابس دواعن الصلوۃ فان شدۃ الحر من فیہ جہنم -

یعنی حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم  
فرمایا کہ جب گرمی سخت ہو تو نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو اسلئے کہ گرمی کی  
شدت جہنم کے اثر سے ہوتی ہے۔

اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں :

قال الترمذی: ومعنی من ذهب الی تاخیر الظہر فی شدۃ الحر  
هو اولی واسبہ بالاتباع -

یعنی ان لوگوں کا مقصود جو سخت گرمی میں نماز کو مؤخر کر کے پڑھتے ہیں  
زیادہ اولیٰ اور لائق اتباع ہے۔

اور مولانا عبد الرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں :



حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ جمہور اہل علم کا یہی قول ہے کہ سخت گرمی میں ظہر کی نماز کو مؤخر کرنا مستحب ہے تا آنکہ وقت ٹھنڈا ہو جائے اور دھوپ کی شدت میں کمی آجائے۔

اور خود مولانا مبارکیوری کا فیصلہ بھی یہی ہے۔

الظاهر عندی ما ذهب الیه الجمنہور (ص ۱۳۱ تحفہ)

یعنی میرے نزدیک قوی بات وہی ہے جو جمہور کا غریب ہے۔

اب بھی غفر مقلدین زمانہ میں اور ظہر کی نماز کو مئی اور جون کے مہینہ میں بھی اول ہی وقت اور زوال کے فوراً بعد ادا کریں تو اس کے سوا اور کیا کہا جائے گا کہ یہ ان کا محض پروپیگنڈہ ہے کہ وہ متبع کتاب و سنت ہیں حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور یہ کہ

کہنے کی زبان اور ہے کرنے کی زبان اور

(طریق محمدی)

مسئلہ -

(۳۹)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ حیض کی کوئی مدت نہیں نہ کم کی نہ زیادہ کی  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

نیست مدت برای اقل و اکثر حیض (ص ۱۶۷ عرف)

یعنی حیض کی کوئی مدت نہیں ہے نہ کم کیلئے نہ زیادہ کیلئے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب ائمہ اربعہ کے خلاف ہے، تفصیل درج ذیل ہے۔  
امام احمد جو امام اہلسنت کے نام سے صرف مقلدین میں نہیں بلکہ غیر مقلدوں  
میں بھی مشہور ہیں، ان کا مذہب یہ ہے۔

اقل الحيض يوم واكثره خمسة عشر يوماً۔ (المغنی ص ۲۸)

یعنی حیض کی کم سے کم مدت ایک دن ہے اور اسکی اکثر مدت پندرہ دن ہے۔  
اور امام ثوری اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے۔

وقال الثوري والوحيفة اقله ثلاثة ايام واكثره عشرا (الفا)

یعنی امام ثوری اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ حیض کی کم سے کم مدت  
تین دن ہے اور اس کی اکثر مدت دس روز ہے۔

اور امام مالک کا مذہب یہ ہے۔

واكثر الحيض خمسة عشر يوما وليس لاقله حد (الكافي ص ۱۸۵)

یعنی حیض کی اکثر مدت پندرہ دن ہے البتہ کم کی کوئی حد نہیں۔

اور امام شافعی کا مذہب وہی ہے جو حضرت امام احمد بن حنبل کا ہے، یعنی حیض  
کی کم سے کم مدت ایک روز اور زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن۔

غرض غیر مقلدین نے جو یہ مذہب بتایا ہے کہ حیض کی کوئی مدت ہی نہیں  
نہ کم کی نہ زیادہ کی یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے اور امت کے اجماعی مذہب کے

خلاف ہے۔

اب یا تو غیر مقلدین یہ کہیں کہ کتاب و سنت کی روشنی صرف انہیں کو حاصل ہے بقیہ اور رائے اسلام بالکل تاریکی میں ہیں یا پھر اقرار کریں کہ ان کا مذہب شاذ ہے اور سلف و خلف کے خلاف ہے۔

من یگوید کہ میں ممکن و آں کن

مصلحت میں و کار آساں کن



مسئلہ - (۵۰)

غیر مقلدوں کے مذہب میں مریض کھلے تیمم اس وقت جائز ہے جبکہ اس کا اندیشہ ہو کہ پانی کے استعمال سے وہ مر جائے گا۔  
خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

اگر در غسل خوف مرگ باشد تیمم نماید۔ (ص ۱۹ عرف)  
(یعنی اعضائے بدن دھونے میں پانی کے استعمال سے) اگر موت کا خوف ہو تو تیمم کرے، لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی اس تصریح کے خلاف ہے۔

التیمم جائز اذا عدم الماء وخاف المرض باستعماله،  
یعنی تیمم کرنا اس وقت جائز ہو جاتا ہے جب پانی نہ ملے یا پانی کے استعمال سے بیمار ہونے کا اندیشہ ہو۔

نیز فرماتے ہیں:

فمن كان الماء يضره بزيادة في مرضه لاجل جرح به او مرض

او لخشية البرد ونحو ذلك تیمم۔

یعنی جبکہ پانی کے استعمال سے ضرر لاحق ہوتا ہے، مثلاً زخم کی وجہ سے اس کا مرض بڑھ جاتا ہے، یا کوئی بیماری لاحق ہو جاتی ہے، یا اس کو ٹھنڈک لگ جانے کا اندیشہ ہے یا اس طرح کا کوئی اور نقصان پیدا ہو جاتا ہے تو وہ تیمم کرے گا۔  
غرض امت مسلمہ میں غیر مقلدوں یا ان جیسے شاذ لوگوں کے علاوہ کسی اور کا یہ مذہب نہیں ہے کہ تیمم اس وقت جائز ہو گا جب پانی کے استعمال سے مری جانے کا خوف ہو، جمہور کا یہی مسلک ہے کہ اگر پانی کے استعمال سے آدمی کو نقصان پہونچتا ہے یا اس کے مرض میں اضافہ ہوتا ہے تو اسکو تیمم کرنیکی اجازت ہے۔

امام مالک کا مذہب الکافی میں یہ لکھا ہے :

اذا خافت النیابة فی مرضه او تأخر بسببہ تیمم ، (الکافی ج ۱ ص ۱۸۱)  
یعنی جس کو مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا یہ کہ پانی کے استعمال سے مرض سے  
صحت حاصل ہونے میں تاخیر کا اندیشہ ہو تو وہ تیمم کرے ۔

اور المغنی میں امام احمد کا ظاہر مذہب یہ لکھا ہے

وظاهر المذہب انه یباح له التیمم اذا خافت زیادة المرض

او تطابق البراء - (المغنی ج ۱ ص ۲۵۹)

یعنی ظاہر مذہب یہ ہے کہ اگر پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جانے کا  
اندیشہ ہے یا اس کا اندیشہ ہے کہ صحت میں تاخیر ہوگی تو اس کیلئے تیمم مباح ہے ۔

اور یہی مذہب امام شافعی کا بھی ہے ، اور اگر مجھے اس کا اندیشہ نہ ہوتا  
کہ امام ابو حنیفہ کا نام لینے سے غیر مقلدوں کے چہروں پر شکن پڑ جائے گی تو میں یہ کہتا  
کہ یہی مذہب احناف کا بھی ہے ۔

غرض غیر مقلدوں کی راہ اس مسئلہ میں بھی جمہور کے خلاف اور سب سے  
اگلی ہے ،

دیکھ کر تجھ کو مٹے جاتے ہیں دنیا کے حسیں  
جمع ہوتا ہے سالہ تری یکتائی کا

(طریق محمدی ص ۱۰۵)

مسئلہ -

(۵۱) غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ ناپاک پانی میں اگر گیند گر کر پھر کسی کنویں میں جا گرے اور کنویں میں زیادہ پانی نہ ہو تو کنویں کا سب پانی ناپاک ہو جائیگا اور کنویں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہوگا۔

(فتاویٰ تذریعہ ج ۱ ص ۳۴۲)

معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کو ذکر کرنے کے موقع پر غیر مقلدوں کی نگاہ سے آنحضورؐ کی صحیح حدیث

ان الماء طهور لا ینجسہ شی

کر پانی پاک ہوتا ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔

او جہل ہو گئی۔

اور دیکھیں اور قابل لحاظ بات یہ ہے کہ غیر مقلدین اگر کتا اور سور بھی کنویں میں گر کر مر جائے، پھٹ جائے، گل جائے، سٹرجائے تو بھی کنویں کے پانی کو جب تک کہ اس کا رنگ مزہ یا بو نہ بدلے پاک کہتے ہیں، اسی طرح اگر پیشاب یا خانہ کی کتنی بھی مقدار پانی میں پڑ جائے تو ان کے نزدیک پانی پاک ہی رہتا ہے جب تک اس کا رنگ مزہ یا بو نہ بدلے لیکن اگر معمولی سی گیند گندے پانی میں گر کر کنویں میں چلی جائے تو ان کے نزدیک وہ کنواں ناپاک ہو جاتا ہے الا یہ کہ کنویں کا پانی زیادہ ہو۔

اور زیادہ ہونے کی مقدار کیا ہے تو اس سلسلے میں غیر مقلدین کا کوئی واضح مذہب نہیں ہے بنظر ہر تو یہ معلوم ہوتا ہے، نجاست پڑنے سے جس پانی کی مقدار میں تغیر پیدا ہو جائے یعنی اس کا رنگ مزہ یا بو بدل جائے وہ پانی قلیل ہوگا اور اگر نجاست پڑنے سے یہ تغیر پیدا نہیں ہوتا ہے تو اسے ان کے



یہاں کثیر کہا جائے گا۔

اب اگر ایک بالٹی پانی میں ایک گلاس پیمشاب ڈال دیا جائے اور اس میں کوئی تغیر نہ ہو وہ پانی کثیر کہلائے گا اور اس بالٹی کا پانی نجس نہ ہوگا۔ اور اگر ایک بڑا حوض ہو اس میں نجاست پڑنے سے پانی کا مزہ یا بلویا اس کا رنگ بدل گیا تو وہ پانی غیر مقلدین کے یہاں قلیل کہلائے گا اور اس حوض سے وضو کرنا جائز نہ ہوگا۔

بہر حال ان غیر مقلدین کا مذہب بڑا جیستاں ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے بڑی دُر دسری کی ضرورت ہے۔

مسئلہ (۵۲)

غیر مقلدین کے یہاں وتر کی نماز واجب نہیں ہے، لیکن اسکی تفسار کرنی چاہئے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وتر حق است بر مسلم مگر واجب نیست بعد اقصائے آن ثابت شدہ (عرفاً) یعنی وتر کی نماز مسلمان پر حق ہے مگر واجب نہیں ہے، مگر اسکے باوجود اس کی تفسار کرنا ثابت ہے۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب مندرجہ ذیل حدیث کے خلاف ہے۔

عن بریدۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا (رواہ احمد فی المسند)

یعنی حضرت بریدہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ آپ کہہ رہے تھے کہ وتر واجب ہے پس جو وتر نہیں ادا کرے گا وہ ہم میں سے نہیں، وتر واجب ہے پس جو وتر نہیں ادا کرے گا وہ ہم میں سے نہیں (پھر تیسری مرتبہ بھی فرمایا) وتر واجب ہے پس جو وتر نہیں ادا کرے گا وہ ہم میں سے نہیں۔

آپ اندازہ لگائیے کہ کیا اس تاکید اور اس وعدہ کے بعد بھی وتر کو واجب نہ کہنا صریح حدیث رسول کا معارفہ نہیں ہے۔

آخر کسی چیز کے واجب ہونے کی غیر مقلدین کے یہاں کسرا کیا ہے؟ نیز حضرت ابو ہریرہ کی یہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں جیغہ وجوب یعنی امر کے صیغہ کی آپ نے وتر پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

ان اللہ وتر یحب الوتر فارتدوا یا اهل القرآن ردوا البیعتی فی الخلاء

یعنی اللہ طاق ہے اور وہ طاق عدد کو پسند کرتا ہے، تو تم اسے اپنا قرآن  
وتر (جو طاق عدد کی نماز ہے) پڑھا کرو۔

اور عبد اللہ بن عمر کی اس روایت کو محمد بن نصر نے قیام اللیل میں ذکر کیا ہے۔  
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ زادکم صلوٰۃ فحافظوا  
علیہا وہی الوتر۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تم کو ایک مزید نماز  
عطا کی ہے، تم اس نماز کی پابندی کرو، اور یہ وتر ہے۔

اور ابوبصرہ کی مندرجہ ذیل روایت کو امام احمد نے ذکر کیا ہے۔

ان اللہ زادکم صلوٰۃ وہی الوتر فضلو ما بین العشاء الی الفجر  
یعنی اللہ نے تم کو ایک مزید نماز دی ہے اور وہ وتر ہے، سو تم اسکو عشاء اور فجر  
کی نماز کے بیچ پڑھ لیا کرو۔

میں نے یہاں یہ چند حدیثیں ذکر کی ہیں، انکے علاوہ متعدد اور بھی صحیح احادیث  
ہیں جن سے وتر کی تاکید اور اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے، مگر غیر مقلدین اہل حدیث  
ہونے کے دعویٰ کے باوجود ان تمام حدیثوں کو ترک کئے ہوئے ہیں، اور محض آباء و اجداد  
کی پیروی میں اور اپنے مجتہد ہونے کے زعم میں وتر کے وجوب کے منکر ہیں۔

خوب یاد رہے بات صرف اہل حدیث کی ہے اور ہمارا خطا یہ صرف انہیں سے ہے، وتر کے  
سلسلے میں کسی لٹکا اور کیا مسکت اس سے اہل حدیثوں کو مطلب نہیں ہوتا، نہ ہونا چاہیے اسلئے کہ  
یہ اہل حدیث براہ راست کتاب و سنت سے مسائل اخذ کرتے ہیں، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، اسلئے  
انکو رسول اللہ کی ان احادیث کو جو صحیح ہیں، آنکھوں سے لٹکا لینا چاہیے اور بلا یہ دیکھے ہوئے  
کہ اس سلسلے میں کس امام کی اور کیا رائے ہے انکو صرف احادیث کی روشنی میں وتر کے بارے میں اپنے  
مسکت انصاف پسندانہ جائزہ لینا چاہیے تاکہ انکی اس قوالی کا کچھ تو بھرم رہ جائے۔

ہوئے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار :۔ مت دیکھ کسی کا قول و سرار



## مسئلہ : (۵۳)

غیر مقلدوں کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی حاکم اپنی رائے اور اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے تو وہ حجت ہے اور اس کی مخالفت جائز نہ ہوگی، اور کسی دوسرے کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اس حاکم کے فیصلہ کو رد کرے، سنئے نواب صاحب بھوپالی غیر مقلدوں کے مجتہد اور مجدد کیا فرماتے ہیں :

”و حکم حاکم مجتہد در اں در کتاب و سنت نیست و دی با اجتہاد خود درائے خود کار کردہ پس حکم حجت است و مخالفتش روانیست و هیچ حاکم را نقض اں حکم نمی رسد۔“ (عرف منہ ۲۶)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی مجتہد حاکم نے کسی ایسے مسئلہ میں جس میں کتاب و سنت کا حکم نہیں ملا اپنی رائے اور اپنے اجتہاد سے فیصلہ کر دیا تو اس مجتہد حاکم کا اپنی رائے سے کیا ہوا فیصلہ ایسی حجت ہوگا کہ اس کی مخالفت کرنا اور کسی دوسرے حاکم کو اس کے خلاف فیصلہ کرنا جائز نہ ہوگا۔

## اللہ اکبر !

یعنی یہ حاکم نہیں ہوا خدا اور رسول ہو گیا، جیسے خدا اور رسول کے فیصلہ کی مخالفت حرام ہوتی ہے اسی طرح غیر مقلدین کے مذہب میں اس حاکم کی مخالفت بھی حرام ہوگی۔

ایک طرف رائے اور اجتہاد کا یہ مقام اور دوسری طرف ان غیر مقلدوں کو جب بھی موقع ملے گا اہل رائے و اجتہاد کو یہ گالی ضرور دیں گے۔

ان کو ایک حال میں رہتا ہی نہیں چھین کبھی کبھی آنے میں خفا میں تو کبھی جانے میں

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا مشہور واقعہ ہے اور سورہ انبیاء

میں خود قرآن میں اس کا ذکر موجود ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک مقدمہ میں فیصلہ کیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب اس فیصلہ کا علم ہوا تو انھوں نے اسی مقدمہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ سے الگ ایک دوسرا فیصلہ سنایا، جس کو خود حضرت داؤد نے بھی پسند کیا۔

اگر غیر مقلدوں کی یہ بات سچ ہے کہ کسی حاکم کے فیصلہ کی مخالفت جائز نہیں ہے تو پھر حضرت سلیمان نے اپنے والد کے فیصلہ سے الگ فیصلہ سنا کر بہت بڑا پاپ کیا، اور پھر ان کے باپ داؤد علیہ السلام نے بھی اس پاپ کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کی تحسین فرمائی، یہ تو پاپ پر پاپ ہوا۔

کاش حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو غیر مقلدین کے اس مسئلہ کا علم ہوتا تو ان معصوم پیغمبروں سے یہ پاپ کا عمل سرزد نہ ہوا ہوتا۔ معلوم نہیں ان غیر مقلدوں سے کس نے کہہ دیا کہ تم بھی مسائل فقہیہ بیان کیا کرو، جن پیچاروں کو تفتہ فی الدین سے محرومی ہے وہ شرعی مسئلے مسائل کے بیان میں اپنا ذرا اجتہاد دکھلاؤ، دین و شریعت اور امت اسلامیہ پر یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ کاش اسکو یہ غیر مقلدین سمجھ لیں۔ مگر موشے بخواب اندر کشتہ شد

مسئلہ : (۵۳)

غیر مقلدوں کے یہاں شہداء اور کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔  
شہداء پر نماز جنازہ پڑھنے کے سلسلے میں اگرچہ متعدد احادیث ہیں مگر غیر مقلدین  
کو کوئی ایک حدیث بھی تسلیم نہیں۔

خاں صاحب بھوپالی لکھتے ہیں :  
"واحدیث اثبات نماز پر شہداء اگرچہ بطرق متعددہ مرویست لیکن  
در ہمہ کلام است" (عرف مسئلہ)

یعنی شہداء پر نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں اگرچہ احادیث متعدد دسندوں سے  
مروی ہیں مگر سب حدیثوں میں کلام ہے، (اسلئے ان میں سے ایک بھی قابل احتجاج  
نہیں)

دیکھئے غیر مقلدین کی ضد اور ہمت انکو تسلیم ہے کہ شہداء پر نماز جنازہ پڑھنے  
کے سلسلے کی ایک نہیں کسی حدیث میں ہیں، اور الگ الگ سندوں سے یہ مروی  
ہیں مگر غیر مقلدوں کو چونکہ خود مجتہد بننا ہے اور کتاب و سنت کو اپنے ہاتھ میں  
لینے کا حق حاصل کرنا ہے کہ جسے چاہیں وہ حلال کریں اور جسے چاہیں وہ حرام  
کریں انہوں نے یہاں صاف انکار کر دیا کہ ہم ان احادیث میں سے ایک حدیث  
بھی قبول نہیں کریں گے، اور قبول نہ کرنے کی علت یہ نکالی کہ ان تمام حدیثوں  
میں کلام ہے۔

حالانکہ اگر خاں صاحب کی یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ ان تمام حدیثوں میں  
کلام ہے تو بھی ان احادیث کا رد کرنا جائز ہو گا۔ اس وجہ سے کہ تمام محدثین کا  
اتفاق ہے کہ اگر حدیث ضعیف ہی ہو لیکن وہ متعدد دسندوں سے مروی ہے  
تو وہ قابل قبول اور قابل استدلال ہوتی ہے، اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے



کہ صرف مقلدین ہی کہتے ہیں بلکہ غیر مقلدین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں، مولانا مبارک پوری  
تحتہ میں فرماتے ہیں :

اذا اجتمعت احادیث ضعیفہ فہو یدل علی ان له اصلا۔

(تحفہ ۱۶ ص ۲۹)

یعنی جب متعدد ضعیف حدیثیں ہوں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ  
بے اصل نہیں ہیں بلکہ انکی کوئی اصل موجود ہے۔

پس جب اصل موجود ہے تو اب النفاں اور دین و دیانت کا تقاضا  
ہے کہ اس کے رسول کی ان روایات کو رد نہ کیا جائے مگر دیکھئے یہاں اس مسئلہ  
میں غیر مقلدین اٹھے ہوئے ہیں کہ ہم اس بارے میں ایک حدیث کو بھی تسلیم  
نہیں کریں گے، اور اس حدیث دشمنی کے باوجود رہیں گے یہ اہلحدیث ہی اور  
دوسروں پر اپنی اہلحدیثیت کا رعب جمانے کیلئے یہ تو الی بھی گائیں گے۔

ما بیلان نالان دلدار ماعلم

اچھا شہدار پر نماز جنازہ اگر نہیں ہے تو آپ اسکی خود کتاب و سنت  
سے دلیل پیش کر دیں قرآن سے تو خیر آپ کیا دلیل پیش کریں گے حدیث ہی  
سے پیش کیجئے مگر ایسی حدیث ہو جس میں کلام نہ ہو۔

مسئلہ - (۵۵)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے کوئی سنت نہیں ہے سوائے  
دو رکعت تحیۃ المسجد کے اور جمعہ بعد چار رکعت سنت پڑھنی چاہئے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :  
وقت طلع بعد از جمعہ چار رکعت سنت و پیش از ازاں جز تحیۃ طلع

نیت - (عرف ص ۲۴)

یعنی سنت بعد جمعہ چار رکعت ہے جمعہ سے پہلے سوائے دو رکعت تحیۃ المسجد  
کے کوئی سنت نماز نہیں۔

لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب ان آثار و احادیث کے خلاف ہے۔ المعنی

میں ہے :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان ی رکع من قبل الجمعة اربعاً

(اخرجہ ابن ماجہ)

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت ادا کرتے تھے۔  
اس حدیث کے علاوہ مندرجہ ذیل آثار صحابہ طاعینہ ہوں۔

(۱) ابن سید بن غاص ایسے باب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا  
کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا انتظار کیا کرتا تھا جب آفتاب  
ٹوہل جاتا تو وہ کھڑے ہوتے اور چار رکعت نماز سنت ادا کرتے۔  
اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا چار رکعت سنت ادا کرنا جمعہ کی نماز سے  
پہلے عمومی معمول تھا۔ اسکی تائید مندرجہ ذیل اثر سے بھی ہوتی ہے۔

(۲) ابو بکر فرماتے ہیں کہ ہم حبیب بن ثابت کے ساتھ جمعہ کے دن ہوتے  
تو آپ فرماتے کیا زوال شمس ہو گیا؟ اور ادھر ادھر نگاہ کرتے پھر جب زوال ہو جاتا

تو جمعہ سے پہلے والی چار رکعت سنت ادا کرتے۔

روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ صلی الاربع النی قبل الجمعة۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ چار رکعت سنت صحابہ کرام کے درمیان مسہود و معروف تھی۔

(۱۳) اور ابو یحییٰ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جمعہ کے روز چار رکعت جمعہ سے پہلے اور چار رکعت جمعہ کے بعد پڑھتے تھے۔

بہر حال غیر مقلدوں کا یہ مذہب سلف اور عام مسلمان کے خلاف ہے، جو بات صحابہ کرام میں معروف و مسہود ہو نیز حدیث بھی اسکی تائید کرتی ہو اسکا انکار بے دینی تو کہلائیگی مگر دینداری سے اسکا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ غیر مقلدین جب احناف کے خلاف اس قسم کا شعر پڑھتے ہیں تو ان کی بے حیائی پر تعجب ہوتا ہے اور ہنسی آتی ہے۔

نئے ہودن دارونہ کر کے دکھاؤ  
کہنے کی وفا اور بے کرنے کی وفا اور

(مکالمہ محمدی ص ۱)

کون ہے وفا دار اور کون ہے بے وفا احناف یا یہ نام کے، اہل حدیث، ناظرین خونیہ فرمائیں۔



مسئلہ -

(۵۶)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ قرآن کریم بلا وضو اور بلا غسل پھونکا جائز ہے۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں -

محدث رامسن مصنف جائز باشد (مستعرف)

یعنی جس کا وضو یا غسل نہ ہوا ایسے شخص کو بھی قرآن کریم کا پھونکا جائز ہے۔  
یاد رہے کہ محدث لفظ عام ہے، یعنی اگر کسی کو وضو کی ضرورت ہو اور اس نے  
وضو نہیں کیا ہے تو وہ بھی محدث ہے اور اگر کسی کو غسل کی حاجت ہو اور اس نے  
اپنی بیوی سے جماع کیا ہو یا اسکو سونے میں احتلام ہو گیا ہو، اور اس نے ابھی غسل  
نہیں کیا ہے وہ بھی محدث ہے، غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ چاہے انسان کو غسل  
کی حاجت اور چاہے اسکو وضو کی ضرورت ہو یہ دونوں ہی جو شرعی اصطلاح کے  
اعتبار سے محدث ہیں قرآن کو چھوسکتے ہیں۔

یہ تو ہے غیر مقلدوں کا مذہب، لیکن قرآن و حدیث میں خدا اور رسول کا فرمان  
کیا ہے اور اس بارے میں جمہور امت کا مذہب کیا ہے؟ تو سنئے حدیث میں ہے۔  
لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهراً

یعنی قرآن کو وہی ہاتھ لگائے جو کہ پاک ہو (بلا وضو اور بلا غسل ہو)۔  
اس حدیث کو غیر مقلدوں کے امام اور مجدد نواب صاحب بھوپالی نے یہ کہہ کر رد کر دیا  
ہے کہ یہ حدیث معلول ہے۔ لیکن اس حدیث میں کیا علت قادمہ ہے جس کی وجہ سے  
یہ حدیث انکے نزدیک قابل رد ہو گئی، اسکو خانصاحب نے ظاہر نہیں کیا۔  
بہر حال اگر یہ حدیث معلول اور ناقابل استدلال ہے تو قرآن کی اس آیت  
کو تو غیر مقلدوں کو مان لینا چاہئے تھا۔

لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ۔ یعنی قرآن کو وہی ہاتھ لگائے جو با وضو اور

پاک صاف ہوتے ہیں۔

مگر غیر مقلدوں نے اس آیت سے بھی صرف منظر کر لیا۔

بہر حال غیر مقلدوں کا جو بھی مذہب ہو مگر جمہور سلین کا یہی مذہب ہے کہ قرآن کو وہی ہاتھ لگائے گا جو حدیث اصغر و حدیث اکبر سے پاک صاف پر معنی نہ جس کو وضو کی حاجت ہو اور نہ غسل کی۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

مذہب الاثمة الاربعة انہ لا یس المصحف الا طاهر۔

(فتاویٰ ج ۲۱ ص ۲۶۶)

یعنی ائمہ اربعہ کا یہ مذہب ہے کہ قرآن کو وہ چھوئے گا جو پاک صاف اور با وضو ہو۔  
غرض غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں بھی کتاب و سنت اور جمہور فقہائے امت اور محدثین کے مذہب سے ہٹ کر شاذ قول اختیار کیا ہے۔

ایک غیر مقلد لکھتا ہے۔

اسلئے اہل حدیث کہتے ہیں اور زور دیکر کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے اللہ فی اللہ اس

اسلام کی طرف آؤ جو اصل ہے۔ (طریق محمدی ص ۲)

اور ان کا اسلام اصل یہ ہے کہ جنہی اور بے وضو قرآن چھو سکتا ہے اور لایمہ

الا المظہرون ارشاد خداوندی کے علی الرغم چھو سکتا ہے۔



## مسئلہ (۵۷)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ عورت مرد کی امامت کر سکتی ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

دو لیے صریح صحیح کہ مانع از امامت زن برائے مرد باشد (مشعرث)  
یعنی کوئی ایسی واضح اور صحیح دلیل نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ عورت مرد کی  
امامت نہیں کر سکتی۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور کے مذہب کے خلاف ہے، نیز مندرجہ ذیل  
احادیث کے بھی خلاف ہے۔

عن جابر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم على منبره يقول  
لا تؤمن امرأة رجلاً۔ (مسند ابن ماجہ)

یعنی حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھتے  
سنا کہ ہرگز کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرے۔

نیز بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

لن يفلح قوم دلوا امرهم امرأة۔

یعنی وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جو اپنے معاملہ کا ذمہ دار عورت کو بتائے  
نماز سے بڑھ کر کسی مسلمان کا کوئی اور معاملہ کیا ہو سکتا ہے، غور فرمائیے کہ کتنی شدت  
کے ساتھ اس سے رد کا جواہر ہے کہ کوئی عورت کسی مرد کے معاملہ کی ذمہ دار نہ ہو۔  
نیز اللہ کے رسول کا یہ بھی ارشاد ہے۔

داخروہن حیث اخرہن اللہ۔

یعنی عورتوں کو آگے نہ کرو، جبکہ اللہ نے انکو آگے نہیں کیا ہے۔

یعنی عورتوں کی نمازیں جگہ پچھلی صاف ہے، نہ کہ وہ مردوں سے آگے اور پیچھے ہوں۔



المغنی میں ہے کہ :

وان صلى خلف مشرك او امرأة او خنثى مشكلا اعادة الصلوة <sup>۱۹۸</sup>  
یعنی اگر کسی نے کسی مشرک یا کسی عورت یا کسی خنثی مشکل کے پیچھے نماز پڑھی  
تو وہ نماز کو دہرائے گا۔

اور یہی جمہور کا مسلک ہے، حافظ ابن قدامہ فرماتے ہیں :

اما المرأة فلا يصح ان ياتم بها الرجل بحال في فرض ولا نافله  
في قول عامة الفقهاء۔ (مشکوٰۃ ج ۲)

یعنی مرد کا کسی عورت کی اقتدار کرنا کسی بھی حال میں جائز نہیں، نہ فرض میں  
نہ نفل نماز میں۔ یہی عام فقہاء کا قول ہے۔

معلوم نہیں اب بھی خاں صاحب کو کوئی واضح صحیح دلیل باتھ لگی یا نہیں، جہاں  
نواب صاحب کی یہ بات احادیث اور جمہور کے مذہب کے خلاف ہے، وہیں بعض  
غیر مقلدین اہل علم نے بھی اسکی مخالفت کی ہے، نواب وحید الزماں حیدر آبادی اپنی مشہور  
کتاب کنز الحقائق میں لکھتے ہیں

وفدا اقتداء رجل بامرأة۔ (مس)

یعنی مرد کا کسی عورت کی اقتدار کرنا فاسد ہے۔

اب معلوم نہیں کہ عامہ غیر مقلدین اس خاں صاحب کی طرف جاتے ہیں یا  
اس خاں صاحب کی طرف پھرتے ہیں۔

مسئلہ (۵۸)

غیر مقلدین کے نزدیک حرم شریف حدود قائم کرنے کی بہترین جگہ ہے، اسلئے حرم کی میں حدود قائم کی جائے گی۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

والما حرم شریف مکی پس احسن موطن احسن ست باقامت حد و حد انذار

و در حدیث نبوی از قتال در حرم دلیلی بر اقامت حد و حد شرعیہ

در حرم نیست (عرف ص ۲۱۳)

یعنی حرم شریف کی وہ دنیا کی سب سے بہترین جگہ ہے جہاں اللہ کی حدود قائم کی جائے اور حدیث میں جو حرم شریف میں قتال سے منع کیا گیا ہے وہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ حرم میں شرعی حدود قائم نہیں کی جائیں گی۔

لیکن خاں صاحب نے اس پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل پیش نہیں کی ہاں جذبات کو ابھارنے والی یہ بات عربی زبان میں ضرور کہی ہے۔

وبالله کیف یستجار بیت الله و حرمة من حدوده لاجل معاصیه

ویكون ذلك موجبا للترخیص فیما وقد ورد الوحد الشدید فمن تراث

اقامة حدود من حدود الله۔ (ص ۲۱۳ عرف)

خدا کی قسم کیونکر اللہ کے گھر اور اس کے حرم کو حدود قائم کرنے سے محفوظ رکھا جائیگا اور کیونکر یہ گھر اور اللہ کا حرم حدود میں رخصت دیے جانے کا باعث بنے گا حالانکہ اللہ کی حدود نہ قائم کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔

یہ جذباتی نعرہ تو ہے مگر شرعی مسئلہ کی دلیل تو کتاب و سنت سے چاہئے اور وہ دلیل خاں صاحب نے پیش نہیں کی، اور شاید یہ خاں صاحب کے پس میں بھی نہیں ہے ورنہ وہ اس سے چونکتے نہیں اور انکو یہ جذبات کو ابھارنے والی

بات لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔  
قرآن میں ہے۔

وَمَنْ دَخَلَ مَكَانَ أَمْنًا  
أَوْ رَجَا سَكْرًا فِي دَاخِلِ بَوَاكِرِ أَمْنٍ  
أَوْ رَاسِي تَرَانٍ مِثْلِ هَذَا۔

اولم یروا انا جعلنا حرماً آمناً  
کیا انہیں معلوم نہیں کہ ہم نے (سیتہ اشتر کو) امن والا حرم بنایا ہے  
اب خاں صاحب فرماتے ہیں کہ کیا اس کے بعد بھی حرم میں حدود قائم کرنے کی کوئی گنجائش  
باقی ہے۔ حدود کا ترک کرنا اور چیز ہے اور حدود کا حرم میں قائم کرنا اور چیز ہے  
خاں صاحب جیسے اہل عالم کو اس فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیے تھا۔ حنفیہ پر جا بجا  
اعتراف خواہ وہ اشارہ اور کرنا یہ سی میں ہو اپنی شکست کی علامت ہے۔ اور کسی  
صاحب فہم و عقل کے شایان شان نہیں۔



مسئلہ - (۵۹)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ مسافر کے علاوہ کسی اور کو دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا بے دلیل ہے۔

خالصا حب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وہر کہ مجوز مطلق از برائے غیر مسافر و من یلتحق بہ ست بہ ستش دلیل نیست : (ص ۱۹ عرف)

یعنی جو کہ مسافر اور مسافر کے حکم میں جو لوگ ہیں (یہ معلوم نہیں غیر مقلدوں کے یہاں کون لوگ ہیں) ان کے علاوہ کو دو نمازوں کو جمع کر کے نماز پڑھنے کا قائل اور جائز قرار دینا والا ہے اسکے ہاتھ میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ قطع نظر اس کے اس سلسلہ میں اورائمہ کا کیا مذہب ہے اور ان کے دلائل کیا ہیں غیر مقلدوں کا یہ مذہب بہت سی صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ منہجہ ان کے مسلم میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت ہے۔

عن ابن عباس قال جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء من غير خوف ولا مطر، وفي رواية من غير خوف ولا سفي (رداها مسلم)

یعنی حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز اور مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھا تھا، اور یہ جمع کرنا نہ خوف کی وجہ سے تھا اور نہ بارش کی وجہ سے تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ نہ آپ کو کوئی خوف تھا اور نہ آپ مسافر تھے۔

مسلم شریف کی اس صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ جو لوگ مسافر و من یلتحق بہ کے سوا دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے ہیں ان کے ہاتھ میں کوئی دلیل

نہیں ہے، بڑی جرأت اور بڑی جسارت اور بڑی بے شرمی کی بات ہے۔  
 آپ تو اہل حدیث ہیں، کیجئے نہ تمام احادیث صحیحہ پر عمل ورنہ اہل حدیث  
 ہونے کا جھوٹا دعویٰ چھوڑ دیتے اور کیجئے وہی جو آیا واجباً اور پہلے سے  
 کر اور کہہ آئے ہیں۔

لو کان حبك صادقاً لاطعت،

ان المعجب لمن يحب مطيع

مسئلہ - (۹۰)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس پر روزہ ہو تو ولی کو اسکی طرف سے روزہ رکھنا ہے، خواہ میت نے اسکی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو تو اب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں -

ومرکہ بمرود و بر وے میام باشد از طرف او ولی روزہ نہد و این در حدیث متفق علیہ از عائشہ آمد، و ظاہر حدیث عدم فرق ست میاں آں میت وصیت کردہ شد بہ اں یاز، و من زعم خلاف ذالک فلیات بکجہ تہ فذ (عرف مثلاً) یعنی جس کی وفات ہو جائے اور اس پر روزہ ہو تو اس کا ولی اسکی طرف سے روزہ رکھے، اور یہ بات حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے جو متفق علیہ ہے اور اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ مرنے والے نے اسکی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، اگر کسی کو اسکے خلاف کا دعویٰ ہے تو وہ دلیل پیش کرے جس سے اس بات کا رد ہو۔

یہ تو غیر مقلدین کا مذہب ہے، مگر بوقت حاجت جس شخص کو یہ غیر مقلدین شیخ الاسلام و حجتہ اللہ فی الارض اور آیہ من آیات التشریح العباب سے یاد کرتے ہیں یعنی حافظ ابن تیمیہ سے اس مسئلہ میں سوال کیا گیا تو ان کا جواب تھا کہ تبرعاً اور تنظلاً (یعنی نفل کے طور پر) اسکی طرف سے ولی روزہ رکھے تو رکھے ورنہ ولی پر اسکی طرف سے روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔

دسئل عن المیت فی ایام مرضہ ادر کہ شہر رمضان ولہ لیکن یقدر الصیام و توفی و علیہ صیام شہر رمضان ؟ فأجاب : اذا اتصل بہ المرض ولم یسکته القضاء فلیس علی ورثتہ الا الاطعام عنہ او صام عنہ تطوعاً و اھلاً لہ نفعہ ذلک۔ (فتاویٰ ۲۶۹/۲)



یعنی امام ابن تیمیہ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس کو ایامِ مرض میں تہہ نہ ہو سکی کہ وہ رمضان کا روزہ رکھے اور اس کا انتقال ہو گیا اور رمضان کا روزہ اس پر رہ گیا؟

تو آپ نے جواب دیا کہ اگر اس کا مرض مسلسل رہا اور اس کو روزہ کی قضا کرنا ممکن نہ ہو سکا تو اس کے ورثہ پر صرف کھانا کھلانا ہے، یا میت کی طرف سے دلی نے نفل کا روزہ رکھ کر اس کا ثواب میت کو دے کر دیا تو اس سے بھی میت کو نفع ہوگا۔

یعنی ابن تیمیہ کے نزدیک دلی پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے، جیسا کہ غیر مقلدین کا مذہب ہے، اب معلوم نہیں کہ بخاری و مسلم کی وہ حدیث جس سے خانقاہ بھوپال نے اپنے مذہب پر اس مسئلہ میں استدلال کیا ہے اس سے ابن تیمیہ واقف تھے کہ نہیں؟

اور یہ صرف ابن تیمیہ ہی کا نہیں بلکہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے، حافظ ابن عبد البر الکافی میں فرماتے ہیں۔

«ولیس ذلک علیہم۔ بواجب» (۳۳۳)

یعنی اولیاء کو روزہ رکھنا میت کی طرف سے واجب نہیں ہے۔

اور سیفینو کی کتاب زاد المستنفع میں بھی اسی کی تائید ہے۔ «ان مات وعليه صوم او حجة او اعتكاف او صلوة فقد استحب لوليہ القضاء»۔ (۳۳۳)

یعنی اگر کسی کا انتقال ہو جائے اور اسکے ذمہ روزہ یا حج یا اعتکاف یا نماز میں سے کوئی چیز باقی رہ گئی ہو تو ولی کیلئے مستحب (نہ کہ واجب اور فرض) ہے اس کی طرف سے اس کی قضا کرے۔

اب اس کا فیصلہ غیر مقلدین ہی کریں کہ وہ دلیل کا مطالبہ کس کس سے کریں گے، اور بخاری و مسلم کی حدیث سے کس کس کو جاہل اور اس کا مخالف قرار دیں گے۔

من ذلک گویم کہ ایں کمین و آں کمین مصلحت میں دکار آساں کن

مسئلہ -

(۶۱)

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت ادا کرنے کیلئے وضو ضروری نہیں ہے۔

نواب صاحب حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

وہی جواز علی غیر وضوء۔ (کذا المحقق ص ۲۲)

یعنی سجدہ تلاوت بلا وضو بھی جائز ہے۔

اور فتاویٰ نذیریہ میں ہے :

اور مشرکین نے بھی بے وضو سجدہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کیا ہے۔

چنانچہ بخاری میں ہے۔ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجد

بالنجم وسجد معہ المشرکون والجن والانس۔ (رواہ البخاری)

(رحمہم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ النجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ تمام

مسلمانوں اور مشرکوں اور جنوں اور انسانوں نے بھی سجدہ کیا)

پس اس حدیث سے جواز سجدہ تلاوت بے وضو نیز ثابت ہوتا ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ص ۵۴)

اللہ اکبر ! دیکھ رہے ہیں آپ غیر مقلدوں کا افلاس فی اکھدیت، بلکہ

خدا کی مار اور پٹھکار کہ اب وہ دینی و شرعی مسائل میں مشرکوں کے عمل سے دلیل

پکڑ رہے ہیں۔ کتاب و سنت سے اس مسئلہ میں وہ دلیل پیش کرنے سے

عاجز ہیں تو ان کو مشرکین کہہ کا بلا وضو سجدہ کرنا یاد آ رہا ہے اور صحابہ کے اقوال و

افعال جن کے نزدیک حجت تھیں اب وہ مشرکوں کے عمل سے حجت پکڑ رہے ہیں

یا للہجب و ضیعة الادب۔

بہر حال غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ بلا وضو سجدہ تلاوت جائز ہے جمہور

امت کے خلاف ہے، اور جمہور امت کے خلاف ہونے کا اعتراف خود غیر مقلدوں کو بھی ہے۔ اسی فتاویٰ تذریعہ میں ہے۔

سجدہ تلاوت جمہور کے نزدیک بے وضو درست نہیں ہے، (۲۵) اور حافظ ابن عبد البر الکافی میں فرماتے ہیں۔

ولا يسجد احدًا للتلاوة الا على طهارة (۲۶)

یعنی کوئی بلا وضو سجدہ تلاوت نہیں کرے گا۔

اور امام احمد جو امام اہلسنت ہیں ان کا مسلک المعنی میں یہ مذکور ہے۔

وجملة ذلك انما يشترط للسجود ما يشترط للصلاة النافذة

عن الطهارتين من الحدث والنجس۔ (۲۷)

اور حاصل یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کیلئے حدث اور نجاست سے پاکی کی وہی شرطیں ہیں جو نفل نماز کیلئے ہیں۔

اور پھر فرماتے ہیں کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے اور ہمیں یہ نہیں معلوم کہ اس میں کسی کا اختلاف ہے۔

ولا نعلم فيه خلافا۔ (ایضاً)

حافظ ابن قدامہ کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابن قدامہ کے زمانہ تک غیر مقلدوں کا کہیں وجود نہیں تھا اور نہ ان کا یہ مسئلہ کہ سجدہ تلاوت بلا وضو اور بلا غسل بھی کیا جاسکتا ہے۔ ابن قدامہ کو معلوم ہوتا۔



غیر مقلدوں کے امام اور مجدد نواب صاحب بھوپالی کی تصریح کے مطابق دو نمازوں کو جمع کر کے نماز پڑھنے والی حدیثوں میں صورتہ جمع کر کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے، نہ کہ حقیقتہً اور جمع صوری ہی حق مذہب ہے۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وحدیث ابن عباس در جمع صلواتین بمدینہ منورہ ٹھول پر جمع صورت  
وہو سکتی، یعنی نماز غنستیں زادرا آخر وقت و نماز دیگر زادرا اول وقت  
بگذارد، و اس دو گویا در صورت مجموع اند نہ در حقیقت (عرف ص ۱۹)  
یعنی ابن عباس کی وہ حدیث جو مدینہ منورہ میں دو نمازوں کو جمع کر کے  
نماز پڑھنے والی ہے، اس حدیث کو جمع صوری پر ٹھول کیا گیا ہے اور یہی مذہب  
(یعنی جمع صوری) حق ہے، یعنی پہلی نماز کو اسکے آخر وقت میں مؤخر کر کے  
اور دوسری نماز کو اول وقت میں پڑھ لے، اور یہ دونوں گویا صورتہ جمع  
کی گئی ہیں نہ کہ حقیقتہً۔

اور یہی مسلک احناف کا بھی ہے۔

خاں صاحب بھوپالی کا درجہ غیر مقلدین کی صف میں مجددیت اور امامت کا  
ہے، ان کے مقابلہ میں مولانا نذیر حسین دہلوی کے علاوہ کسی اور کو نہیں رکھا جاسکتا  
اس وجہ سے میاں صاحب نذیر حسین اور نواب صاحب بھوپالی کی جواہریت اس  
طبقہ میں ہے، وہ کسی اور کو حاصل نہیں، انھیں دونوں کا فرمان غیر مقلدیت  
کی اساس ہے۔

اب اگر بعد کا کوئی غیر مقلد عالم خواہ وہ اپنے زمانہ کا کتنا بڑا بھی محدث ہو  
ان دونوں کے مذہب اور قول کے خلاف کوئی بات کہتا ہے تو وہ ناقابل اعتبار ہوگی

اور مذہب وہی کہلائے گا جو ان دونوں اماموں اور مجددوں کے قول کے مطابق ہو۔  
 آپ نے دیکھا کہ نواب صاحب بھوپالی کے یہاں حق یہ ہے کہ دو نمازوں کو جمع  
 کرنا صورتہ ہے حقیقتہً نہیں، جیسا کہ اخلاف کا بھی مسلک ہے، نواب صاحب  
 کی اس تصریح کے بعد مولانا عبد الرحمن مبارکپوری کے تحفۃ الاحوذی میں یہ کہنا کہ جمع  
 تقدیم اور جمع تاخیر حقیقتہً ہے نہ کہ صورتہ اور جمع حقیقتی ہی حق مذہب ہے، ہوا ہوا جانا  
 ہے، اور پھر اس سلسلہ میں اخلاف پران کا جو کچھ اعتراض ہے اور اس سلسلہ میں ان کی  
 جو غیر مقلدانہ تعلیمیں ہیں اہل علم کی نگاہ میں ان کا کوئی وزن باقی نہیں رہتا، بلکہ  
 نری غیر مقلدیت اور اخلاف دشمنی کا اس سے بہرہ چلتا ہے جو غیر مقلدیت کی آخری  
 معراج ہے اور بس۔

مسئلہ -

(۹۲)

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر ایک میل یا ایک میل سے زائد سفر کا کوئی ارادہ کرے تو سفر کرنے والا نماز کی قصر کرے گا، اور وہ شرعاً مسافر ہوگا۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وہ بالکل مرید سفر زائد بر میل نہ کمتر ازاں مصداق مسافرت (عرف ضا)  
یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ ایک میل سے زائد سفر کرنے والا نہ اس سے کم مسافر ہو جاتا ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب عام جمہور کے مسلک کے خلاف ہے، اس لئے کہ سلف میں سفر کی مقدار کے تعین میں اگرچہ اختلاف ہے، مگر ایک میل یا ایک میل سے زائد کے سفر کو سفر شرعی قرار دینا اور ایسے مسافر پر نماز کے قصر کرنے کا حکم لگانا یہ بالکل شاذ و قول ہے اور غیر مقلدوں کے علاوہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں بیشتر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ ۴۸ میل ہاشمی پر آدمی مسافر ہوتا ہے۔  
المنفی میں ہے۔

واذا كانت مسافة سفره ستة عشر فرسخاً او ثمانية واربعين

میل بالہاشمی فله ان يعقصر (عج ۲۵۵)

یعنی اگر سفر کی مسافت سولہ فرسخ یا ۴۸ میل ہاشمی ہو تو مسافر قصر کرے گا۔  
اور امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ سفر کی مسافت جس میں آدمی قصر کرے کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔

فی اربعة برد (المنفی ۲۵۵)

یعنی چار برید

اور چار برید سولہ فرسخ کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے



اس طرح چار برید کا مجموعہ ۴۸ میل ہوگا۔

اور یہی مذہب امام مالک کا ہے، الکافی میں ہے۔

دکن مضافتہ شامیہ واربعین میلًا فضاء عدا (۲۳۳)

یعنی مسافر اس وقت قصر کرے گا جب سفر کی مسافت اڑتالیس میل یا اس سے زائد ہو۔

آپ نے دیکھا کہ غیر مقلدین عبادات کے سلسلہ میں کس قدر متہادون ہیں یہ مسائل شرعیہ میں صرف احناف ہی کی نہیں بلکہ جمہور اہلسنت والجماعت کی مخالفت کرتے ہوئے آپ کو نظر آئیں گے۔ اور مسائل دینیہ میں ان کا قول عموماً شاذ ہوگا، اور یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ میں انکی حیثیت بھی ”مبنوذین“ یعنی اچھوتوں جیسی ہے۔

مگر ان کا دعویٰ یہی ہوگا کہ ہم سلف کے پیرو ہیں، اور ہم سلفی ہیں، اور ہم کتاب و سنت کی روشنی میں گفتگو کرتے ہیں۔

مسئلہ - (۶۳)

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر گھر میں کوئی نہ ہو اور ضرورت پڑے تو نماز میں چل کر دروازہ کھولا جاسکتا ہے، اس چلنے سے نماز پڑھنے والے کی نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

نواب صاحب حیدر آبادی فرماتے ہیں :

والمشي لفتح الباب اذا لم يكن في البيت من يفتحه۔

(مشك كنز)

یعنی اگر گھر میں دروازہ کھولنے والا کوئی نہ ہو تو چل کر نمازی دروازہ کھولے گا تو اس سے اس کی نماز (خواہ فرض ہو یا نفل) میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ لیکن غیر مقلدین کا یہ مذہب اس اطلاق کے ساتھ عام اہلسنت و اجماعت کے مسلک کے خلاف ہے، اس لئے کہ تمام ائمہ کے نزدیک عمل کثیر سے نماز باطل ہو جاتی ہے، خاص طور پر فرض نماز کے باطل ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے، نفل نماز میں بعض لوگوں نے ضرورت کے وقت اس کی اجازت دی ہے مگر یہ اجازت دینے والے بھی بعض لوگ ہی ہیں جمہور کے نزدیک عمل کثیر سے خواہ فرض ہو یا نفل نماز باطل ہی ہو جاتی ہے۔

امام اہلسنت حضرت امام احمد کا مسلک ہے۔

ولا بأس بالعمل اليسير في الصلوة للحاجة (المغني ص ۱۳۱)

یعنی اگر ضرورت کی وجہ سے نماز میں عمل قلیل پایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں (اس سے معلوم ہوا کہ عمل کثیر کی نماز میں گنجائش نہیں اور اس سے نماز باطل ہوگی)

اور علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں۔

ولا تبطل الصلوة بجميع ذلك الا ان يتوالى ويكثر (ايضا)

یعنی ان کاموں سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے الا یہ کہ وہ پے پے اور زیادہ ہو۔

اور علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں۔

العمل الكثير يفسد ما (الكافي)

یعنی عمل کثیر نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور خود غیر مقلد عالم مولانا عبد الرحمن مبارکپوری اگرچہ عمل کثیر سے نماز کے باطل ہونے کے قائل نہیں ہیں مگر ان کا یہ مذہب بھی صرف نفل نماز کے بارے میں ہے فرض نماز میں وہ بھی عمل کثیر کی اجازت نہیں دیتے۔ کتبہ میں فرماتے ہیں۔

ولكن في صلوة التطوع عند الحاجة (مجموع)

یعنی اس عمل کثیر کی گنجائش بوقت حاجت نفل نماز میں ہے۔

اب غیر مقلدین غور فرمالیں اگر نماز میں اتنا چلنا پھرنا عمل کثیر میں داخل نہیں ہوتا تو وہ چل پھر کر دروازہ کھولنے کی اجازت دیں ورنہ اپنے مذہب پر نظر ثانی کریں۔



مسئلہ :

(۶۵)

غیر مقلدین کے مذہب میں زکوٰۃ کے مصارف (یعنی جن جگہوں پر زکوٰۃ خرچ کی جائیگی) آٹھ نہیں صرف سات ہیں، اسلئے کہ ان کے نزدیک مسکین اور فقیر میں کچھ فرق نہیں بلکہ دونوں ہم معنی ہیں۔

ذاب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

حق آنست کہ فقیر و مسکین متحد اند - (عرف صف ۶)

یعنی حق اور صحیح بات یہ ہے کہ مسکین اور فقیر معنی کے اعتبار سے ایک ہیں۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب قرآن کے صریح خلاف ہے، قرآن کا ارشاد ہے۔

انما الصدقات للفقراء والمساکین - الخ

یعنی زکوٰۃ فقراء اور مساکین کیلئے ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقیر ایک الگ نوع ہے اور مسکین کی نوع الگ ہے، دونوں متحد المعنی نہیں ہیں۔ نحو کا معروف مسئلہ ہے کہ عطف تغایر کو چاہتا ہے، اب بلا کسی قرینہ کے اور بلا کسی وجہ کے معطوف اور معطوف علیہ کی موجودگی کے باوجود فقیر اور مسکین کو ایک قرار دینا نثری جہالت ہے۔

اور اس سے اہم بات یہ ہے کہ اگر ذاب صاحب بھوپالی کی بات تسلیم کر لی جائے تو مصارف زکوٰۃ آٹھ کے بجائے سات ہوں گے، حالانکہ جمہور امت کا قرآن کی روشنی میں یہ مذہب ہے کہ مصارف زکوٰۃ آٹھ ہیں۔ اور ان آٹھوں کا ذکر خود قرآن میں ہے، اور جس آیت کا ایک جزیہ میں نے نقل کیا ہے وہ پوری درج ذیل ہے، جو ان آٹھ مصروفوں کے بیان پر مشتمل ہے۔

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفہ کلومہم

وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل۔

المعنی میں ہے :

ولا يعطى الا الثمانية الاصناف التي بسمي الله تعالى .  
یعنی زکوٰۃ کا مصرف صرف وہ آٹھ جگہیں ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے  
متعین طور پر کیا ہے۔

خود غیر مقلد عالم نواب حیدر آبادی فرماتے ہیں :

ہی ثمانیہ (کتر ص ۱۰۰)

یعنی مصارف زکوٰۃ آٹھ ہیں۔

اب معلوم نہیں کہ غیر مقلدوں کے ان نواب صاحب کو قرآن کے اس واضح  
اور صریح بیان کے خلاف یہ کہنے کی کیوں ضرورت پیش آئی کہ فقیر اور مسکین متحد  
ہیں، اور مصارف زکوٰۃ میں سے ایک مصرف گھٹائے سے دنیا و آخرت کا انکو  
کیا فائدہ حاصل ہوا۔

(۹۹) مسئلہ :

غیر مقلدین کے مذہب میں مصارفِ زکوٰۃ کے بیان میں فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد اور مشرکین سے قتال نہیں ہے بلکہ ہر کارِ خیر فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ اسلئے جو بھی کسی کارِ خیر میں مصروف ہو، جیسے مسجد کی امامت کرنا، مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دینا، وعظ و تبلیغ کے کام میں مصروف ہونا وغیرہ وغیرہ اس کو زکوٰۃ کا مال لینا جائز ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :  
 "فی سبیل اللہ مختص بجهاد نیست اگرچه عظم طرق الی اللہ است پس بہرچہ  
 راہ بسوئے خدا باشد زکوٰۃ در آن صحیح است (عرف ص ۱۱۲)  
 یعنی "فی سبیل اللہ" جہاد ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، (اگرچہ عظیم تر  
 فی سبیل اللہ ہے) اسلئے جو راستہ بھی خدا کا راستہ ہو گا اس میں زکوٰۃ کا دینا  
 صحیح ہو گا۔

غیر مقلدوں کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے پیسے مسجد بنانا، مدرسہ بنانا، کنواں تعمیر کرنا، سایہ دار درخت لگانا، امام کو تنخواہ دینا مدرسہ کے مدرس کو تنخواہ دینا یہ سب روا اور جائز ہے، اور یہ تمام جگہیں زکوٰۃ کے مصارف ہیں۔

لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب علمائے اسلام اور جمہور فقہاء و محدثین کے مذہب کے نمایاں ہے خود غیر مقلدین کے پیشوا اور معروف عالم میاں صاحب دہلوی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔

"اور مدرسہ کی تنخواہ اور سامان مدرسہ ان اٹھ مصارف سے خارج ہیں اور جس ملک میں بوجہ مردم تعلیم و تحقیق کے احکام اور ارکان اسلام جاری نہ ہو"



وہاں در رہنا بہت ضروری ہے، وہاں کے مسلمانوں کو چاہئے کہ علاوہ مالِ  
 زکوٰۃ کے تھوڑی تھوڑی اعانت کر کے حسبِ حیثیت ایک صدقہ قائم کریں۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۲۶)  
 اور المنشی میں ہے: **ولا یجوز صاف الزکوٰۃ الی غیر من ذکر اللہ تعالیٰ**  
**من بناء المساجد والقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وتکفین المولیٰ**  
**والوسعة علی الاضیاف واشباه ذلك من القرب الی لم یذکرہ اللہ تعالیٰ** ص ۲۶  
 یعنی ان جگہوں پر زکوٰۃ کا خرچ کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں کیا ہے  
 جیسے مسجد کی تعمیر میں، پلوں کو بنانے میں، پانی پلانے کے انتظام میں راستوں کو ٹھیک کرنے میں  
 مردوں کو دفن کرنے میں مہمانوں کو کھانا کھلانے پر اور ان کے علاوہ کسی اور ثواب کی جگہ پر  
 جس کا بیان قرآن میں نہیں ہے۔

اور الکافی میں حافظ ابن عبد البر **الکلاک** بیان کرتے ہیں:  
**واما قوله عز وجل: فی سبیل اللہ۔ فہم الغزاة (ص ۲۶۲)**، یعنی اللہ کے اس قول  
 فی سبیل اللہ سے مراد جہاد کر نیوالی غازیوں کی جماعت ہے۔  
 اور شیخ عبد العزیز المجدد **السلطان** مشہور نجدی السلفی ونبلی عالم اپنی کتاب **الاسئلة**  
**والاجوبة الفقهية** میں فرماتے ہیں:

**ولاحلاف فی انہم الغزاة لان سبیل اللہ عند الاطلاق**

**هو الغزو (ص ۲۶۲)**

یعنی اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد غازیوں کی جماعت  
 اس لئے کہ جب فی سبیل اللہ کا لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے جہاد ہی مراد ہوتا ہے۔  
 بہر حال غیر مقلدین کا یہ مسئلہ بھی جمہور امت اور قرآن کے واضح اور بناو  
 کے خلاف ہے۔

مسئلہ :

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ مالدار اہل علم کو زکوٰۃ یعنی جائز ہے، اس وجہ سے کہ وہ دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں جو فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔  
نواب صاحب مجھوپالی فرماتے ہیں :

و منجملہ سبیل خدا صرف صدقہ و اہل علم است کہ قیام و ازادہ بمصالح دینیہ مسلمین پس ایشان را نصیب در مال خداست خواه تو نگر باشد یا گدا بلکہ صرف اہل دین جہت از اہم امور است (ص ۶۹ عرف)

یعنی خدا کے راستوں میں (جن میں زکوٰۃ خرچ کی جانی چاہئے) ایک راستہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مال اہل علم پر خرچ کیا جائے، چونکہ علماء رسالت و نبی دینی مصلحتوں کو قائم رکھتے ہیں اس وجہ سے زکوٰۃ میں سے انکا حصہ ہے، بلکہ اہل علم پر زکوٰۃ خرچ کرنا سب سے اہم مصرف ہے خواہ وہ علماء مالدار ہوں یا فقیروں۔  
غیر مقلدین کا یہ مذہب نفس ہوائے نفس کی اتباع اور غیر مقلدیت کا اعتقاد ہے بلکہ دینی مسائل میں قیاس و رائے سے فیصلہ کرنے اور فتویٰ دینے کی تاروا کو شش ہے۔

تمام علماء امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف اغنیاء اور مالدار نہیں ہیں، خواہ وہ مالدار اہل علم ہوں یا غیر اہل علم، اللہ کے رسول کا واضح ارشاد ہے کہ :  
" زکوٰۃ مالداروں سے لیکر ان کے فقراء پر خرچ کی جائیگی (المعنی ص ۶۶)۔  
غیر مقلدین کا مذہب اس حدیث کے علاوہ ان تمام احادیث کے خلاف ہے جن میں مالداروں کو زکوٰۃ لینے پر سخت وعید ہے، اور جن کا ذکر عام کتب احادیث میں موجود ہے۔

نتیجہ ہے کہ غیر مقلدوں نے اپنے مالدار علماء کیلئے اس مال کو حلال کر لیا ہے

جس کو اللہ اور اس کے رسول نے تمام مالداروں کیلئے حرام کیا ہے، اور جس کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ وہ اور ساخ الناس یعنی لوگوں کا میل کچل ہے۔ امام اہل سنت و الجماعت حضرت امام احمد بن حنبل کا مذہب المغنی میں ہے۔  
ولا يعطى من سهم الفقراء والمساكين لغني ولا خلاف في ذلك بين اهل العلم۔ (رج ۲ ص ۱۶۱)

یعنی فقراء اور مساکین کے حصے (یعنی زکوٰۃ کے مال سے) کسی مالدار کو نہیں دیا جائے گا اور اس میں کسی بھی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے۔ اور سننے اس سلسلہ میں اللہ کے رسول کا صاف صاف ارشاد یہ ہے۔  
لاحظ فیہا لغنی۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۶۱)

یعنی زکوٰۃ میں کسی مالدار کا حصہ نہیں۔ اور ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا۔ لا تحل الصدقة لغنی۔ (ایضاً) یعنی کسی مالدار کو زکوٰۃ یعنی حلال نہیں۔ اللہ کے رسول کے ان واضح ارشادات کے علی الرغم غیر متعلمین کا یہ کہنا کہ مالدار علماء کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے اور ان کو زکوٰۃ کا مال کھانا حلال ہے۔ سخت تعجب کی بات ہے۔



مسئلہ : (۶۸)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ جسکے پاس پچاس درہم ہو وہ مالدار ہے اس کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

غنی کے است کہ پنجاہ درہم یا ہسائے آں از زر و زو خود دار و دایں تعریف در حدیث مرفوع آمدہ ۔

یعنی غنی وہ ہے جسکے پاس پچاس درہم یا اسکے برابر سونا کی قیمت ہو اور غنی کی یہ تعریف حدیث مرفوع میں مذکور ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ شریعت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا دوسو درہم نقد میں زکوٰۃ واجب ہے، اور شریعت میں اتنی مالیت کے مالک کو غنی کہا جاتا ہے ایسے ہی شخص پر زکوٰۃ واجب ہے۔

اب اگر غیر مقلدین حضرات غنی کی تعریف اپنے انداز پر کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں کسی مرفوع حدیث کا سہارا بھی لے رہے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم ذرا ایک نگاہ اس حدیث مرفوع پر بھی ڈال لیں کہ اس مرفوع حدیث کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے۔

خاں صاحب نے جس مرفوع حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ ترمذی میں ہے اور وہ یہ ہے :

عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سأل الناس وله ما يغنيه جاء يوم القيامة ومثله في وجهه خموش او كدوش ادكدوش قيل يا رسول الله ما يغنيه ؟ قال : خمسون درهما او قيمتها من الذهب - (رداء الترمذی)

یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ جس نے کسی سے سوال کیا اور اس کا ایک اسکے پاس اتنا پیسہ ہے جو اسکو غنی کر دیتا ہے

تو وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ نہ چھا ہوا اور زخمی شدہ ہوگا۔  
لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کتنی مقدار سے آدمی غنی ہو جاتا ہے؟ تو آپ  
نے فرمایا پچاس درہم یا اس کے برابر سونا کی قیمت۔  
اب آئیے ذرا اس حدیث کی سند دیکھیں۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی حکیم بن جبر ہے، اس کے بارے میں  
امام ذہبی میران میں فرماتے ہیں۔ وہ شیعہ ہے۔ امام احمد اسکو ضعیف قرار دیتے  
ہیں، امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اس سے حدیث یعنی ترک کر دیا ہے، امام  
نسائی فرماتے ہیں کہ وہ قوی نہیں ہے اور جوزی کہتے ہیں کہ وہ جھوٹا ہے، امام شعبہ  
اس سے روایت نہیں کرتے تھے، معاذ فرماتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے کہا کہ حکیم بن  
جبر والی حدیث بیان فرماتے تو انھوں نے کہا کہ اگر میں اس سے نقل کر کے  
حدیث بیان کروں تو مجھ کو جہنم کا خوف ہے۔

(مکتفہ - الاحوذی)

اس حدیث کی سند کا حال یہ ہے مگر غیر مقلدین کے یہاں یہ حدیث قابل احتجاج  
ہے اور ان کے مذہب کی بنیاد اس قسم کی احادیث پر ہے، اور یہ طلحہ دیں گے مقلدین  
کو اور خاص پر احناف کو یوں منہ چڑائیں گے۔

اتنی شیخی نہ کر پڑھ کے ہر ایہ صاحب  
ابھی جا کر کے کہیں کیسے گردان حدیث

(نکاح محمدی ص ۱۹)

(۶۹) مسئلہ :

غیر متقلدوں کا مذہب ہے کہ ماں باپ اور سگی اولاد کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔  
 خاں صاحب بھومیالی فرماتے ہیں :  
 " اور عموماً و خصوصاً باسٹھ مذہب جو از دفع زکوٰۃ بسوئے اصول و فردعاً "

(مسئلہ عرف)

یعنی عمومی و خصوصی دلائل اس پر ناظر ہیں کہ ماں باپ اور سگی اولاد کو زکوٰۃ  
 دینی جائز ہے۔

غیر متقلدین کا یہ مذہب بھی جمہور امت کے خلاف ہے۔

امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کے مسلک کے بیان میں امام خرقی فرماتے ہیں۔  
 ولا يعطى من الصدقة المقرضة للوالدين وان علوا ولا للولد  
 وان سفلا ، (المغنی ص ۶۳۷)

یعنی فرض صدقہ میں سے نہ ماں باپ اور دادا وادی نانا نانی وغیرہ کو دیا  
 جاسکتا ہے اور نہ اپنے لڑکے پوتے پوتی پڑپوتے پڑپوتی وغیرہ کو یہ امت کا  
 اجماعی فیصلہ ہے۔ المغنی میں ہے۔

قال ابن المنذر راجع اهل العلم على ان الزكاة لا يعطون

دفعها الى الوالدين (ص ۶۳۷)

یعنی ابن منذر فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ زکوٰۃ والدین  
 کو دینی جائز نہیں۔

نیز فرماتے ہیں :

نص عليه أحمد فقال لا يعطى الوالدین من الزكاة ولا

ولد الولد ولا الجد ولا المجد ولا ولد البنت (ایضاً ص ۶۳۷)



یعنی اس پر حضرت امام احمد کی نص موجود ہے انھوں نے فرمایا کہ زکوٰۃ نہ والدین کو دی جائے گی نہ پوتے پوتیوں کو نہ دادا دادی کو نہ نانا نانی کو اور نہ لڑا لڑائی کو۔

یہ ہے امام اہلسنت کا مذہب۔ مگر غیر مقلدین کی دین و مذہب میں الگ ہی ڈگر ہے، جو بات اجماعی ہے وہ بلا تکلف اس کے خلاف اپنی راہ تجویز کرینگے اور زبان درازی کرتے ہوئے فرمائیں گے۔

”اجماع چیزے نیست“ (عرف ص ۱۷)

یعنی اجماع کوئی چیز نہیں ہے۔

اور وہ اعلان کریں گے۔

اجماع کو وقوع و تعلق ممکن شدہ تسلیم نہی کنیم کہ حجت شرعی است (ایضاً)  
یعنی جو اجماع کہ ممکن اور واقع ہے ہم کو تسلیم نہیں ہے کہ وہ کوئی شرعی حجت ہے۔

اور وہ اس طرح اپنی راہ امت کے خلاف اختیار کرتے ہوئے سوا عظم سے کٹے ہوئے ہیں اور رحمت خداوندی سے محروم ہیں۔ اور یہ اللہ علی الجماہۃ کی بشارت سے مایوس۔

مسئلہ -

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ پردہ کرنا صرف ازواج مطہرات کیلئے ہے، مسلمانوں کی عام عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

وآیہ حجاب مختص بازواج رسول خداست (ص ۵۲)

یعنی وہ آیت جس میں پردہ کرنے کا حکم ہے وہ صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے ساتھ مختص ہے۔

غیر مقلدین کتاب و سنت کے سلسلہ میں کس درجہ جری ہیں اس کا ایک نمونہ غیر مقلدوں کے مجدد کا یہ مذکورہ بالا قول بھی ہے۔ نواب صاحب کس بے باکی سے یہ فرماتے ہیں کہ پردہ والی آیت صرف ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ عام مسلمان عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر کیا غیر مقلدوں کا یہ کہنا صحیح ہے۔ اور قرآن کے صریح مضمون کی کھلی تحریف نہیں ہے؟ اس کو جاننے کیلئے آئیے، آیت حجاب آپ خود پڑھ لیں قرآن کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاِمْرَأَتِكَ ذِي بَيْنَتَيْنِ ذُنُوءِ الْمُؤْمِنِينَ مُدْنِنِينَ

عليهن من جلبابهن . (احزاب ۵)

(ترجمہ) اے نبی کہدے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو، نیچے لٹکالیں اپنے اور تھوڑی سی اپنی چادریں۔

آپ اس آیت کو پڑھیں دیکھئے اس میں صرف ازواج مطہرات کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ نبی کی بیٹیوں اور پھر تمام مسلمانوں کی عورتوں کا بھی ذکر ہے، لیکن نواب صاحب فرماتے ہیں کہ آیت حجاب مختص بازواج مطہرات است

یہ قرآن کا انکار یا اسکی معنوی تحریف نہیں ہے ۔

قرآن کی اس تحریف معنوی کے باوجود غیر مقلدین شور یہی مچائیں کہ ہم کتاب و سنت کے سب سے بڑے پیروکار ہیں ۔

شیشہ مئے بنغل میں پہنیاں ہے

چہرہ بھی دعویٰ ہے پیار سانی کا

مولانا شبیر احمد عثمانی اپنے فوائد تفسیر یہ میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں ۔

یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکالیوں ۔  
روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ  
پھپکا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کیلئے کھلی رہتی تھی ۔



(۱) مسئلہ :

غیر مقلدین کا مذہب کہ اگر کسی نے جمعہ کے خطبہ کے دوران کسی سے "خاموش رہو" کہہ دیا تو اس کی جمعہ کی نماز نہ ہوگی۔

خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

.. ویر کہ دیگرے را گوید "خاموش شو" اور اجماع نباشد زیرا کہ حرکت لغو کرد  
و انکار منہی عنہ نمود .. (ص ۲۲ عوف)

یعنی اگر کسی نے کسی سے یہ کہا کہ "خاموش رہو" تو اس کا جمعہ نہ ہوگا  
اسلئے کہ اس نے لغو حرکت کی اور اس کا انکار کیا جس بات سے منع  
کیا گیا ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب بھی ایجاد بندہ ہے محدثین فقہاء اور جمہور اہل اسلام میں سے  
کسی کا یہ مذہب نہیں ہے کسی فقیہ کسی محدث نے اس کو مبطلات صلوٰۃ یا  
مفسدات صلوٰۃ جمعہ میں سے نہیں شمار کیا ہے، یقیناً دوران خطبہ کلام کرنا ممنوع  
اور حرام ہے۔ مگر یہ کہ اس سے جمعہ کی نماز ہی باطل ہو جائے گی یہ صرف غیر مقلدوں  
کا مذہب ہے، تعجب ہے کہ دوران خطبہ "چپ رہو" کہنے کو غیر مقلدین حضرات  
مبطلات صلوٰۃ جمعہ میں سے قرار دیتے ہیں جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک خطبہ جمعہ  
نماز جمعہ کی شرائط میں سے بھی نہیں ہے۔

خاں صاحب نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : اذا قلت لصاحبیت اسکت والافا

یخطب فقد لغوت۔

یعنی اگر تم نے اپنے ساتھی سے یہ کہا کہ "تو خاموش رہ" تو تم نے ایک بیکار کام کیا۔  
اس وقت اگر تم نے اپنے ساتھی سے یہ کہا کہ "تو خاموش رہ" تو تم نے ایک بیکار کام کیا۔

معلوم نہیں اس سے غیر مقلدوں نے نماز کے باطل ہونے کا مسئلہ کہاں سے نکال لیا کیا خطبہ جمعہ نماز جمعہ ہے؟ جیسے کلام کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خطبہ کے دوران بھی کلام کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔

خود غیر مقلدین حضرات تصریح فرماتے ہیں کہ جمعہ کا خطبہ نماز جمعہ سے الگ ہے غیر یہ تو غیر مقلدوں کی بات ہوئی، مگر اہل سنت و اجماعت کے حافظ ابن عبد البر کیا فرماتے ہیں انکی بھی سن لیجئے، الکافی میں حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں۔

من تکلم حیث یسئذ فقد لغا ولا یفسد صلوٰتہ بذلك (صفحہ ۲۵۱)

یعنی دوران خطبہ اگر کسی نے گفتگو کی تو اس نے لغو حرکت کی مگر اس سے اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔

غیر مقلدین کو کون بتلائے کہ ہر لغو کام سے نماز باطل نہیں ہوتی، بلا وجہ بدن کھیلانا، زیادہ حرکت کرنا، بلا وجہ نماز میں کھانسننا، ہمانی لینا یہ تمام لغو حرکتیں ہیں اور منہی عنہ ہیں۔ مگر اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

اگر غیر مقلدین حضرات میری باتیں تو میں ان سے عرض کروں کہ صرف گردان حدیث سے کام نہیں چلے گا انکو کچھ فقہ کی بھی گردان کرنی چاہئے۔ فقہ حنفی کی گردان سے عقل زیادہ روشن ہوگی۔

مسئلہ -  
(۷۲)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ نشہ میں دی گئی طلاق کا اعتبار نہیں اور سکران  
یعنی نشہ والے کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں

وطلاق سکران صحیح نیست زیرا کہ مناط تکلیف عقل است و چون عقل  
زائل شود ہر حکم شرعی زائل شد ، (ص ۱۲۷ عن)

یعنی جو شخص نشہ کی حالت میں ہے اس کی طلاق صحیح نہیں ہے، اسلئے کہ  
آدمی کے مکلف ہونے کا مدار عقل ہے، اور جب عقل زائل ہو جائے تو ہر حکم شرعی  
ختم ہو جاتا ہے۔

غیر مقلدین کا یہ استدلال بڑا دلچسپ ہے، اب اگر شراب پی کر کوئی زنا کرے  
تو اس پر حد زنا واجب نہ ہوگی، شراب پی کر کسی نے کسی کو قتل کر دیا تو اس سے  
قصاص نہیں لیا جائے گا۔ شراب پی کر کسی نے کسی کا مال چرایا تو اس پر سے حد  
سردہ ساقط ہے، اور اگر شراب پی کر کسی نے کسی کی ماں بہن پر زنا کا الزام لگایا  
تو اس پر حد قذف واجب نہ ہوگی، بخرض حالت نشہ میں جتنی معصیتیں ہوگی اور خدا  
کی قسم نام کر وہ جو بھی حد توڑی جائے گی سب معاف، شراب پیو مزے اڑاؤ  
زیادہ سے زیادہ شراب کی معمولی سزا بھگت لو۔

اور طرۃ ثمتا تو یہ ہے کہ غیر مقلدین کا استدلال اس مسئلہ میں صرف  
عقل اور قیاس سے ہے، حالانکہ غیر مقلدین تو یہ قوالی گاتے ہیں۔

ہم اہل حدیث ہیں برادر  
ہر مکر سے پاک و دور، میں ہم  
بھائی نہیں ہم کو حیلہ بازی  
ہے قول نبی ہمارا رہبر  
اور کذب سے بھی نفور ہیں ہم  
آتی نہیں ہم کو جھسل سازی



اور یہ گلاتے ہیں۔

میں بیہل نالان گلزار محمد ہوں      میں نرگس حیران دیدار محمد ہوں  
 باقی سرور یہ قمر شاہجہاں گل رعنا پر      میں عاشق بے جان رخسار محمد ہوں  
 بہر حال غیر مقلدوں کا یہ مسئلہ بہت ہی قابل غور ہے، اور حافظ ابن  
 حجر البرکاتی تو بیان یہ ہے کہ یہ صرف امام مالک ہی نہیں بلکہ اکثر اہل مدینہ کے  
 مذہب کے خلاف ہے۔

وطلاق السکون وعتاق، لا ینضم عند مالک واکثر اہل المدینۃ

(ص ۵۷۶)

یعنی نشہ والے کا طلاق دینا اور اس کا غلام آزاد کرنا امام مالک اور اکثر  
 اہل مدینہ کے نزدیک لازم ہے۔  
 اور شہر حدیث ثلث جدھن جد وھن لمن جد کے بھی خلاف  
 ہے۔

(س) مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ جس کو زیادہ بھوک پیاس لگے اس پر روزہ فرض نہیں ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

”وشرط الصوم استطاعت است پس مستطاع دستاقل الصوم واجب نبود

(مشعرٹ)

یعنی روزہ رکھنے کیلئے استطاعت شرط ہے اس لئے سب کو بہت بھوک پیاس لگتی ہو یا جس کو بہت بھوک لگتی ہو اس کو روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب بالکل نیا انکشاف ہے اور اس سلسلہ میں بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ غیر مقلدیت کی وجہ سے آدمی قرآن کے انکار پر پہنچ جاتا ہے۔ قرآن کی نفی صریح ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ  
یعنی اے مومنو تم پر روزہ رکھنا اسی طرح فرض ہے جیسا کہ ان لوگوں

پر فرض تھا جو تم سے پہلے تھے۔

نیز ارشاد ربانی ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

یعنی تم میں سے جو رمضان کا مہینہ پائے وہ روزہ رکھے۔

قرآن کے ان ارشادات کو دیکھئے اور پھر غیر مقلدوں کا یہ مذہب بھی دیکھئے کہ جس کو بھوک پیاس لگے اس کو روزہ نہیں رکھنا ہے، کیا ان کا یہ مذہب قرآن کا کھلا انکار نہیں ہے؟

لیکن بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کی توجہ قرآن کی طرف تو کم البتہ انکی زبان پر

حدیث کا نام زیادہ آتا ہے (اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے کو اہل قرآن کے بجائے  
 حدیث کہتے ہیں) مگر غضب تو یہ ہے کہ پورے ذخیرہ احادیث میں ایک حدیث  
 بھی تو ایسی نہیں جس سے غیر مقلدین کا یہ نہ ہب ثابت ہو کہ  
 جس کو بھوک پیاس لگے اس پر روزہ نہیں ۔

اسلام کی بنیاد جن پانچ چیزوں پر ہے اس میں سے ایک روزہ بھی ہے ۔

بني الاسلام على خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وایام  
 الصلوة وایاتنا الزکوة والھج و صوم رمضان (رداء البخاری عن ابن عمر)  
 یعنی اسلام کی بنیاد پانچ درج ذیل چیزوں پر ہے ۔

توحید و رسالت کا اقرار ، نماز کی ادائیگی ، زکوٰۃ کی ادائیگی ، حج کرنا اور  
 روزہ رکھنا ۔

تعجب ہے کہ اتنی اہم عبادت کے بارے میں غیر مقلدوں نے اپنی رائے سے  
 یہ فیصلہ کر لیا کہ جس کو بھوک پیاس لگے وہ روزہ نہ رکھے ، خدا اور رسول کے فرمان  
 کے مقابلہ میں یہ جرات اور دیدہ دلیری ! دین و شریعت کے ساتھ ملحدوں کے سوا  
 یہاں تک کون کر سکتا ہے ؟



مسئلہ - (۷۳)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ جس جانور کو بلا بسم اللہ پڑھے ذبح کیا گیا ہو اس کا گوشت کھانا حلال ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

دفعہ آئت کہ نزد اکل کافی ست اگر نزد ذبح معلوم نباشد (ص ۲۴۱)  
یعنی حق یہ ہے کہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھا گیا ہے تو گوشت کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھ لینا کافی ہے۔

ہمیں اس سے مطلب نہیں کہ اس سلسلہ میں اور ائمہ فقہاء اور محدثین کا مسلک کیا ہے؟

یہ غیر مقلدین جو یہ بانٹا کرتے ہیں کہ ہم صرف وہی مانیں گے جو خدا کا فرمان ہے اور انکی شان رسول تک میں گستاخی کا عالم یہ ہے کہ وہ نہایت بے شری و بے حیائی اور گستاخانہ انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدایہ ابی و امی کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ بھی حجت نہیں۔ (۱)

(طریقہ محمدی ص ۲۱)

(۱) گویا پورے دین میں جو کچھ ہے وہ صرف وحی الہی ہے، رسول نے رسول ہونے کی حیثیت میں کچھ فرمایا ہی نہیں، اور اگر رسول بحیثیت رسول دین میں اپنی طرف سے کچھ فرمائیں تو ان غیر مقلدین کے یہاں کچھ اعتبار ہی نہیں؟

ہے اس جہالت کا کچھ ٹھکانا؟

اس پر مفصل گفتگو کیلئے میری کتاب (مقامہ غیر المقلدین کتاب و سنت کی روشنی میں) انتظار کیجئے، جو جلد ہی منظر عام پر آ رہی ہے۔

میرا خطاب انہیں مدعیوں اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں سے ہے کہ قرآن توصات صافات اعلان کر رہا ہے اور حرام قرار دے رہا ہے کہ جن جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسکو مت کھاؤ۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اَللّٰهُ عَلَيْهِ

یعنی جن جانوروں پر بسم اللہ نہ پڑھا گیا ہو، اسکو مت کھاؤ۔  
اور تم کہتے ہو کہ اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے، آخر تمہارا اصول اور مذہب کیا ہے؟

سچ یہ ہے کہ یہ غیر مقلدین بارگاہ رسول کے گستاخ ہیں، صحابہ کرام کی جناب گستاخی کرتے ہیں۔ ائمہ دین، اسلاف امت، محدثین عظام سب کی یہ تضحیک اور بے توقیری کرتے ہیں اسلئے یہ علم کے نور سے محروم ہیں، دین کی سمجھ انہیں سلب کر لی گئی ہے، اور خدا نے انکو فضالت و گمراہی کے ایسے راستے پر ڈال دیا ہے کہ وہ اس سے باہر نکلنا بھی چاہیں تو اپنی ان گستاخیوں کی وجہ سے اس سے باہر نہیں نکل سکتے۔

مسئلہ - (۷۵)

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر نمازی کے آگے سے گدھا، کالا کتا، یا عورت گزر جائے اور سامنے سترہ (کوئی آڑ) نہ ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

نواب حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

ومن رد الحمار والكلب الاسود والامراة اذا لم تكن سترة

(کسوز الحقائق ص ۲۷)

یعنی نمازی کے آگے اگر سترہ نہ ہو تو گدھے، یا کالے کتے یا عورت کا گزرنا نماز کو فاسد کر دے گا۔

مگر غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور علماء کے خلاف ہے، تحفۃ الاحوذی میں مولانا مبارکپوری لکھتے ہیں۔

وقال مالك والوحيفة والشافعي رضي الله عنهم وجمهور من السلف

والخلف لا تبطل الصلوة بشئ من هؤلاء (ص ۲۴۶)

یعنی امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہم اور جمہور سلف و خلف کا یہ مذہب ہے کہ ان میں سے کسی چیز سے بھی نماز باطل نہ ہوگی۔

امام ترمذی فرماتے ہیں :

والعمل عليه عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم

ومن بعدهم من التابعين قالوا لا يقطع الصلوة۔

(ترمذی مع التعقید ص ۲۴۶)

یعنی صحابہ و تابعین میں اکثر اہل علم اور محدثین کا عمل اس پر ہے کہ ان میں سے کسی چیز کا گزرنا نماز کو باطل نہیں کرے گا۔



غیر مقلدوں کا عام دطیرہ یہی ہے کہ یہ جمہور سے ہٹ کر شاذ مذہب اور  
 شاذ قول اختیار کرتے ہیں، اور اسی کو اپنے لئے باعث استخار جانتے ہیں۔  
 اور دعویٰ کریں گے ہم سلف کے پیرو ہیں، اور کس سلف کے پیرو ہیں؟ ان کے  
 سلف کا آج تک تعین ہی نہیں ہو سکا۔ صحابہ کرام، محدثین عظام، فقہائے ذی شان  
 تو ان کے سلف ہیں نہیں، تو پھر ان کے سلف ہیں کون؟ شیعوں کے امام غائب  
 کی طرح سے ان کا ذکر کتابوں غیر مقلدین کرتے تو ہیں، مگر عالم واقعہ میں ان کا  
 وجود شیعوں کے امام غائب کی طرح سے مفقود ہے۔

## مسئلہ : (۷۶)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اعتکاف کرنے کیلئے روزہ ضروری نہیں ہے بلکہ بلا روزہ بھی اعتکاف درست ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

«وویلکے والی باشندہ بر آنکہ اعتکاف جز بجوم درست نمی آید نیامده»  
یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ بلا روزہ اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

نیز فرماتے ہیں :

پس حق عدم اشتراط صوم در اعتکاف است۔ (ص ۵۳)

یعنی پس حق یہی ہے کہ اعتکاف میں روزہ کی شرط نہیں ہے۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔

حافظ ابن عبد البر الکافی میں امام مالک کا مذہب یہ بیان کرتے ہیں۔

ولا اعتکاف عند مالک واکثر اهل المدينة الا بصوم (ص ۲۵۲)

یعنی حضرت امام مالک کے نزدیک بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں اور یہی اکثر

اہل مدینہ کا مذہب ہے۔

حضرت امام احمد کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

عند احمد روایتان احد هما انه لا اعتکاف الا بصوم کما ذهب

الی حنیفة ومالک۔

یعنی امام احمد سے دو روایتیں ہیں، ایک یہ ہے کہ اعتکاف بلا روزہ کے

نہیں ہوتا جیسا کہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے۔

غرض جمہور کا یہی مسلک ہے کہ اعتکاف بلا روزہ کے نہیں ہوتا، امام ابو حنیفہ

امام مالک اور امام احمد کا ایک قول اور اکثر اہل مدینہ کا یہ بھی مذہب ہے کہ اعتکاف واجب کیلئے روزہ شرط ہے۔ اب معلوم نہیں غیر مقلدین کو جمہور کے مذہب کے خلاف کون سی دلیل مل گئی جس کی بنیاد پر انھوں نے یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ واجب اعتکاف کیلئے بھی روزہ شرط نہیں ہے؟ اگر امام ابوحنیفہ سے وہ دلیل منہنی رہی تو کیا امام مالک امام احمد اور اکثر اہل مدینہ سے بھی وہ منہنی رہی۔

میں بار بار یہ کیسے کہوں کہ غیر مقلدین کو ہمیشہ اکثریت اور جمہور کے خلاف مذہب اختیار کرنے کی عادت ہے۔ اور وجہ اس کی یہی ہے کہ غیر مقلدین صحابہ کی ارشادات کی روشنی میں احادیث کا مطالب متہین کرنے کے بجائے خود صاحب اجتہاد ہوتے ہیں، اس وجہ سے انکی عقل انکو ہمیشہ شاذ آراء کی طرف لے جاتی ہے۔

حضرت ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

لا اعتکاف الا بصوم۔

یعنی بلا روزہ کے اعتکاف نہیں۔

الاسئلة والاجوبة الفقهية (جلد ۱۸۳)



مسئلہ :

غیر مقلدین کے مذہب میں شیعہ کا ذبیحہ حلال ہے، کیونکہ وہ اہل اسلام میں سے ہیں۔ فتاویٰ تذیریہ میں ہے۔

• واضح ہو کہ ذبیحہ اہل تشیع کا کھانا حلال ہے کیونکہ وہ اہل اسلام میں سے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اہل اسلام میں سے ہونے کا دعویٰ تو قادیانیوں کا بھی ہے تو کیا انکے اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے اور ان کا ذبیحہ مسلمانوں کیلئے حلال ہوگا؟ ہندوستان کے شیعہ جنگو اشنا عشری کہا جاتا ہے قرآن کے محرف ہونے کے قائل ہیں قرآن میں کمی بیشی کے قائل ہیں، ام المؤمنین حضرت عائشہ پر گندہ الزام لگاتے ہیں، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کافر تھے، ان کا مذہب ہے کہ ائمہ اثناعشری بمقام نبوت سے بلند و بالا ہے، انکو تصرف فی الکائنات حاصل تھا، وہ انکی عصمت کے قائل ہیں، انکے علاوہ اور بھی انکے خرافاتی و گندے اور غیر اسلامی عقائد ہیں جنکے ساتھ کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا، پھر ان عقائد کے باوصف شیعوں کو مسلمان سمجھنا اور ان کا ذبیحہ مسلمانوں کیلئے حلال اور جائز قرار دینا دین و شریعت کے ساتھ کھلواڑ نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ غیر مقلدین ایک طرف تو ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام اور دین کا مجدد اور دنیا کی سب سے بڑی علمی شخصیت (ضرورت کے موقع پر) یاد کر آتے ہیں اور دوسری طرف جب موقع ملتا ہے انھیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی بات کو ردی کی ٹوکری میں بھی ڈال دیتے ہیں۔

فتاویٰ ابن تیمیہ میں شیعوں کے بارے میں کیا لکھا ہے کیسے یقین کیا جائے کہ غیر مقلدین کے علماء و مفتیان اس سے جاہل ہیں؟ اگر جاہل ہیں تو سخت تعجب ہے اگر نہیں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے ان کے نزدیک شیعوں کا ذبیحہ حلال ہے

دین تیسویں شیعوں کو مسلمان نہیں سمجھتے ہیں اور ان کا فیصلہ شیعوں کے بارے میں یہ ہے  
 وهو لا اعاد الغالیۃ ہم کفار باتفاق المسلمین (فتاویٰ ج ۲ ص ۳۲۰)  
 یعنی یہ غلو کرنے والی (شیعوں کی) جماعت باتفاق مسلمین کافر ہے۔  
 شیعوں کے عقیدہ عصمت کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔  
 واعظمهم قولاً لذلك الوافضۃ فانهم يقولون بالعصمة حتی  
 یایقع علی سبیل النسیان والسهو والتاویل ویقولون ذلك الی من  
 یعتقدون امامته وقالوا بعصمة علی والاشی عشر۔ (ایضاً)  
 یعنی عصمت غیر انبیاء کے قائلین سب سے زیادہ رافضی ہیں وہ کہتے ہیں  
 کہ ائمہ سہو و نسیان سے بھی معصوم ہیں وہ حضرت علی اور بارہوں ائمہ کی عصمت  
 کے قائل ہیں۔

اہلسنت و الجماعت کا مشہور معلوم عقیدہ ہے کہ جو غیر معصوم کو معصوم ہونے  
 کا عقیدہ رکھے یا قرآن میں کسی پیشی کا اور اس کے محرف ہونے کا عقیدہ رکھے یا  
 خلفائے ثلاثہ کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھے یا حضرت عائشہ پر وہ الزام لگائے جسکی برأت  
 قرآن سے ثابت ہو چکی ہے یا جن صحابہ کرام کے بارے میں قرآن کی واضح شہادت موجود ہے کہ وہ  
 مسلمان ہیں انکے عدم اسلام کا قائل ہو تو ایسا شخص کافر ہے، نہ اسکا ذبح جائز ہے اور نہ  
 اسکے پیچھے نماز جائز ہے نہ اس سے شادی بیاہ جائز ہے۔ اگر غیر مقلدوں کے  
 ہاتھ میں شیعوں کے مسلمان ہونے کی کوئی دلیل ہے تو وہ اسکو پیش کریں تاکہ اسکے اس مذہب  
 و مسلک کی حقانیت معلوم ہو کہ شیعوں کے ہاتھ کافر بھی جائز ہے، اور وہ اہل اسلام میں سے ہیں۔

شیعوں کے ساتھ غیر مقلدین کو بہت سے سائل و ایمانیات میں توافق ہے میں نے اسکو بہت واضح اور  
 حائل طریقہ سے اپنی قرنی کتاب "وقفۃ مع اللامذہبیۃ" میں ثابت کیا ہے۔  
 اس توافق کے پیش نظر کچھ بعید نہیں کہ شیعہ فی الواقع غیر مقلدین کے نزدیک مسلمان ہوں، اور جب وہ  
 مسلمان ہو چکے تو ان کا ذبح کم از کم غیر مقلدین کے نزدیک تو یقیناً جائز ہوگا۔



(۷۸) مسئلہ -

غیر مقلدین کے مذہب میں سر پر بال رکھنا سنت ہے، اگرچہ آنحضور سر پر بال نہیں رکھتے تھے۔

فنادی نہیریہ میں ہے:

اس میں شبہ نہیں کہ سر پر بال رکھنا سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اور حضرت علی کے سوا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم ہمیشہ سر پر بال رکھتے تھے اور بجز حج کے کبھی نہیں منڈواتے تھے۔ (مشکوٰۃ: ۲۷)

جب میں غیر مقلدوں کی کتابیں پڑھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں کہ ان کی کون سی بات معتبر ہے اور کونسی بات قابل اعتبار نہیں، انکے سیاں اتنی متضاد باتیں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ یہ مذہب لکھنؤ کی بھول بھلیاں معلوم ہونے لگتا ہے۔

ایک طرف جب مطلب ہوتا ہے اور آبار و اجداد کے خلاف صحابہ کی کوئی بات نظر آتی ہے تو وہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ صحابی کی بات کا اعتبار نہیں، اور کبھی جب کوئی بات انکے اجتہاد کے مطابق ہوتی ہے تو صحابہ کا قول اور عمل حجت بن جاتا ہے اور آنحضور کا عمل بے قیمت ہو جاتا ہے، یہیں دیکھ لیجئے ایک طرف یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ آنحضور کا معمول سر پر بال رکھنے کا نہیں تھا اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی لوگوں کو باور کرایا جا رہا ہے کہ سر پر بال رکھنا سنت ہے اسلئے کہ صحابہ کرام سر پر بال رکھا کرتے تھے۔

سوال یہ ہے کہ سنت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بنے گا یا صحابہ کرام کا عمل؟ صحابہ کرام کا جب عمل آپ کے عقیدہ کے مطابق دین میں حجت ہی نہیں تو اس سے کسی چیز کا مسنون ہونا کیسے ثابت ہوگا؟ پھر آنحضور کے معمول کے مقابلہ میں صحابہ کرام کے معمول کو ترجیح دینا یہ تو ان غیر مقلدوں کے نزدیک، قریب بشرک، ہے، یہاں یہ شرک کیسے گوارا کر لیا گیا؟ یہی ہے دین، تو اس، دینِ محترم، کو سلام۔



مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی کنویں سے جوتی نکل آئے اور کنویں کا پانی  
کثیر ہو تو وہ کنواں ناپاک ہوگا۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب ان کے اس اصل اور قاعدہ کے خلاف ہے کہ اصل  
مشیاریں اباحت اور طہارت ہے اور یہ کہ پاک پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں  
بناتی جیسٹک کہ اس کا کوئی وصف (مزہ بویارنگ) نہ بدل جائے۔

یہاں یہ بھی سوال ہے کہ جب وہ جوتی کنویں میں گری تو کیا دلیل ہے کہ وہ  
جوتی تھی، محض گمان سے کنویں کے پاک پانی پر ناپاک ہونے کا حکم لگانا شریعت  
کے قانون کے خلاف ہے، قرآن میں خدا کا ارشاد ہے۔

وَالظَّنُّ لَا يَكْفِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔

آپ اس کتاب میں غیر مقلدین کے مسائل پڑھیں خصوصاً جن کا تعلق نجاست اور  
طہارت سے ہے، آپ حیران ہونگے کہ ان کا واقعی اس سلسلہ میں مذہب کیا ہے؟  
کون سی چیز ان کے یہاں پاک ہے اور کون سی چیز ناپاک ہے، اور کس نجاست سے  
نجاست کی کتنی مقدار ہے کوئی چیز ناپاک ہوگی یا ناپاک نہ ہوگی، غیر مقلدین کا مذہب  
کیسے ایک بھول بھلیاں ہے، اور اقوال پریشاں کا مجموعہ ہے، ایک ہی مسئلہ میں  
اکتے علماء کی متضاد آراء مختلف اقوال ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انکی راہ مستقیم کا پتہ  
موجود نہ ہو، شواہد ہو گیا ہے، مگر اس پریشاں حالی اور زولیدہ فکری اور کج راہی کے  
بوجود یہ عقیدہ سینہ زور اور بے حیاہیں کہ نہ پوچھو، دوسروں کو سناتے کیلئے اس قسم کے  
مشاورے کرتے ہیں۔

مسک سنت پر اے سالک چلا جا بے دھڑک

جست الفردوس کو سیہی گئی ہے یہ سڑک

(طریق محمدی ص ۴۵)

مسئلہ (۸۰)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ تنہا عورتوں کی مردانیت کر سکتا ہے۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

واما منع رجال از امامت نساکہمراہ شاہ مرد نباشد پس دلیلے دال  
بر عدم جوازش معلوم نیست۔ (عرف ص ۳۲)

یعنی اس بات سے روکنا کہ مردان عورتوں کی امامت نہ کرے جن کے ساتھ مرد  
نہ ہوں اسکے عدم جواز پر یہیں کوئی دلیل معلوم نہیں۔

اگر آپ کو اس کی دلیل نہیں معلوم تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، آپ کا اسکی  
دلیل سے جاہل ہونا عدم وجود کو مستلزم نہیں۔

غیر مقلدین کا یہ مسئلہ بھی عام فقہاء کے قول کے خلاف ہے بلکہ اکثر فقہاء اسکو مکروہ  
سمجھتے ہیں کہ مرد تنہا اجنبی عورتوں کی امامت کرے۔

امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک ابن قدام ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وَيَكُونُ انْ يَوْمَ الرَّجُلِ نَسَاءً اِجَانِبَ لِرَجُلٍ مَعَهُنَّ (المغنی ص ۳۲)

یعنی مرد کا اجنبی عورتوں کی امامت کرنا جیسے ساتھ مرد نہ ہوں مکروہ ہے۔

نیز غیر مقلدوں کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے ابن قدام فرماتے ہیں :

لَا اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى اَنْ يَخْلُوَ الرَّجُلُ بِالْمَرْءِ الْاَجْنِبِيَّةِ

(ایضاً) یعنی مرد کا اجنبی عورتوں کی امامت کرنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی اجنبی عورت کے ساتھ تنہا

وقت نہ گزارے۔

مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ بیوی سے ہم بستر ہونے سے پہلے غسل کرنا سنت ہے۔  
اب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں

وسنت است غسل از برائے مجامعت (ص ۱۴ عرف)

یعنی مجامعت (بیوی سے ہم بستر ہونے کیلئے) غسل کرنا سنت ہے  
اب یہ تو غیر مقلدین ہی بتلائیں گے کہ اس سنت پر ان کا کتنا عمل ہے، جہاں تک  
اسی علم ہے وہ یہ کہ کوئی بھی غیر مقلد اس سنت پر فی زمانہ عامل نہیں ہے اور اجماعی  
طریقہ پر غیر مقلدوں نے اس سنت کو چھوڑ رکھا ہے۔

اور تارک سنت ظاہر ہے کہ بدعتی ہوتا ہے، اور بدعتی گمراہ ہوتا ہے اور  
گمراہ کا ٹھکانا جہنم ہے، اب ناظرین خود ہی فیصلہ کر لیں۔ مگر خانصاحب بھوپالی کے  
اس ارشاد کی روشنی میں غیر مقلدوں کا ٹھکانا کہاں ہے۔

البتہ اخیر میں ایک بات اور عرض کرتی ہے، اب خانصاحب مرحوم تو ہیں نہیں  
مگر یہ عرض انھیں کی خدمت میں پیش کی جاتی، البتہ ان کے مقلدین و متبعین موجود  
ہیں، اسلئے اب جو عرض کرنا ہے انھیں سے کرنا ہے، ہمیں ذرا غیر مقلدین اس  
حدیث کا اور اگر یہ بات قرآن کی ہے تو اس آیت کا پتہ بتلا دیں جس سے یہ معلوم ہو کہ  
مجامعت کیلئے غسل کرنا سنت ہے۔ اور ہم ان کے مزید مشکر گذار ہوں گے اگر ایما  
مستندین و متاخرین میں سے کسی کا یہ مذہب نقل کر دیں اور اگر شیخ الاسلام ابن قیم  
اور حافظ ابن قیم اور شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی کس عبارت سے خانصاحب  
کی بات کی تائید پیش کر دیں تو پھر ہماری ممنونیت کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔



غیر مقلدوں کے یہاں ٹوپی اور عمامہ ہوتے ہوئے برہنہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ فتاویٰ خیر میں ہے۔  
اشراپک نے فرمایا ہے:

یا بانی آدم خذ و خذ ینتکھ عند کل مسجد۔ اس آیت پاک سے ثابت ہوا کہ ٹوپی اور عمامہ سے نماز پڑھنا ادنیٰ ہے کیونکہ لباس زینت ہے، اگر عمامہ اور ٹوپی رہتے ہوئے مکاسلا برہنہ نماز پڑھے تو مکروہ ہے۔ (صیغہ ۱)  
اور جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ موجودہ زمانہ میں احناف کی حد میں غیر مقلدوں نے اسی مکروہ طریقہ سے نماز پڑھنے کو فیشن بنالیا ہے، اور قرآن کے اس ارشاد کی خلاف مخالفت کرتے ہوئے انکو شرم نہیں آتی۔

اب سوال یہ ہے کہ مسنون طریقہ کو چھوڑ کر غیر مسنون اور مکروہ طریقہ سے بلا عذر نماز پڑھنا باعث عتاب ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کیوں اور اگر ہے تو پھر میان صاحب شیخ الکل فی الکل کا یہ منہ مانا کہ ننگے سر نماز پڑھنا باعث عتاب نہیں ہے کیونکہ صحیح ہو گا۔

اور کیا مسنون طریقہ سے نماز پڑھنا اور غیر مسنون اور مکروہ طریقہ سے نماز پڑھنا دونوں کا ثواب اور قبولیت کا درجہ ایک ہی ہے یا کچھ فرق ہے، اگر ایک ہی ہے تو اس کی دلیل کیا ہے، اور اگر فرق ہے، یعنی مکروہ طریقہ سے نماز پڑھنے کا ثواب بمقابلہ مسنون طریقہ سے نماز پڑھنے کے ثواب سے کم ہے تو یہ بھی۔ عتاب کی ایک شکل ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر شیخ الکل فی الکل کا یہ فرمانا کہ بلا سر ڈھانکے نماز پڑھنے میں کوئی عتاب نہیں کیسے صحیح ہے۔

مسئلہ :

غیر مقلدین کا فرض ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنی مکروہ ہے

وصلوت مجاہدین اسہ من کسل (مشکنز)

یعنی جو آدمی سستی سے ننگے سر نماز پڑھے اسکی نماز مکروہ ہے۔

اگر غیر مقلدین اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ ان کی ہر بات کتاب و سنت سے ہوتی ہے یہاں کہ ایک غیر مقلد عالم کا دعویٰ ہے کہ

ہر محدث ہر مسئلے کی دلیل قرآن یا حدیث سے دیتے ہیں۔

تو اور مسائل کو تو جانے دیجئے نماز کا یہی مسئلہ جو آپ کے سامنے ہے کہ کھلے سر نماز پڑھنی مکروہ ہے اس کی دلیل کتاب و سنت سے پیش کر دیں۔

بہادر منہ سے جو کہتے ہیں پورا کر دکھاتے ہیں

ششخوہ چیرتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

(طریقہ محمدی)

یاد رکھئے خدوا از شکم والی آیت سے ہرگز مت استہلال کیجئے گا ورنہ پھر آپ کیلئے مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔

بہر حال اتنا معلوم ہوا کہ غیر مقلد علماء کھلے سر نماز کو مکروہ کہتے ہیں اس مکروہ نماز کا تماشا اگر دیکھنا ہے تو غیر مقلدوں کی مسجد کا رخ کیجئے، وہاں آپ یہ تماشا خوب دیکھیں گے۔

غیر مقلدین کے امام اور مجدد نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں کہ قعدہ  
 اخیرہ میں داہنا پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے یہی اخلاف کا بھی مذہب  
 ہے، مگر آج کل عوام غیر مقلدین اور انھیں عوام کی روش پر چلتے ہوئے بعض  
 خواص غیر مقلدین بھی اس ہیئت مسنود کے خلاف قعدہ اخیرہ میں، ٹورک کرتے  
 ہیں یعنی سرین پر بیٹھتے ہیں، لیکن سننے والے صاحب بھوپالی کیا فرماتے ہیں۔  
 . داز ہیئت قعدہ اخیرہ ست کہ پر پائے چپ بنشیند و پائے راست  
 استادہ کند۔ (مشاعر)

یعنی قعدہ اخیرہ کی شکل یہ ہے کہ بائیں پاؤں پر بیٹھے اور داہنا پاؤں کھڑا  
 رکھے۔

ایک متعصب غیر مقلد عالم اس مسئلہ کو بیان کر کے اخلاف پر اعتراض کرتے  
 ہوئے لکھتا ہے :

”حنفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے اس طریقہ پر  
 نماز نہیں پڑھتے کیونکہ ان کا مذہب اسلام نہیں حنفی ہے، انکار رب اللہ  
 نہیں ابو حنیفہ ہے انکے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ علمائے  
 اخلاف ہیں۔ (مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف ص ۳۱)

اد ابوالاقبال سلفی حکومت اپنے اس امام اور مجدد کے بارے میں فیصلہ سناؤ۔  
 ابکھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں  
 نو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا



غیر مقلدین رکوع کے بعد سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے ہاتھ رکھتے ہیں پھر گھٹنا ٹیکتے ہیں لیکن غیر مقلدوں کا یہ اجماعی عمل بقول نواب جتنا بھوپالی درست نہیں ہے۔ بلکہ صحیح طریقہ وہ ہے جو خاں صاحب فرماتے ہیں۔  
 دو دفع رکبتین در سجدہ قبل از یدین ست (عرف ص ۲)  
 یعنی نماز میں سجدہ کو جاتے ہوئے پہلے دونوں گھٹنے رکھے جائیں گے پھر دونوں ہاتھ۔ (یہی حنفیہ کا مذہب ہے)  
 اب دیکھنا ہے کہ خاں صاحب کے اس صحیح مسئلہ بیان کرنے پر غیر مقلدوں کا کیا رد عمل ہوتا ہے۔

مسئلہ -  
(۸۶)

نماز میں سر ڈھانکنا مسنون ہے۔

میاں صاحب نذیر حسین دہلوی کی طرف منسوب فتاویٰ نذیریہ میں ہے،  
نماز میں سر ڈھانکنا ضروری نہیں ہے ہاں ایک مسنون امر ہے اگر کہے

تو ادلیٰ ہے نہ کرے تو عتاب نہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۱۲۲)

آج کل غیر مقلدوں نے ننگے سر نماز پڑھنے کو فیشن اور غیر مقلدیت کی علامت بنالیا  
ہے اور اس امر مسنون کا قصد ترک کرنا ان کا شعار بنا ہوا ہے، میاں صاحب  
دہلوی شیخ الکمل فی الکمل کے اس فتویٰ کی روشنی میں انکو اپنی اس عادت بد اور ترک  
ادلیٰ پر اصرار اور عناد پر منظر ثانی کرنی چاہئے۔

اور رہا میاں صاحب کا یہ فرمانا کہ نماز میں سر ڈھانکنا امر مسنون ہے اور  
پھر یہ بھی کہنا کہ اگر نہ کرے تو عتاب نہیں ہے، اس سے غیر مقلدوں کے مسنونات  
اور حدیث سے ثابت شدہ امور کے سلسلہ میں حسن ظن اور اعتقاد اور ان کے  
دعوائے عمل باحدیث کا پتہ چلتا ہے۔

مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ نماز کے فرائض میں سے سمیع اللہ لمن حمد اور  
ربنا لک الحمد کہنا بھی ہے، دونوں سجدوں کے درمیان دعا و ذکر بھی ہے۔  
نواب صاحب حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

ومن فرائضها ..... التسمیع والتحمید والذکر  
بین السجدتين۔ (کنز مفتح)

یعنی نماز کے فرائض میں سے سمیع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہنا بھی ہے  
اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان ذکر کرنا بھی فرض ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب بھی صحابہ و تابعین، سلف و خلف اور جمہور محدثین  
و فقہاء اور ائمہ اربعہ کے خلاف ہے۔

ہمیں نہیں معلوم کہ یہ مذہب کسی صحابی، کسی تابعی، کسی فقیہ اور محدث اور ائمہ اربعہ  
میں سے کسی امام کا ہے۔

اگر غیر مقلدین کا یہ مذہب حق اور سچ ہے تو وہ کسی مجتہد کا قول پیش کریں۔  
اس شاذ قول کے قائلین صرف غیر مقلدین اور ان جیسے کچھ ظاہر یہ ہیں جن کا  
مبلغ علم اور حدیث والی اس سے زیادہ نہیں کہ وہ رسول اللہ کی اس حدیث کو سنکر  
من احداث فلیؤثر۔

پیشاب۔ یہ خیانت کے بعد و ترک نماز کیلئے کھڑے ہو جانے کے۔  
اللہ تعالیٰ سو رہم اور کج راہی سے محفوظ رکھے۔



(۸۸) مسئلہ :

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ کسی کو حج کرنے کیلئے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔  
نواب حیدر آبادی مصارف زکوٰۃ کے بیان میں لکھتے ہیں :  
وَحَاجَّ بَيْتَ اللَّهِ (مسئلہ کنز)  
یعنی حج کرنے والے کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب بھی جمہور کے مذہب کے خلاف نیز کتاب و سنت کے خلاف  
ہے اللہ تعالیٰ نے صاحب استطاعت پر حج فرض کیا ہے، اور جو مستطیع نہیں ہے  
اس پر حج فرض نہیں ہے، اس کا حج کرنا زیادہ سے زیادہ تطوع اور نفل ہو گا  
اور ایک نفل کام کے لئے ممنوع اور محظور کا ارتکاب نہیں کیا جاسکتا، اسلئے کہ بلا ضرورت  
سوال کرنا حرام ہے، اور فقیر کے مال سے دوسروں کو حصہ لگانا جائز نہیں۔  
الکافی میں علامہ عاقلہ ابن عبد البر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بیان  
کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

وَلَا يُعْطَى مِنْهَا كَافِرًا فَقِيرًا وَلَا فِي دَنْنٍ مِيتٍ فَقِيرًا وَلَا فِي شَرَاءٍ

مصنف دلائی حجت دلائی عمر کا دلائی بنیان مسجد، (مسئلہ ۲۲۷)

یعنی زکوٰۃ کے مال میں سے کسی کافر فقیر کو نہیں دیا جاسکتا اور نہ زکوٰۃ کا مال  
فقیر مردہ کو دفن کرنے میں خرچ کیا جائے گا (اسلئے کہ زکوٰۃ میں قبضہ شرط ہے،  
اور مردہ قبضہ کرنے کا اہل نہیں) اور نہ زکوٰۃ کا مال کسی کے حج اور عمرہ میں خرچ  
کیا جائے گا اور نہ مسجد کی تعمیر میں۔

غیر متقدمین کہتے ہیں کہ مردہ کا منہ کھلا ہو تو اسکو بند کر دینا چاہئے۔ لیکن جب اسے پوچھا جاتا ہے کہ آپ تو بقول خود، الحمد للہ، ہیں اس مسئلے کی حدیث سے دلیل بیان کیجئے، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کا یہ مسئلہ بے دلیل ہے، اور کبھی کبھی ہم لوگ دلیل اور علامت حدیث بھی محض اپنی رائے اور اپنے قیاس اور اجتہاد سے بھی کہہ دیتے ہیں۔  
خاں صاحب بھوپالی اس مسئلہ کے بیان کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

دبند کردن دہن کشادہ اگر چه دلیل بران نیست۔ (ص ۵۹ عرف)

اور مردہ کا کھلا منہ بند کر دینا چاہئے اگرچہ اسکی کوئی دلیل نہیں ہے۔

دیکھا آپ نے! بے حیائی اور بے شرمی دلیل ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے مگر شرعی مسئلہ بیان ضرور کریں گے اور کہیں گے کہ ہم دین میں اپنی رائے سے کچھ نہیں کہتے، ہم الحمد للہ صرف مصطفیٰ کی گفتار دیکھتے ہیں، اور ہم بوبات کہتے ہیں وہ صرف کتاب و سنت کی روشنی میں کہتے ہیں۔

اگر واقعی یہ بزرگم خود اہل حدیث کہتے ہیں تو لائیں اس مسئلہ کی دلیل کتاب و سنت سے۔ انکے مجدد و توصیف صاف فرما ہے ہیں کہ اس مسئلہ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

اب کیا ہم بھی یہاں ان تمام اقوال کو ذکر کر دیں جو رائے اور قیاس کی مذمت میں ہیں۔ حدیث کو ذکر کر کے احناف کو بطور خاص یہ، الحمد للہ، اپنے طعنوں کا نشانہ بناتے ہیں۔ ان کے جہنی ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں۔

مسئلہ (۹۰)

غیر متقلدوں کا مذہب ہے کہ جنازہ اٹھانے والے کو وضو کرنا چاہئے اسی طرح  
مردہ کو غسل دینے والے کو نہانا چاہئے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

عامل میت را وضو کردن می رسد چنانکہ غاسل مردہ غسل می باید نمود (عرف ص ۱۳)  
یعنی جو میت کا جنازہ اٹھائے اسکو وضو کرنا چاہئے اور جو مردہ کو غسل دے  
اس کو نہانا چاہئے۔

غیر متقلدوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کہتے  
اور وہ جو کہتے ہیں اسکی دلیل کتاب و سنت سے دیتے ہیں، اگر انکے اس دعویٰ  
میں ذرا بھی سچائی ہے تو اس مسئلے کی کتاب و سنت سے دلیل پیش کر دیں۔

روز سننے ہو جھگڑے غیروں کے

آج میری بھی التجا سن لو

(طریقہ محمدی ص ۴۹)



مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی نے بہجوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹ کر اس کی گردن میں لٹکایا جائے گا۔

وتعلق الید المقطوعۃ فی عنق السارق — (کنز من ۱۰۰)

قرآن میں چور کی سزا صرف ہاتھ کاٹنا ہے۔  
 بہجور کے کانٹے ہاتھ کے گردن میں لٹکانے کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں ہے۔  
 اسلئے غیر مقلدوں کا یہ اصول قطعاً قرآن کے خلاف ہے۔  
 اور حدیث میں کہیں اس کا ذکر ہے بھی تو وہ کسی خاص وجہ سے ہے نہ کہ  
 یہ کوئی شرعی اصول اور چور کی سزا کا جز ہے۔  
 مسائل فقہیہ بیان کرنے کیلئے بڑے لفافہ کی ضرورت ہے جس سے غیر مقلدین  
 محروم ہیں۔

مسئلہ - (۹۲)

غیر مقلدین کے امام اور مجدد و نواب صاحب بھوپالی کو اعتراف ہے کہ  
آمین بامر اور آمین با بکھر دونوں طرح جائز ہے۔ اور حدیث دونوں طرح  
کی صحیح ہیں۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔  
احادیث و آثار در نقص و رفع آمین ہر دو وارد شدہ و بصحت رسیدہ

(عرت ص ۲۹)

یعنی آہستہ آمین اور زور سے آمین دونوں طرح سے کہنے کے سلسلہ میں  
احادیث اور آثار صحابہ موجود ہیں اور دونوں ہی طرح کے آثار و احادیث  
صحیح ہیں۔

اس فیصلہ کے بعد احناف کے خلاف غیر مقلدین کی زبان اس مسئلہ  
میں بند ہو جانی چاہئے۔

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی  
ہائے گیس اس بھری محفل میں روائی ہوئی

مسئلہ -

غیر مقلدین کلمات اقامت کو اکہرا کہتے ہیں یہی عوام غیر مقلدین کا مذہب ہے مگر ان کے خواص کا مذہب اس کے خلاف تھا۔  
 خاں صاحب بھوپالی جو مذہب غیر مقلدین میں مجددیت کے متعا پر فائز تھے فرماتے ہیں۔

و عمل زیادت و اردو از وجہ صحیح ثابت ست پس بریں تقدیر اقامت  
 مشنی مشنی بایہ جز تہلیل و هذا هو الذی ینبغی القول بہ علی ما یقتضیہ  
 (الاصول - (عریف ص ۲۵)

یعنی اقامت کے سلسلہ میں صحیح طریقی اور صحیح سند سے زیادتی والے کلمات اقامت پر عمل ثابت ہے۔ اسلئے لا الہ الا اللہ کے سوا بقیہ تمام کلمات اقامت کو دھرا کہنا چاہئے، اور اصول کا تعاضا ہے کہ اسی کا قائل ہوا جائے۔  
 چمن دیہ و ہوائے خوش و پروازے کرد!  
 کبک مسکیں چہ خبر داشت کہ شہبازے بہت  
 اب دیکھنا ہے کہ غیر مقلدون کا طائفہ حاضرہ اپنے اس مجدد کے خلاف کون سا  
 طرفان کھڑا کرتا ہے۔



## مسئلہ - (۹۴)

نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھے یا زیر ناف، یا ناف اور سینے کے بیچ میں  
سب درست ہے اور ان میں سے کسی کا بھی انکار کرنا قرب قیامت کی علامت ہے۔  
خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

دست راست بروست چپ بر بند و خواہ بر سینہ نہد یا زیر ناف یا میان  
برود، و احادیث واردہ دریں باب قریب بہست حدیث است واحدہ  
از اہل علم در ان قدح نکودہ و انکارش شک نیست از علامت آخر زماں  
و دلائل حضور قیامت و قرب ساعت است۔ (عرف مہ)

یعنی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھے، خواہ سینہ پر رکھے خواہ زیر ناف  
خواہ انکے بیچ، اس بارے میں تقریباً بیس حدیثیں آئی ہیں، اور کسی صاحب علم  
نے ان حدیثوں پر رد و قدح نہیں کیا ہے۔

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کا انکار قرب قیامت کی علامت ہے۔  
غیر مقلدوں کو اپنے اس بڑے مولوی محمد صدر مدرس مدرسہ محمدیہ و مدیر و منصرم  
اخبار محمدیہ کی اس نصیحت کو اس موقع پر اب قبول کرنے سے دریغ نہ ہونا  
چاہئے۔ طریق محمدی میں یہ بڑے مولوی صاحب فرماتے ہیں۔

”دوستو حق قبول کرنے میں نہ شرماؤ علامت کریں والے سے کہہ دو“

کافر بتوں کے ناز اٹھاتے نہیں رہے

وہ دل نہیں رہا وہ زمانے نہیں رہے

اگر احکام شرع پر قرآن و حدیث بر عمل کرتے ہوئے لوگ عار دلائیں تو کیا پرداہے  
عالم تمام دشمن جاں شد برائے تو

(طریق محمدی ص ۳۳ - ۱۳۲)

مسئلہ -

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ عورتوں کو قبر پر جانا اور اسکی زیارت کرنا جائز ہے  
 فقہانی تقریر یہی ہے -

عورتوں کو قبر پر جانا جائز ہے اور یہی جمہور اور اکثر علماء کا قول ہے (مشہور)۔  
 غیر مقلدین جو مذہبی عمل بالکتاب والسنہ میں انکو جمہور و اکثر علماء کے قول سے کیا مطلب  
 ہو چکے کہیں وہ صحیح حدیث اور کتاب اللہ سے دلیل پیش کریں، حدیث میں تو  
 حدیث منافی عورتوں کو قبر پر جانے سے روکا گیا ہے، حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے،  
 لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوارات القبور

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

یعنی اللہ کے رسول نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو قبروں پر جاتی ہیں۔  
 قبروں کی زیارت کی اجازت مردوں کیلئے تو ہے مگر عورتوں کو قبر پر  
 جانے کی اجازت کیلئے غیر مقلدوں کو واضح اور صریح حدیث پیش کرنی چاہئے۔  
 ہمیں عورتوں کو قبر پر جانے کی اجازت دی گئی ہو۔

جمہور علماء کی کہتے ہیں اور فلاں محدث اور فلاں فقیہ کیا کہتا ہے وہ غیر مقلد  
 صرف مقلدین کیلئے جھوٹ دیں۔

مسئلہ - (۹۹)

زخم والی پٹی پر وضو میں مسح کرنا جائز ہے اگرچہ اس بارے میں جو حدیث ہے وہ کمزور اور ضعیف ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وسخ بر جہیرہ و غسل باقی اعضاء وضو جائز است اگرچہ حدیثش دایہی

وضیف است۔ (عرف ص ۱۹)

یعنی زخم والی پٹی پر مسح کرنا اور بقیہ اعضاء کا دھونا وضو میں جائز ہے اگرچہ اس سلسلہ کی حدیث کمزور اور ضعیف ہے۔

سوال یہ ہے کہ کمزور اور ضعیف حدیثوں سے استدلال کرنا اور اس پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھنا غیر متقدموں کے یہاں کب سے جائز ہو گیا ہے؟



## مسئلہ -

(۹۷)

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ کافر کے پیچھے نماز جائز ہے، اگر نماز پڑھانے کے بعد کافر نے بتلادیا کہ وہ کافر ہے تو بھی نماز کا اعادہ مقتدی پر نہیں ہے۔  
نواب صاحب حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

ولو اخبر بعد الصلوة بانہ کافر لا یعدون - (کنز العمال)  
یعنی نماز پڑھانے کے بعد کافر نے بتلادیا کہ وہ کافر ہے تو بھی مقتدی اپنی نماز کو دہرائیں گے نہیں (اور اس کا فرامام کے پیچھے انکی نماز صحیح ہو جائے گی)  
غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے، امامت کیلئے اسلام (مسلمان ہونا) سب کے نزدیک شرط ہے، یہ صریح غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ مسلمان نماز پڑھانے کی امامت کافر بھی کر سکتا ہے اور اسکے پیچھے مسلمان کی نماز جائز نہ ہوگی۔  
المنفی میں ہے :

فان تبين بعد الصلوة انه كان كافرا او خنثى مشكلا فعليه الاعادة

(مسئلہ ۱۷)  
یعنی (امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ) اگر نماز کے بعد یہ معلوم ہوا کہ جس نے نماز پڑھائی ہے وہ کافر یا خنثی مشکل تھا تو مقتدی کو نماز کا دہرانا واجب ہوگا۔

اور علامہ ابن عبد البر الکافی میں امام مالک کا مسلک بیان کرتے ہیں۔

ولا یجوز الا شتمام یا عرجة ولا خنثی مشکل ولا کافرا (ص ۱۱)  
یعنی نماز میں عورت کی اقتدار کرنا یا خنثی مشکل کی اقتدار کرنا یا کافر کی اقتدار کرنا جائز نہیں ہے۔

یہی عام فقہاء محدثین اور سلف و خلف کا مذہب ہے مگر یہ غیر مقلدین

دین و مذہب کے سلسلہ میں اپنی دنیا کتاب و سنت اور سلف و خلف سے ہٹ کر الگ بناتے ہیں۔

نماز ہی نہیں کسی بھی عمل شرعی کو کرنے کیلئے اور اسکو مقبول بارگاہ الہی ہونے کیلئے پہلی شرط تو ایمان ہی ہے، ایمان نہیں تو کسی کا کوئی عمل شرعی عمل ہو ہی نہیں سکتا نہ اس کو خدا کے یہاں مقبولیت حاصل ہوگی، یہ بات اتنی واضح اور اتنی بدیہی اور کھلی ہے کہ اس پر کتاب و سنت کے دلیل پیش کرنے کی چندا حاجت نہیں۔

مگر ان کج مشکروں کو کون سمجھائے کہ دین کو بازیچہ اطفال بنانے کا انجام صرف یہ ہے کہ آدمی سیدھا جہنم میں جائے گا، اور پھر ساری غیر مقلات دھری کی دھری رہ جائے گی۔

مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ جو نماز بلا عذر شرعی چھوڑ دی گئی ہو اسکی قضا نہیں ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں -

دلالت نمی کند و دلیل بر وجوب قضا کے نماز کے کہ بغیر عذر شرعی متروک گشتہ - (عون ص ۳۵)

یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ جو نماز بلا عذر شرعی چھوڑ دی گئی ہو اس کی قضا واجب ہے۔

جی ہاں، شوق سے نماز کی قضا مت پڑھے۔ مگر غیر مقلدین۔ تو بتلائیں کہ اگر اس پر دلیل نہیں ہے کہ بلا عذر شرعی جس نماز کو چھوڑ دیا تھا ہو اس کی قضا واجب ہے تو اس پر تو دلیل ہوگی کہ اس کی قضا واجب نہیں ہے۔ یہیں بس اس، متاع گم گشتہ، یعنی کتاب و سنت سے اس کی دلیل کا پتہ بتلادیکھئے۔

تعجب ہے کہ غیر مقلدین کے اس امام نے اتنے اہم مسئلہ کے سلسلہ میں کسی حدیث یا کسی آیت قرآنی کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کے پاس آثار و اجداد کی پیروی کے علاوہ کوئی ٹھوس اور مستحکم دلیل نہیں ہے، اور ان کا یہ دھوکا بھنگ ہی ہے کہ -

غیر مقلدین اپنے تمام اعمال و عقائد میں کلام الہی اور حدیث نبوی پر عامل ہیں - (طریقِ نجات ص ۱۵۱)



## مسئلہ - (۹۹)

نواب صاحب بھوپالی امام غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ پیشاب یا فحشاء کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا جائز ہے اور نہ اس کی طرف پشت کرنا جائز ہے چنانچہ فرماتے ہیں -

وہم چنین ممنوع است استقبال قبلہ و استہ بار قبلہ نزد درین دشمنان  
(عرف مل)

یعنی اسی طرح پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا یا پشت کرنا ممنوع ہے -

خان صاحب بھوپالی کی یہ عبارت اس بات کا اعلان ہے کہ خواہ آدمی آبادی میں ہو یا آبادی سے بار ہو، جنگل میں ہو یا صحرا میں ہو، بند جگہ ہو یا کھلی جگہ قبلہ کی طرف رخ کر کے پیشاب یا فحشاء کرنا جائز نہیں -

آج کل غیر مقلدین محض اخلاف کی حد میں اپنے گھر کا بیت المقدس قبلہ رخ بناتے ہیں اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے بلا تکلف پیشاب یا فحشاء کرتے ہیں - اب معلوم نہیں کہ انکی رائے اپنے اس امام کے بارے میں کیا ہوگی جو اس عمل کو حرام اور ممنوع قرار دیتا ہے -

عام غیر مقلدین کا جو مذہب ہے، وہ اس صحیح حدیث کے خلاف ہے -

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
اذا اتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها (بخاری و مسلم)

حضرت ابوالیوب انصاری فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ جب تم قضاے حاجت کیلئے جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ اپنا رخ کرو اور نہ اپنی پشت -

## مسئلہ -

غیر مقلدوں کے یہاں جوتے میں نماز پڑھنا مسنون معنی سنت ہے۔

وَلَيْسَ أَنْ يَصْلِيَ فِي النَّعْلَيْنِ (کنز ص ۱۹)

یعنی اور مسنون ہے کہ جوتوں میں نماز ادا کی جائے۔

تعب ہے کہ اس عظیم الشان سنت پر غیر مقلدوں کی غالب مساجد میں جس کیوں نہیں ہوتا، البتہ غیر مقلدین یہ ضرور فرمائیں کہ پاؤں کی انگلیوں کا قعدہ میں قبلہ رخ کرنا مسنون ہے کہ نہیں، اگر ہے تو وہ نماز میں قعدہ میں یہ گہراں دونوں سنتوں پر عمل کر کے بتلائیں، ہم سنتوں پر انکے عمل بلکہ ان کی کرامت کے قائل ہو جائیں گے۔

اور پھر وہ حدیث تعلیم فی الصلوٰۃ کا مطلب کسی حنفی درسگاہ میں جا کر سمجھ لیں۔

## مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ جو شخص نماز قصد اچھوڑ دے وہ کافر ہے۔

وَمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مَتَعَمَدًا فَقَدْ كَفَرَ (کنز ص ۲۰)

یعنی جس نے جان بوجھ کر نماز کو اچھوڑ دیا وہ کافر ہو گیا۔

اس فتویٰ اور اس مسئلہ کی روشنی میں غیر مقلدین کی اکثریت کافر ہے، اس پر ہے کہ غیر مقلدین بھی خوب جانتے ہیں کہ غیر مقلدین کا غالب طبقہ تارک صلوٰۃ ہے۔

کہہ رہی ہے شر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی

ہائے کیسی اس بھری مغل میں روائی ہوئی

مسئلہ - (۱۰۲)

غیر مقلدین کا مذہب کہ جو نماز سفر میں قضا ہو گئی ہو اس کی قضا سفر میں چار رکعت ہے اور جو نماز سفر میں قضا چھوٹ گئی ہو اس کی قضا سفر میں دو رکعت ہے  
وَقَضَاتُ السَّفَرِ فِي الْحَضَرِ تَقْضَىٰ أَرْبَعًا كَقَضَاتِهِ الْحَضَرِ تَقْضَىٰ فِي السَّفَرِ

رکعتین - (۲ رکعت)

یعنی سفر میں فوت شدہ نماز کی قضا سفر میں چار رکعت ہے جیسا کہ سفر میں فوت شدہ نماز کی قضا سفر میں دو رکعت ہے۔  
صحیح حدیث سے اس کی دلیل پیش کی جائے، صحابہ کا عمل اور ان کا قول  
غیر مقلدین کے یہاں حجت نہیں ہے۔



اسی طرح غیر مقلدوں کے یہاں یہ بھی مسئلہ ہے کہ کوئی شخص ایسا عرض ہو کہ وہ اشارہ سے نماز پڑھتا اور پڑھاتا ہے، تو ایسے شخص کے پیچھے ان لوگوں کی نماز درست ہوگی۔ جو اٹھنے بیٹھنے اور رکوع و سجدہ پر قادر ہوں۔

و مساجد و راکع بہمن یومی (ص ۱۳۱ کتر)

ایک غیر مقلد لکھتا ہے۔

”اہلحدیث تمہیں امتیوں سے ہٹا کر نبی کی طرف لے جاتے ہیں آپ کیوں پھل رہے ہیں، کیوں اڑ رہے ہیں شوق سے راہ بدل دو اور اپنے نبی کی طرف ذوق سے دوڑ کر جاؤ۔“ (طریق محمدی ص ۶۱)

نماز کے ان مسائل کو غیر مقلدین احادیث سے ثابت کر دیں تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو کہ وہ جس دین کی طرف بلا رہے ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے، اور ہاں یہ بھی بتلائیں کہ سلف و خلف میں سے کس کا یہ مذہب ہے، کہ پڑھنے والے کی نماز اسی کے پیچھے، کپڑے والے کی نماز ننگے امام کے پیچھے اور قیام و قعدہ پر قادر کی نماز اس سے معذور و مجبور کے پیچھے ہو جائے گی۔

دیکھیں گے ذرا ہم بھی قدیار کا عالم

مسئلہ - (۱۰۴)

اگر امام لیٹ کر نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے والوں کی نماز درست ہوگی۔

ان تینوں مسئلوں کے متعلق کتراکھ قانون میں ہے -

وصح اقتداء ..... کا س یعار وقار بامی وقاعد بمضطجع

(ص ۲۳)

یعنی صحیح ہے کہ جو کپڑا پہنے ہو وہ ننگے کے پیچھے نماز پڑھے اور جو قرآن پڑھا ہوا ہو وہ بے پڑھے کے پیچھے نماز پڑھے اور جو بیٹھا ہو وہ لیٹ کر نماز پڑھنے والوں کے پیچھے نماز پڑھے۔

## مسئلہ (۱۰۵)

غیر مقلدین کے یہاں جھوٹی شہادت دینے والوں کی سزا یہ ہے،  
 اس کی پیٹھ پر ضرب لگائی جائے گی، اس کا سر مونڈ دیا جائے گا اور اس کا  
 چہرہ کالک سے پوتا جائے گا مجمع کی جگہ اور جامع مسجدوں میں اس کو گھمایا جائیگا۔  
 وشاهد النوا ور يضرب ظهره ويحلق راسه ويسحم وجهه  
 ويطاف به في المجامع والنجوامع۔

یعنی جھوٹی شہادت دینے والوں کی پیٹھ پر مارا جائے گا، اور ان کا سر  
 مونڈ دیا جائے گا اور اس کے چہرہ پر کالک پوتی جائے گی اور جمع گھٹنوں کی جگہ اور  
 جامع مسجدوں میں گھمایا جائے گا۔  
 غیر مقلدین اس مسئلہ کو کسی صحیح حدیث سے ثابت کریں۔ اور اسی تفصیل  
 کے ساتھ۔

## مسئلہ (۱۰۶)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ اگر امام تنگ ہو کر نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے  
 کپڑے پہنے والے اور ستر پوش کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

## مسئلہ (۱۰۷)

اگر امام ان پڑھ ہو تو اس کے پیچھے قرآن پڑھنے والے مقلدوں کی نماز  
 صحیح ہوگی۔



مسئلہ (۱۰۸)

ایک کی شہادت سے اگرچہ عورت ہی کیوں نہ ہو رمضان کی رویت کا ثبوت ہو جائے گا۔  
کنز الحقائق میں ہے۔

ویشیت بشهادة مسلم مكلف عادل ولو كان عبداً اداً منى۔ (مشق)  
یعنی رمضان کی رویت کا ثبوت ایک مسلمان مکلف عادل کی شہادت سے ہو جائے گا اگرچہ وہ غلام یا عورت ہی کیوں نہ ہو۔  
قرآن میں شہادت کا نصاب دو مرد یا دو عورت اور ایک مرد بتلایا گیا ہے۔ جو لوگ کتاب و سنت کی رٹ لگائے رہتے ہیں قرآن کے اس واضح حکم کی خلاف ورزی سے ان کا بوشر مانا چاہئے۔

مسئلہ (۱۰۹)

جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر اپنا خود سے نکاح کر لے اس کا حکم زانیہ عورت کا ہے۔

واللا فی ینکحہن الفسہن من غیر ولی فی حکم البغایا (مشق ۵۹ کنز)  
یعنی جو عورتیں اپنا نکاح بلا ولی کے خود کر لیں ان کا حکم زانیہ عورتوں کا ہے۔

مسئلہ - (۱۱۰)

غیر مقلدین کے پیشوا مجدد اسلام اور - یہ - اور - وہ - شیخ الكل في الكل کا  
یہ مسئلہ بھی ناظرین ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں -

اب صاحبان شریعت غرار ماہران سیر و تعامل قرون ثلاثہ و واقفین موارد  
کلام عرب پر مخفی نہ رہے کہ والی دہن پر کھانا تین وجہ سے درست و مباح و مستحب  
بلکہ واجب ہے - بروایت مسلم اذا دعا احدا کم اھا فلیجب عرسا کان  
اونحوک - (فتاویٰ تندیلیہ، ج ۲، ص ۱۱۷)

اسکو کہتے ہیں حدیث دانی اور حدیث غیبی اور مخفی شناسی، کاش کہ کسی معتبر  
محدث اور واقفان موارد کلام عرب کے شیخ الكل في الكل دہن کے باپ دادا کیلئے  
دولہا کے گھر کھانا کھانے کے واجب ہونے پر کوئی سند بھی پیش کر دیتے تو انکا کلام  
بہت زیادہ مؤید ہو جاتا اور یہ مسئلہ اور بھی منع مجہول اور مصغی ہو جاتا -

## مسئلہ : (۱۱۱)

غیر مقلدین کے یہاں نماز میں باواز بلند و نامشروع ہے۔

خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

وگر یستن مشروع اگرچہ با آواز باشد (عرف ص ۲۲)

یعنی (نماز میں) رونا مشروع ہے اگرچہ آواز سے ہو۔

مگر ہم نے غیر مقلدوں کو اس شرعی عمل پر عمل کرتے ہوئے کسی مسجد میں نہیں پایا، جس کا جی چاہے غیر مقلدوں کی مسجد میں نماز پڑھ کر دیکھ لے، منہ بھاڑ بھاڑ کر جمائی تو لیں گے اور شیطانی آواز میں ڈکاریں گے لیکن رونا جو مشروع ہے وہ تو درکنار خشیت کی ہلکی سی جھلک اور خوفِ خدا کا ہلکا سا اثر بھی ان کے چہرے پر نظر نہیں آئے گا۔

## مسئلہ : (۱۱۲)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ حلال جانور کے سب اعضاء کا کھانا سوائے دم مسفوح کے جائز ہے۔ کیونکہ ”انکی حرمت ثابت نہیں“

(فتاویٰ تذریعہ ج ۳ ص ۳۲)

اور حلال جانوروں کے سب اجزاء میں سے پیشاب پاخانہ کی جگہوں کے علاوہ انکا خصیتین بھی ہے، جانوروں کا آلہ تناسل بھی ہے، کھانیں غیر مفتلہ ہیں کھائیں بڑے شوق سے کھائیں۔ لیکن اگر انکو اسی طرح کے مسائل کسی اور فقہ کی کتابوں میں نظر آجائیں تو شور تو نہ مچائیں۔ ہائے وائے تو نہ کریں کہ یہ مسائل ہیں کہ جن سے طبیعت کو گھین آتی ہے۔



## مسئلہ :

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ حالت نماز میں اگر نمازی سانپ بچھو کو ایک بار یا دو بار میں یا اس سے بھی زیادہ مار کر قتل کرے اور اگر اس کیلئے اسکو ملنا بھی پڑے حتیٰ کہ اگر وہ اس کیلئے لالچی اور دُعا بھی تلاش کرے تو بھی ان تمام کاموں سے اسکی نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

نواب صاحب حیدر آبادی فرماتے ہیں :

وَقَتْلُ الْحَيَّةِ وَالْعُضْبِ بِضَرْبَةٍ أَوْ ضَرْبَتَيْنِ فَضَاعِلٌ أَدَالَتُهُ  
وَإِخْذُ الْعَصَى أَوْ نَجْوَاهُ لِأَجْلِهِ (کنز ص ۲۱۲)

یعنی سانپ اور بچھو کو مارنے کیلئے خواہ ایک ضرب سے ہو یا دو ضرب یا اس سے زیادہ کے نماز باطل نہیں ہوتی، اگرچہ اس کیلئے نماز ہی میں دُعا وغیرہ لینے اور چلنے کی بھی ضرورت پڑ جائے۔  
غیر مقلدین کا یہ مذہب بھی جمہور کے مذہب کے خلاف ہے، اسلئے کہ ہر وہ کام جو منافی صلوٰۃ ہو اس کا نماز میں اس حد تک کرنا کہ وہ عمل کثیر کی تعریف میں آجائے بالاتفاق مبطل صلوٰۃ ہے۔

علامہ ابن عبد البر الکافی میں لکھتے ہیں :

وَكُلُّ مَا كَانَ يَكُونُ مَعَهُ عَمَلٌ حَبِيبٌ لَهُ (جو ص ۲۲۲)

یعنی اس طرح نماز ہر اس کام سے باطل ہو جائیگی جو کام نماز کے منافی ہو اور اگر کسی نے سانپ اور بچھو کو نماز میں مارنے کی اجازت بھی دی ہے تو اس تفصیل اور وسعت کے ساتھ نہیں جو غیر مقلدوں کا مذہب ہے۔

مسئلہ

(۱۱۴)

سوال - اگر کسی نے اپنے بیٹے کی بیوی سے جبراً زنا کیا تو وہ بیوی بیٹے کے نکاح سے نکل گئی یا اس کا نکاح بیٹے سے باقی ہے؟

جواب - خایلدہ اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک وہ عورت اپنے خاوند کے نکاح سے نکل گئی۔ لیکن شافعیہ اور اہلحدیث کے نزدیک وہ عورت اپنے خاوند کے نکاح سے باہر نہیں ہوئی۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۲۳)

گویا خود باعتراف غیر مقلدین ان کا یہ مذہب جمہور مسلمین کے مذہب کے خلاف ہے۔

مسئلہ

(۱۱۵)

غیر مقلدوں کے یہاں چھینکنے والے کا فوراً جواب دینا فرض ہے۔

وتشتمطن العاطس فراض علی الفور۔ (کنز مٹ)

یعنی چھینکنے والے کا جواب دینا اسی وقت ضروری اور فرض ہے۔

## کچھ اور مسائل

اب تک غیر مقلدین کے جو مسائل ذکر کئے گئے ہیں ہم نے اس میں یہ دکھلایا ہے کہ غیر مقلدوں کا یہ دعویٰ کہ وہ کتاب و سنت اور سلف کے پیرو ہیں بالکل جھوٹا اور غلط اور نرا دعویٰ ہی دعویٰ ہے، حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں نہ غیر مقلدین دین و شریعت کے بارے میں سلف کے پیرو ہیں اور نہ ان کے مصنوعی مذہب کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے، بلکہ شریعت کے بیشتر مسائل میں انکی راہ کتاب و سنت اور سلف سے بالکل الگ ہے۔

پچھلے تقریباً سو سے زیادہ مسئلوں میں میں نے سلف کے اقوال اور کتاب و سنت کی روشنی میں اس بات کو بہت واضح طریقہ سے واضح کیا ہے۔  
اب میں اختصار کے ساتھ انکے کچھ اور مسئلوں کا ذکر کرتا ہوں تاکہ جو لوگ غیر مقلدوں کے مذہب سے واقف نہیں ہیں انکو مزید بصیرت حاصل ہو، اور یہ غیر مقلدین جو احناف کی فقہ کی کتابوں کو کوک شاستر اور گندگیوں کا مجموعہ کہا کرتے ہیں وہ بھی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اگر شرم و حیا ہو تو تھما لیں اور فقہ حنفی کے سلسلہ میں اپنی بہ زبانوں سے باز رہیں۔

میں یہ واضح کر دوں کہ بعض ایسے مسائل کا یہاں ذکر کرنا جن کا ذکر نہ کرنا ہی بہتر تھا، مجھے یہ کام نہایت مجبوری کے عالم میں کرنا پڑ رہا ہے اور محض "جواب اں غزل" کے طور پر، ورنہ ظاہر بات ہے کہ جب دین و شریعت کا تعلق انسان کی پوری زندگی سے ہے، اور عورت و مرد سے متعلق تمام حالات سے ہے، اور پیشاب، بیخار، حیض و نفاس سے لیکر نماز روزہ تمام عبادات اور امور سے متعلق کتاب و سنت میں پوری ہدایات اور تعلیمات موجود ہیں، تو ان امور سے متعلق اور انکے تمام گوشوں سے



متعلق تمام فقہ کی کتابوں میں مسائل مذکور ہوں گے اور میں، خواہ وہ حنفی فقہ ہو یا شافعی، مالکی فقہ ہو یا حنبلی، جب خود کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ان امور پر تفصیلی اور اصولی بحث موجود ہے، تو کتب فقہ جو کتاب و سنت ہی کے مسائل کو مفصل اور جزئیات کی شکل میں ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں اور ہمیں دین و دنیا سے متعلق اور انسان کے سارے احوال طبعیہ و غیر طبعیہ سے متعلق کتاب و سنت کی تعلیمات کیا ہیں اس کی روشنی بخشی ہیں۔ کیسے ان مسائل سے خدائی ہو سکتی ہیں۔

دین اسلام کا کمال ہی یہی ہے کہ اس نے زندگی سے متعلق تمام امور میں ہمیں ہدایات دی ہیں، خواہ یہودی صفت لوگوں کو کتاب و سنت کے یہ مسائل کو کشتا ستر اور گندگیوں کا مجموعہ نظر آئیں اور وہ ان مسائل کو مذاق اور ٹٹھاس کا نشانہ بنائیں۔

آخر آنحضور کے زمانہ میں بھی تو دین و شریعت کا مذاق اڑانے والوں نے صحابہ کرام سے بطور تمسخر اور استہزاء یہ سوال کیا تھا۔

کیا تمہارے نبی پیشاب یا خاںہ کی بھی بات سکھلاتے ہیں۔  
لیکن صحابہ کرام کی جبین سعادت پر اس سوال سے کوئی شکن نہیں پڑی انہوں نے صاف اور بڑے فخر سے کہا کہ ہاں ہمارے نبی ہمیں سکھلاتے ہیں کہ ہم پیشاب پر بیخانہ کیسے کریں۔

اور لائق کھجور حوث لکھ فاتوا حوث کھجور الی شعث بھی تو اسی قرآن میں ہے جس پر عمل کرنا کسی بھی انسان کے لئے سعادت کا آخری درجہ ہے، تو کیا یہ غیر مقلدین معاذ اللہ ثم معاذ اللہ خدا کی اس کتاب کے بارے میں بھی اپنی غیر مقلدانہ طبیعت اور ذہنیت کا مظاہرہ فرمائے ہوئے کچھ اسی قسم کے کلمات ارشاد فرمائیں گے جن کو فقہ کی کتابیں کو کشتا ستر نظر آتی ہیں۔

شادی بیاہ، طلاق و نکاح، عورتوں کے صحبت، معاشرت، پیشاب یا فحاشی، غسل و وضو، جنابت اور حیض و نفاس، طہارت و ناپاکی وغیرہ کے متعلق کتاب و سنت اور فقہ کی کتابوں میں جو ہدایات ہیں وہ غیر مقلدوں اور ان جیسے ظاہر بینوں و دین کی سمجھ اور عقل کی روشنی سے محروم لوگوں کیلئے مناسب و جہل و غرور اور باعث استہزاء و مسخریہ بنا کر یہ مگر جن کو اللہ نے دین کی صحیح سمجھ اور عقل کی روشنی اور طبع سلیم عطا کی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر یہ تعلیمات اور ہدایات نہ ہوتیں تو انسانی زندگی کے بہت سے شعبے پر وہ خفایاں ہوتے اور شریعت کا ان کے بارے میں واضح حکم نہیں معلوم ہوتا، یہ کہ شریعت اسلامیہ کی جامعیت اور فقہائے کرام کا امت محمدیہ پر احسان عظیم ہے کہ انھوں نے زندگی کے ہر باب کے متعلق کتاب و سنت میں غور کر کے اور انھیں دلوں سرچشمہ وایت کی روشنی میں شریعت کا حکم واضح کیا ہے تاکہ دین و شریعت کے اعتبار سے آدمی زندگی کے کسی موڑ پر کسی شکل میں نہ پڑے اور اس کے سامنے شرعی حکم معلوم اور اس پر عمل کرنے کا راستہ کھلا ہے۔

یہ تو اس شریعت کا اور اس دین کا وہ امتیاز ہے کہ اس پر جتنا غور کیا جائے کم ہے۔ مگر یہ غیر مقلدین جن کو دین و شریعت کا تمسخر اڑانے ہی سے کام ہے فقہ حنفی کی کتابوں سے کچھ مسائل چن چن کر عوام کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ یہ فقہ حنفی کوک شاستر ہے گندہ گیوں کا مجموعہ ہے۔ (۱)

(۱) حالانکہ تمام مذاہب کی فقہ میں اس طرح کے مسائل کو پایا جاتا ایک کھلی حقیقت ہے، اور ان کا پایا جانا ضروری بھی ہے، یہ صرف فقہ حنفی یا مذہب حنفی کی خصوصیت نہیں ہے، تو اگر انھیں مسائل کی وجہ سے کوئی فقہ کوک شاستر ہو سکتا ہے، تو فقہ مالکی، فقہ شافعی، اور فقہ حنبلی پر بھی یہی اعتراض ہو گا۔ کیا کوئی دیندار اور ایمان دار مسلمان اس بات کیلئے تیار ہے کہ ان ائمہ عظام کی ان فقہوں کو کوک شاستر سے تعبیر کرے اور انکو گندہ گیوں کا مجموعہ کہے؟

مرد جاہل و دشمن بائسندہ و لیسر بن زانکہ آگہ نیست از بالا و زیر

اس لئے ہمیں بھی بدرجہ محسوس می ان غیر مقلدوں کے کچھ اور مسئلے اس نوعیت کے  
 ذکر کرنے پر اپنے آپ کو آمادہ کرنا پڑا، ورنہ خدا کے علیم و خیر کو خبر ہے کہ یہ فریضہ  
 خوش دلی کے ساتھ انجام نہیں دیا جا رہا ہے۔  
 اب آئندہ صفحات میں غیر مقلدوں کے کچھ اور مسائل دیکھیں (ان مسائل  
 میں ہم نے جیسا کہ عرض کیا ہے اختصار کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔)



مسئلہ - (۱۱۴)

غیر مقلدین کے مذہب میں جن دواؤں یا جس خوشبو میں شراب ملی ہو ہو  
ان کا استعمال جائز ہے۔

نواب وحید الزماں حیدر آبادی لکھتے ہیں:

فانواع الطیب والادویۃ التي يختلط بها لا بأس باستعمالها  
وشربها لانها لا تمس الخمر ولا هي مسکرة - (کنز الحقائق)

پس خوشبو اور دواؤں کی وہ قسمیں جن میں شراب ملی ہو ان کے استعمال  
میں اور پیے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسلئے کہ انکو شراب نہیں کہا جاتا ہے  
اور نہ ان سے نشہ پیدا ہوتا ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب کتاب و سنت اور جمہور امت کے خلاف ہے بار بار  
بتلایا جا چکا ہے کہ قرآن میں شراب کو نجس بتلایا گیا ہے، اس کا ایک قطرہ بھی  
ویسا ہی نجس ہے جیسے شراب کے سو قطرے، خمر کا استعمال کسی بھی طرح اور  
کسی بھی حال میں جائز نہیں، خواہ اس کی مقدار کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو اور خواہ  
اس کے استعمال سے نشہ پیدا ہو یا نہ ہو، یہی مذہب عالم اہلسنت والجماعت کا ہے۔  
غیر مقلد انمخضور کے اس ارشاد کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔

ان الله لم يجعل شفاكم في حرام - (فقہ ابن تیمیہ ۵۶۸)

یعنی خدا نے حرام چیز کے اندر تمہاری شفا نہیں رکھی ہے۔

اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

ان النبي صلى الله عليه وسلم نهي عن الدواع الخبيثات والعنايب (۵۶۱)

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث دوا کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان الله لم يجعل شفاء امته فيما حرم عليها - (ایضاً ص ۸۶)  
یعنی اللہ نے میری امت کی شفا اس چیز میں نہیں رکھی ہے جو امت پر حرام ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں :  
وهذا المنع هو مقتضى النفس والقياس فان تحريم الشيء مطلقا يقتضى كل جزء منه كما ان تحريم الخنزير والمسيكة والدم اقتضى ذلك - (ایضاً ص ۸۵)

یعنی شراب کے کسی بھی جز کے استعمال سے روکنا یہی نص اور قیاس کا تقاضا ہے اسلئے کہ جو چیز مطلقاً حرام ہوتی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ہر جز حرام ہو جیسا کہ سور اور مردار کی حرمت کا یہی تقاضا ہے، (کہ اس کا کوئی جز بھی پاک اور حلال نہیں)

کتاب و سنت اور جمہور امت کا جب یہ فیصلہ دوا کے سلسلہ میں ہے جس کا استعمال بوجہ جمہوری بہت سے لوگوں نے جائز بھی سمجھا ہے تو خوشبود وغیرہ میں شراب کا استعمال کیوں کر جائز ہوگا۔

اور خاں صاحب حیدرآبادی کی یہ بات تو عجیب تر ہے کہ ان کا استعمال اسلئے جائز ہے کہ شراب کی تھوڑی سی مقدار سے نشہ نہیں پیدا ہو گا، لاجول، ولا قوۃ نینا کے اہلحدیث یہ بھول گئے کہ ایک نہیں متعدد حدیثوں میں مسکر چیز کی قلیل و کثیر ہر مقدار کو حرام بتلایا گیا ہے۔

انہی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے

دے آدمی کو موت پر یہ ادا نہ دے

(نکاح مجددی ص ۷)

مسئلہ - (۱۱۷)

غیر مقلدین کے یہاں ایک مدہ (تقریباً اٹھارہ لیٹر) شراب کا شوربا پاک ہے۔ غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب وحید الزمان حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

مرق مد من الخمر طاهر۔ (کنز ص ۲۳۶)

یعنی ایک مدہ شراب کا شوربا پاک ہے۔

اور ایک مدہ تقریباً اٹھارہ لیٹر ہوتا ہے، نفی کی مشہور کتاب المنجد میں ہے

والمدی ساری الیترافرنجیا علی التقویب

یعنی مدہ تقریباً اٹھارہ لیٹر انگریزی کے برابر ہوتا ہے۔

اللہ اکبر! جس شراب کا ایک قطرہ بھی اہلسنت و اباحت اور نقباء محمدین کے نزدیک بنص قرآنی ناپاک اور نجس ہے غیر مقلدوں کے مذہب میں اسی غمراہ شراب کا اٹھارہ لیٹر بھی پاک ہے۔

اپنی متعارفوں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا

ظالموں پر کمر ہے صیاد کے اقبال کا

(سنگار محمدی ص ۷۲)



مسئلہ - (۱۱۸)

غیر مقلدین کے یہاں شراب کا سرکہ جائز ہے

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

”سرکہ ساختن خمر نارواست اگر از خود سرکہ گرد و جائز باشد (عرف ہذا)

یعنی شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں لیکن اگر شراب خود بخود سرکہ ہو جائے

تو جائز ہوگا۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے۔

”اے ایمان والو! (سن لو کہ) شراب، حوا، بت اور قال نکالنے والے

تیرے پیلیہ ہیں، اور (ان سے شغل) شیطانی عمل ہے، اسلئے تم ان سے بچو تاکہ

(آخرت اور دنیا میں) تم کو فلاح حاصل ہو۔

قرآن کی اس صریح اور واضح ہدایت کے باوجود غیر مقلدین علماء کو معلوم

نہیں یہ کیسے جرات لے لی کہ شراب جیسی نجس چیز کو انھوں نے سرکہ کی شکل

میں پاک اور حلال ہونے کا فتویٰ دے دیا۔

قرآن و حدیث کی مخالفت تو مقلدین اور بطور خاص بقول غیر مقلدین

اضاف کیا کرتے ہیں، غیر مقلدین کا تو اپنے بارے میں دعویٰ یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ

اور سنت رسول اللہ سے ایک قدم اور ادرہ نہیں ہوتے۔

علامہ ابن تیمیہ کا شراب کے سلسلے میں ارشاد ہے۔

قيل لا يجوز بحال وهذا هو الصحيح - (فتاویٰ ج ۲۱ ص ۲۵)

شراب کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ وہ کسی صورت میں جائز نہیں ہے اور یہی

صحیح ہے۔

نیز فرماتے ہیں :

ثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سئل عن خمر الیتامی  
فامر یأراقتھا ونہی عن تخلیلھا (ایضاً)

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ سے یتیموں کے شراب  
کے سلسلہ میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کو یہاں لے کا حکم دیا اور منع کیا کہ اس کا سرکہ  
بنایا جائے۔ نیز ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

ان الخلفاء الراشدین بعد موتہ عملوا بهذا کما ثبت عن عمر  
ابن الخطاب انہ قال لا تأکلوا خمر : (ایضاً ج ۲ ص ۸۴)

یعنی خلفاء راشدین کا آنحضور کے انتقال کے بعد اس پر عمل تھا جیسا کہ  
حضرت عمر بن خطاب کے بارے میں ہے کہ انھوں نے فرمایا۔  
شراب کا سرکہ مت کھاؤ۔

ممکن ہے کہ غیر مقلدین یہ کہہ دیں کہ ہمارے مذہب میں صحابہ کا عمل حجت  
نہیں اور حضرت عمر کی بات قابل اعتبار نہیں، تو عرض یہ ہے کہ قرآن و حدیث  
تو قابل عمل ہیں، ان کے بارے میں جناب کا کیا ارشاد ہے؟۔

مسئلہ - (۱۱۹)

غیر مقلدوں کے یہاں شراب سے گنہا ہوا آٹا اور اس سے پکی ہوئی روٹی ہو تو اس کا کھانا جائز ہے۔  
نواب وحید الزماں حیدر آبادی لکھے ہیں۔

و كذلك الخبز اذا اختلط عجينة بالخمر لانه يحترق وينفث

بالتبخر - (مسئلہ ۱۲۰)

یعنی اسی طرح اس روٹی کا کھانا بھی جائز ہے جسکے آٹا میں شراب ملی ہو اسلئے کہ روٹی پکانے سے اثر جل کر ختم ہو جائے گا۔

لیکن یہ صرف غیر مقلدین کا مذہب ہے جمہور علماء شراب کو مطلقاً حرام اور نجس کہتے ہیں اسلئے ان کے نزدیک شراب کا استعمال بہر صورت ناجائز ہے اس سلسلہ میں کتاب و سنت اور علماء اہل سنت کا جو فیصلہ ہے اس کیلئے مسئلہ نمبر دیکھو البتہ یہاں ایک سوال کئے بغیر نہیں رہا جاتا کہ معلوم نہیں اگر کسی گھر میں پیشاب سے آٹا گوند کر روٹی پکانی جائے تو اس کے کھانے کا کیا حکم ہوگا؟۔ اس وجہ سے کہ روٹی پکے سے پیشاب کا بھی اثر ختم ہو جائے گا، اگر کوئی غیر مقلد مفتی کتاب و سنت کی روشنی میں اس کا جواب دے تو ہم اس کے ممنون ہوں گے۔

مکتب خم شکت و من سراد

السن بالسن والجروح قصاص (کتاب محمدی ص ۱۱)

ایک طرف غیر مقلدین کا شراب کے سلسلہ میں یہ مذہب ملاحظہ فرمائیے اور دوسری طرف غیر مقلدوں کے امام مولانا اسماعیل سلفی وزیر آبادی کی اس کذب بیانی پر حجاب ہے تو سر پٹ لیجئے۔ اپنی کتاب حرکۃ الانطلاق الفکری



میں نکلتے ہیں۔

ولا یحتمل ان التوسیع الذی یوجد فی استعمال الخمر فی المذاهب  
الحنفی لیس فی مذہب آخر۔ (ص ۱۹۲)

یعنی یہ بات محضی نہ رہے کہ خمر کے استعمال کے سلسلہ میں جو وسعت  
مذہب حنفی میں ہے وہ کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اسماعیل سلفی کو اپنے آباء و اجداد کے مسلک و  
مذہب کی بالکل خبر نہیں ہے ورنہ مذہب حنفی پر اس الزام تراشی سے ان کو شرم آتی۔  
اس کتاب کے پڑھنے والے خود اندازہ کر لیں گے کہ شراب کے استعمال کے بارے  
میں بے پناہ وسعت مذہب حنفی میں ہے یا غیر مقلدین کے مذہب میں جو شراب سے  
گندھے آٹے کی روٹی کھانے کو جائز اور حلال سمجھتے ہیں اور جن کے نزدیک  
شراب کا نام بدل جائے تو وہ حلال ہو جاتی ہے اور جن کے نزدیک شراب کا پینا  
اسی وقت حرام ہے جب اس کی مقدار اتنی ہو جو نشہ پیدا کرے، اگر شراب پیئے  
سے نشہ پیدا نہ ہو تو شراب کی اتنی مقدار حرام بھی نہیں۔

گر یہی بے خبری حضرت والا ہو گی

تار پود پوری سب تہ و بالا ہو گی

مسئلہ (۱۲۰)

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ آدمی کا پیشاب پاخانہ اصلاً ناپاک نہیں ہیں بلکہ ان کی ناپاکی کا حکم دینی ضرورت کی وجہ سے ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں

و ثبوت نجاست بول و غائط آدمی بضرورت دینیہ ست (عرف منہ)

یعنی آدمی کے پیشاب پاخانہ کی نجاست کا ثبوت دینی ضرورت کی وجہ سے ہے۔  
(ورنہ وہ اصلاً پاک ہیں)

غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور کے مسلک کے خلاف ہے اور بلا دلیل ہے، نیز ان احادیث کے بھی خلاف ہے جس میں پیشاب سے بچنے کا تاکید حکم ہے۔ اور پیشاب سے احتیاط نہ کرنے والے پر عذاب قبر کا ذکر ہے۔

اور غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ آدمی کے گوشت کا نجس ہونا دینی ضرورت کی وجہ سے ہے یہ تو ایسی بات ہے کہ غیر مقلدین کے علاوہ شاید اس کا کسی نے تصور بھی نہ کیا ہو۔

شیخ عبد العزیز بن محمد السلمان ایک سلفی اور نجدی عالم ہیں انکی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے۔

الاستلہ والاجوبۃ الفقہیۃ المقرؤۃ بالادلۃ الشرعیۃ۔

اس میں وہ فرماتے ہیں : نجاست کی دو قسم ہے ایک نجاست عینیہ اور ایک نجاست حکمیہ، نجاست عینیہ کی تعریف میں وہ فرماتے ہیں۔

اما العینیۃ فہی ما یستقدرا ذوالطبع المستقیم۔

یعنی نجاست عینیہ وہ نجاست ہے جس کو مستقیم الطبع (اچھی طبیعت والا) انسان گندہ سمجھے اور اس سے گھن کرے۔

کوئی بتلائے کہ کیا (مفتوا غیر مقلدین کے علاوہ) کوئی صاف ستھری طبیعت والا  
ایسا انسان بھی ہے جس کو انسان کے پیشاب پیچانہ سے گھن نہ آتی ہو۔  
اب معلوم نہیں کہ غیر مقلدوں کو نجاست سے اس درجہ تعلق خاطر کیوں  
ہے کہ وہ انسان کے پیشاب پیچانہ تک کو بھی بغزورت ہی نجس ہونے کا فتویٰ  
دے رہے ہیں گویا ان کے مذہب میں نجاست عینہ و حقیقہ کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔

مسئلہ -  
(۱۲۱) غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ خطبہ جمعہ میں اردو اشعار کا پڑھنا درست ہے۔  
فتاویٰ تذریبیہ میں ہے۔

خطبہ جمعہ میں اردو اشعار پڑھنا درست ہے۔ (صفحہ ۶۱۳)

اگر غیر مقلدین سمجھتے ہیں کہ خطبہ جمعہ میں اردو اشعار کا پڑھنا درست ہے تو وہ  
کسی صحیح حدیث کیا ضعیف ہی حدیث سے ثابت کر دیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ میں اردو اشعار تو کجا عربی ہی اشعار پڑھے ہوں؟ دیدہ باید؟



مسئلہ (۱۴۴)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ تین روز تک نبیذ کا پینا جائز ہے (نبیذ کا اطلاق  
غیر مقلدین شراب پر کرتے ہیں یعنی ان کے نزدیک شراب کو مینا تین روز تک جائز ہے۔  
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

پس شراب نبیذ تیس روز یا شد و بعد ازاں نزد شدت و زیادت و درخور  
ریختن بود : (عرف مسئلہ ۲)

یعنی نبیذ تین روز تک پی جا سکتی ہے اس کے بعد جب اس میں تیزی اور  
شدت پیدا ہو جائے تو وہ بہا دیے جانے کے لائق ہو جاتی ہے۔

غیر مقلدین کی کتابیں پڑھیں آپ کو معلوم ہو گا کہ ان کا اخاف پر مستقل ایک  
الزام ہے کہ وہ نبیذ کی شکل میں شراب اور نشیلی چیزوں کی حالت کے قائل ہیں اور  
اور اس بات کو انھوں نے پر دگنڈائی انداز میں نہایت غلط و ٹھنک سے عوام کے سامنے  
پیش کیا ہے، اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں ہے کہ اخاف کے خلاف غیر مقلدین کے  
اعتراض کا جواب دیں اور اس بارے میں انکا جھوٹ واضح کریں مگر اس موقع پر اتنا  
کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ غیر مقلدین علوم ہی نہیں بلکہ ان کے خواص بھی اپنے صحیح مذہب  
سے جاہل ہیں، ان کو پتہ ہی نہیں کہ ان کے بڑوں نے غیر مقلدوں کا جو مذہب بیان کیا  
ہے وہ کیا ہے اور ان کے مذہب میں کیا چیز حلال ہے اور کیا چیز حرام ہے کون سی چیز  
جائز ہے اور کونسی چیز ناجائز ہے۔

اب یہ نہیں دیکھ لیجئے ان کے مجدد صاحب بھوپالی فرماتے ہیں کہ نبیذ پینا جائز ہے  
اور تین دن تک اسکو لگا سارے پیا جا سکتا ہے۔ مگر غیر مقلدوں کو اس کا علم نہیں ہے  
اگر ان کو اسکا علم ہوتا تو وہ اخاف کے خلاف شراب نبیذ کے سلسلے میں طعن اور  
بذربانی نہ کرتے اور ان کے شیوخ و اکابر یہ نہ لکھتے کہ حنفیہ کے نزدیک چار قسم کی شراب

جائز ہے۔

بہر حال غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ نمیز پیاجا نثر ہے اور تین روز تک اس کو پیاجا سکتا ہے جیسا کہ نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں تو ان کا یہ مذہب احادیث و شرک کے خلاف ہے۔ اللہ کے رسول کا ارشاد ہے۔

کل مسکر خمر و کل مسکر حرام و ما اسکر کثیرۃ فقلیلہ حرام۔

یعنی ہر نشہ والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔ اور جس چیز کا زیادہ استعمال نشہ پیدا کرے اس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

وما اسکر عنہ الفراق فممل و الکف منه حرام

یعنی جس نشہ کی چیز کا ایک فرق نشہ پیدا کرے اسکا ہتھیلی بھر بھی حرام ہے۔

(محجۃ اللہ الباقیہ ج ۲ ص ۱۸۸)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ نشہ والی جو بھی چیز ہو وہ از گم

شراب ہے اور شراب کا قلیل حصہ بھی حرام ہے خواہ اس سے نشہ پیدا ہو یا نہ ہو۔

(ج ۲ ص ۱۸۸)

مسئلہ : (۱۳۳)

اگر کسی کافر نے شکاری کتے کو کسی شکار پر چھوڑ دیا اور کتے نے اس کا شکار کر لیا تو اس شکار کا کھانا غیر متحللین کے مذہب میں حلال ہے۔  
 نواب صاحب بھوپالی لکھتے ہیں :

”وہ لیلے برعدہ حل صید کلب مرسل کافر قائم نیست (عرف ۲۳۸)  
 یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اگر کسی کافر نے کتا شکار پر چھوڑا ہو تو اس شکار کا کھانا حلال نہیں ہے۔

حالانکہ جمہور علماء کے نزدیک اگر مسلمان بھی بلا بسم اللہ پڑھے شکار پر کتا چھوڑ دے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔  
 خود قرآن میں بھی اس کی تصریح ہے، اللہ کا ارشاد ہے :

”وَأَذْكُرُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ“

یعنی جب کتیا کوئی دوسرا شکاری جانور شکار پر چھوڑ دے تو اللہ پر یہ یاد دلانا کہ سیر احمد عثمانی نوائل تفسیر میں لکھتے ہیں۔

شکاری کتے یا باز وغیرہ سے شکار کیا ہوا جانور ان شروط سے حلال ہے۔

۱۔ شکاری جانور سدھا ہوا ہو

۲۔ شکار پر چھوڑا جائے

۳۔ اسے اس طریقہ سے تعلیم دی گئی ہو جس کو شریعت نے معتبر رکھا ہے  
 یعنی کتے کو سکھایا جائے کہ شکار کو پکڑ کر کھائے نہیں اور باز کو یہ تعلیم دی جائے کہ جب اسکو بلاؤ گو شکار کے پیچھے جا رہا ہو فوراً چلا آئے اگر کتا شکار خود کھانے لگے یا باز بلانے سے نہ آئے تو سمجھا جائیگا کہ جب اسکے کہنے میں نہیں تو شکار بھی اس کیلئے نہیں پکڑا ہے۔



۴۷ — چھوڑتے وقت اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ کہہ کر چھوڑو  
ان چار شرطوں کی تصریح نص قرآنی میں ہو گئی۔

اب ان غیر مقلدین سے کوئی پوچھے کہ کیا بلا ان چار شرطوں کے ان کے  
نزدیک کتے کا شکار کر وہ جانور جائز ہو گا، اگر جائز ہو گا تو ان کے پاس قرآن  
کے بیان کے مقابلہ میں اس کی دلیل کیا ہے؟ اگر وہ کوئی دلیل پیش کر دیتے ہیں  
تو سمجھا جائے گا کہ کافر کے شکار پر چھوڑے جانور کا شکار حلال ہے۔  
ورنہ کم از کم شریعت کا پاس دلخانا رکھتے ہوئے غیر مقلدین حضرات  
کو حرام کو بے حد تک حلال بنانے کی کوشش ترک کر دینی چاہئے۔

مسئلہ - (۱۲۴)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کوئی ناپاک اور نجس چیز ایسی ہے کہ ناپاک کی  
کالاثر اس پر نمایاں نہیں ہے یعنی نجاست کا رنگ یا اسکی یو یا اسکی تری محسوس  
نہیں ہوتی ہے تو اس پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

نواب صاحب حمید آبادی فرماتے ہیں :

والصلوة علیٰ نجس لم یظہر علیہ لونہ وریحہ ودرطوبتہ۔

(ص ۲، کتب)

یعنی ایسی نجس چیز پر بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے جس پر نجاست کا رنگ  
یا اسکی یو یا اس کی تری ظاہر نہ ہو۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب تمام امت کے خلاف ہے، اسلئے کہ نجس چیز پر  
یہ جان کر کے کہ یہ چیز نجس ہے نماز پڑھنا کسی کے مذہب میں بھی جائز نہیں۔  
امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک اس باب میں یہ ہے۔  
اذالہم تکن ثیابہ طاهرة وموضع صلاتہ طاهر اعاد۔

(المغنی ج ۲ ص ۶۳)

یعنی اگر مصلیٰ کے کپڑے پاک نہیں ہیں یا نماز پڑھنے کی جگہ پاک نہیں ہے  
تو مصلیٰ نماز کو دھرائے گا۔

حافظ ابن قدام فرماتے ہیں۔

وطہارة موضع الصلوة شرط ایضا۔ (مبیہ المغنی)

یعنی نماز کی جگہ پاک ہونا بھی نماز کی صحت کیلئے شرط ہے۔

اور حافظ ابن عبد البر الکاتبی میں امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہیں۔

ویفسدہا نجاسة التوب او البدن او الموضع الذی یصلیٰ فیہ۔

عامدا - (جلد ۱ ص ۲۲۳)  
 یعنی کپڑے یا بدن یا اس جگہ کی نجاست جہاں اس نے نماز گزاری ہے  
 نماز کو ناسد کر دیتی ہے، اگر اس نے عمدہ ایسا کیا ہے۔  
 غیر مقلدوں کا یہ مذہب اس حدیث کے بھی خلاف ہے۔  
 عن عائشة قالت: امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المساجد  
 فی الدار وان تنظف و تطیب، (رواہ الترمذی)  
 یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں  
 میں مسجدوں کے بنانے کا اور انکو صاف ستھرا رکھنے کا امر فرمایا ہے۔



غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ

• برتنا ولایتی کپڑوں یا برتنوں کا استعمال جن میں تصویریں بنی ہوئی ہیں جائز ہے۔  
اور انکی بیع و شرا بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۳۰۴)

غیر مقلدوں کا یہ مذہب صریح حدیث کے خلاف ہے، جاندار مخلوق کی جن چیزوں پر تصویر ہوان کا استعمال کرنا شرعاً ممنوع ہے، بخاری و مسلم کی مشہور روایت ہے کہ جس گھر میں تصویر اور کتے ہوتے ہیں ملائکہ وہاں نہیں جاتے۔ بخاری میں حضرت عائشہ کی یہ روایت بھی موجود ہے۔

• لم یکن فی بیتہ تصالیب (تصادیس) الا لنقضہ۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں جس تصویر کو بھی دیکھتے اسکو توڑ ڈالتے اور بھاڑ ڈالتے۔

بخاری و مسلم کی یہ روایت بھی ہے۔

• حضرت عائشہ نے ایک ٹیک لگانے والی چیز از قسم گدایا بکیہ خریدا اس پر تصویر بنی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آ رہے تھے کہ دروازہ ہی پر آپ کی نگاہ اس سجد جیسی چیز پر پڑی۔ آپ وہیں کھڑے ہو گئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے آثار ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے سے کیا گناہ سرزد ہو گیا ہے؟ آپ کیوں ناراض ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ سنہ کیا ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اسکو میں نے آپ ہی کے لئے خریدا ہے کہ آپ اس سے ٹیک لگا کر آرام فرمائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تصویر (بنانے) والے قیامت کے روز عذاب میں ہونگے۔

انہ سے کہا جائے گا جو تصویر تم نے بنائی ہے اس میں روح ڈالو، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے۔  
آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی واضح ہدایات اور تعلیمات اور صحیح حدیثوں کے ہوتے ہوئے غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ تصویر والے، ولایتی، کیڑے اور برتن استعمال کرنا جائز ہے فرمودات رسول کے مقابلہ میں حد درجہ جرات اور گستاخی ہے۔  
کہتے جھوٹے ہیں یہ غیر مقلدین جب وہ یہ کہتے ہیں۔

قرآن و حدیث کے سامنے ہر اہل حدیث کا سر جھکا ہوا ہے اور جھکا رہیگا۔  
(مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف منہ)

اور جب یہ گاتے ہیں۔

قرآن و حدیث تجھ کو بس ہے  
ناحق تجھے اور کوئی ہو کس ہے

(طریق محمدی ص ۱۰۲)

اور جب یہ راگ لاتے ہیں۔

نہاد اہل حدیث اتباع سنن  
صباے دنیا بد گزروں گلشن

(ایضاً ص ۱۰۲)

مسئلہ - (۱۳۹)

غیر مقلدوں کے یہاں استمنا بالیدہ (ہاتھ سے منی نکالنا) جائز ہے بلکہ واجب بھی ہے، اور غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام بھی یہ گندہ عمل کیا کرتے تھے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :  
 ”وہ بالکل استنزال منی بکف یا پکیزے از جمادات نزد دعائے حاجت مباح ست ..... بلکہ گناہ ہے واجب گردو،  
 واحادیث واردہ در منع از نکاح بدست ثابت و صحیح نشدہ، بلکہ بعض اہل علم نقل این استمنا از صحابہ نزدیکیت از اہل خود کردہ اند و در مثل این کار حرج نیست بلکہ ہم چوں استخراج دیگر فضلات از بدن ست  
 (عرف ص ۲۰۵)

یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ منی کا ہاتھ سے یا کسی دوسری جمادات کی قسم (جیسے آج کل یورپ میں پلاسٹک کی اسکیلے) عورت بناتے ہیں) کی چیز سے نکالنا ضرورت کے وقت مباح ہے ..... بلکہ کبھی یہ کام کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

اور ہاتھ سے منی نکالنے سے ممانعت کی جو احادیث ہیں وہ ثابت اور صحیح نہیں ہیں (چہ خوب) بلکہ بعض اہل علم نے تو صحابہ کرام سے بھی اس عمل کو جب کہ وہ اپنی بیویوں سے دور رہتے تھے نقل کیا ہے (یہاں صحابہ کرام کا عملی حجت ہو گیا اور قرأت خلف الامام میں فرمایا جاتا ہے کہ قول جابر قول جابر ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں) غرض اس طرح کے کام میں کوئی حرج نہیں (اسلئے غیر مقلدین اس پر



نہیں کرے) بلکہ ہاتھ سے منی نکالنا ایسا ہی ہے جیسے بدن سے دوسرے فضیلات  
(تھوک، بلغم، پیشاب، پاخانہ وغیرہ) کو نکالا جائے۔

غیر متقلدین نے اپنے اس مذہب کو بیان کرنے میں بے حیائی بے شرمی سے  
تسلیم نظر ہاتھ سے منی نکالنے کو صحابہ کرام کی طرف بھی منسوب کر کے اپنی دیانت  
اپنی شرافت کا جنازہ نکال دیا ہے۔

کون ہیں وہ صحابہ کرام جن کی طرف غیر متقلدین اس غیر شرعیہ عمل کو  
منسوب کرتے ہیں؟

اے ست اگر بزعم تو احسن رہ نجات  
بس مگر ہی ست جانب حق رہنمونین

مسئلہ : (۱۲۷)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ جو پھلی مر کر پانی کے اوپر آجائے اسکا کھانا حلال ہے۔  
نواب صاحب حمید آبادی فرماتے ہیں -  
ولا بأس بأكلا الطافي أي السمك الذي مات على وجه الباع -

(کنز ص ۱۸۷)

حالانکہ قرآن میں مردار کو مطلقاً حرام کہا گیا ہے، خواہ کسی قسم کا مردہ ہو۔  
قرآن کا ارشاد ہے -  
حرمت علیکم الميتة۔  
یعنی تم پر مردار کو حرام کیا گیا ہے۔ (اس کا کھانا جائز نہیں ہے)

مسئلہ : (۱۲۸)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ چوہے کا پاخانہ اگر روٹی کے نیچ پایا گیا ہو تو  
اس کا کھانا جائز ہے۔

ولو وجد خروء فارتحل خلال خبز ميل اكله۔ (کنز ص ۱۳۶)

یعنی اگر روٹی کے نیچ میں چوہے کا پاخانہ پایا گیا ہو تو اس کا کھانا جائز ہے

مسئلہ : (۱۲۹)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی نے زبیم پر بانی نیم آف گاڑ دیا اور  
زنج کیا تو جائز ہے۔ (کنز ص ۱۸۳)

تھیک ہے جائز ہے مگر کیا یہ سنت بھی ہے، غیر مقلدین تو صرف سنت  
والاعمال کرتے ہیں۔

مسئلہ

(۱۳۰)

غیر مقلدین کے مذہب میں منی خون شرمگاہ کی رطوبت شراب سب پاک  
ہیں، اور سور کے علاوہ تمام حیوانات کا پیشاب بھی پاک ہے۔  
نواب صاحب حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

والمنی طاهر و کذا لک الدمد غیر دم الحیض و رطوبۃ الفرج  
و الخمر و بول الحیوانات غیر الخنزیر (مسئلت الحقائق)

یعنی منی پاک ہے اسی طرح حیض کے خون کے علاوہ اور خون پاک ہے، نیز  
شرمگاہ کی رطوبت اور شراب بھی پاک ہے اور سور کے علاوہ تمام جانوروں کا  
پیشاب بھی پاک ہے۔

یہ غیر مقلدین کا مذہب ہے، عام جمہور سلین کا اس مذہب کے کوئی تعلق  
نہیں غیر مقلدین ان چیزوں کے پاک ہونے کی دلیل کتاب و سنت سے پیش کریں۔



مسئلہ - (۱۳۱)

غیر مقلدین کا مسلک ہے کہ سور اور کتے کے جھوٹے اور اور اس کے پسینہ میں دو قول ہے یعنی ایک قول انکی پاکی کا ہے اور دوسرا انکی ناپاکی کا۔

وبول ما یوکل لحمله طاهر و کذا سورۃ و جمیع الاسار غیر سور الکلب  
والخنزیر ففیہ قولان و کذا فی ریق الکلب والعرق کالسور (۳۱ کنز)  
یعنی جن چیزوں کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ ان کا پیشاب پاک ہے، اور  
اور ان کا جھوٹا بھی پاک ہے، اسی طرح تمام جانوروں کے جھوٹا پاک ہیں خواہ  
ان کا گوشت کھایا جاتا ہو مانہ کھایا جاتا ہو، سوائے کتے اور سور کے کتے اور خنزیر  
کے جھوٹے کے بارے میں دو قول ہیں (ایک قول اسکے پاکی کا اور دوسرا انکی ناپاکی کا)  
اسی طرح کتے کے تھوک اور پسینہ کے بارے میں دو قول ہیں۔

کتے کا جھوٹا ناپاک ہے، یہی عام مسلمانوں کا مذہب ہے، بخاری و مسلم کی  
روایت گزر چکی ہے کہ آنحضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں کو سات مرتبہ  
دھونے کا حکم فرمایا ہے جن میں کتا منہ ڈال دے، بلکہ ایک مرتبہ مٹی سے بھی دھونے  
کا حکم فرمایا ہے۔

جب کتے کا یہ حال ہے تو سور تو بچس العین ہے۔ اسکے لعاب اور جھوٹے کے  
پاک ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔  
کتاب اللہ اور صحیح حدیث کی موجودگی میں غیر مقلدوں کا کتے اور سور کے بارے  
میں رد واری کا یہ مسلک بالکل ناقابل فہم ہے۔

کتے اور سور سے دیکھسی تو یورپ کی اقوام کی مشہور ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ  
برادران غیر مقلدین کو ان سور اور کتوں سے دیکھسی ان یورپی اقوام سے کم نہیں ہے۔

سود خور کی دعوت قبول کرنا اور اس کا کھانا کھانا جائز ہے۔

فتاویٰ نذیریہ سے یہ سوال و جواب پیش خدمت ہے۔  
سوال - ایک شخص سود دیتا ہے، اور علاوہ اسکے وہ حلال پریشہ بھی ہے اور جب کسی کی ضیافت کرتا ہے تو اس وقت کہتا ہے کہ جو میں کھلاتا ہوں حلال ہیں سے ہے، ایسے شخص کے یہاں کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب - اسکے یہاں کھانا کھانا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سود خور فاسق ہے، اور وہ بیزبان رسالت ملعون ہے، فاسق کی بات کا اعتبار کیا؟ پھر اسکی دلیل تو غیر مقلدوں کو کتاب و سنت سے دینی چاہئے، ایسے اہم مسئلہ میں فقہ کی کتابوں سے استدلال کرنا وہ بھی احناف کی فقہ کی کتابوں سے غیر مقلدوں کو زریع نہیں دیتا بلکہ انکی دورخی پالیسی کو آشکار کرتا ہے، جب غیر مقلدوں کا دعویٰ ہے کہ "فقہ حنفی بیشمار گنجینوں کا مجموعہ ہے، اسکی بیشمار باتیں قرآن حکیم اور حدیث رسول کے خلاف ہیں، بے اصل بے سند گھڑنی ہیں، تو پھر انکو اس گھڑنی چیز کے کوسوں دور رہنا چاہئے مگر تعجب ہے کہ فتاویٰ نذیریہ کا زیادہ تر مدار فقہ حنفی ہی پر ہے۔

بہر حال غیر مقلدوں کو چاہئے کہ مسئلہ مذکورہ میں کتاب و سنت سے دلیل پیش کریں، ہمارے سامنے تو اللہ کے رسول کا یہ ارشاد ہے۔

من وقع فی الشبهات وقع فی المحرم (بخاری و مسلم)  
یعنی جو مشتبہ چیزوں میں پڑتا ہے وہ حرام سے بچ نہیں سکتا۔  
شر کے رسول کا یہ ارشاد بھی ہے۔

لعن اکل الربو وموكله۔

سود کھانے اور کھلانے والا ملعون ہے۔

غیر مقلدین قرآن کا یہ ارشاد بھی نہ بھولیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ اور قرآن  
کا یہ ارشاد يَا أَيُّهَا الرِّسَلُ كُلُوا مِن الطَّيِّبَاتِ  
انبیاء اور رسل اور تمام مومنین کو ہدایت یہی ہے کہ وہ مال طیب  
کھائیں حرام اور مشتبہ سے بچیں۔

مسئلہ :  
(۱۳۳)

غیر مقلدوں کے مذہب میں یہ ہے کہ ڈاڑھی کو بالکل چھوڑ دینا چاہئے۔  
مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری فرماتے ہیں۔  
” واضح ہو کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ سے جو ثابت ہے وہ یہی ہے کہ  
ڈاڑھی کو بالکل چھوڑ دینا چاہئے طول و عرض سے کچھ متعرض نہیں کرنا چاہئے، اور کسی  
حدیث مرفوعہ سے ڈاڑھی کا ترشوانا اور بقدر ایک قبضہ کے رکھنا ثابت نہیں ہے اور  
جامع ترمذی میں یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی  
کے عرض و طول سے کچھ لینے تھے سو یہ حدیث ضعیف ہے،

(فتاویٰ تذریعہ ج ۳ صفحہ ۳۷۵)

غیر مقلدین کے چہرے کو دیکھ کر ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ انکا اس  
مسئلہ میں احادیث صحیحہ مرفوعہ پر کتنا عمل ہے۔  
اب غیر مقلدوں کا یہ دعویٰ کتنا کھوکھلا ہے کہ  
اہلحدیث کا معنی ہی قرآن و حدیث کا ماننے والا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ  
اہلحدیث ہو اور قرآن و حدیث کو نہ مانے۔  
(مذہب حنفی کا اسلام سے اختلاف ص ۱۹)



(۱۲۳) مسئلہ -

غیر مقلدوں کے یہاں مندرجہ ذیل امور سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

(۱) اگر کسی جن نے کسی عورت کی شرمگاہ میں اپنا حشفہ (آلہ تناسل کا سرا) داخل کر دیا ہو اور عورت نے اس جن کو دیکھا نہ ہو اور اسکو انزال بھی نہ ہوا ہو۔

(۲) اگر کسی آدمی نے اپنا آلہ تناسل کسی جانور کی شرمگاہ میں داخل کر دیا ہو۔

(۳) اگر آدمی نے اپنا آلہ تناسل کسی آدمی کی دیر (بینیانہ کے مقام) میں داخل کیا ہو۔

(۴) اگر کسی نے اپنا آلہ تناسل کسی جانور کی دیر میں داخل کر دیا ہو۔

نزل الابرار میں غیر مقلدوں کے مایہ ناز عالم نواب وحید الزماں حیدر آبادی لکھتے ہیں۔

فلو ادخل الجنی حشفته، في فروج المرأة ولم تزل ولم تنزل

لا يلزم عليها الغسل، وكذا اذا اودع في فروج البهيمة او دبر

الآدمي او دبر البهيمة، (ص ۳۱۱)

یعنی اگر کسی جن نے اپنا حشفہ کسی عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیا

اور اس عورت نے اسکو نہیں دیکھا اور اسکو انزال بھی نہیں ہوا تو اس عورت پر غسل واجب نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے کسی جانور کی شرمگاہ میں یا کسی آدمی کی دیر یا کسی

جانور کی دیر میں اپنا آلہ تناسل داخل کر دیا تو اس پر غسل نہیں۔

لطف کی بات یہ ہے پہلی صورت کے علاوہ میں اسکی تصریح بھی نہیں کی اس

آلہ تناسل داخل کرنے والے شخص کو انزال ہو کہ نہ ہو، اس عدم تصریح سے

معلوم ہوتا ہے کہ اسکو انزال ہو جائے تب بھی غسل واجب نہیں ہوگا، اگر

غیر مقلدوں کا مذہب یہی ہے تو "چہ خوب"

بہر حال غیر مقلدین حضرات کے یہاں ان تمام وجوہ مذکورہ میں غسل واجب نہ ہونے کی کوئی حدیث مرفوعہ متصل الاسناد غیر منقطع اور غیر شاذ ضرور ہوگی۔ ہم ممنون ہوں گے کہ وہ اسے پیش فرمائیں۔

کلیک مائیز زبائے دیانے وارو۔

مسئلہ (۱۲۵)۔

غیر مقلدوں کے نزدیک جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے انکا پیشاب پاک ہے۔

مولانا عبدالرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں :

وعندى القول الظاهر قول من قال بظها سقاء بول ما يؤكل لحمه

(تحفه ج ۱ ص ۱۸۷)

یعنی میرے نزدیک انہیں کی بات قوی ہے جو لوگ ان جانوروں کے پیشاب پاک ہونے کے قائل ہیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور کے مذہب کے خلاف ہے خود مولانا مبارکپوری لکھتے ہیں :

وذهب الشافعى والمجهر الى القول بنجاسة الابوال والاروات

كلها من مأكول اللحم وغيره - (تحفه ج ۱ ص ۱۸۷)

یعنی امام شافعی اور جمہور کا قول یہ ہے کہ تمام جانوروں کے پیشاب اور گوبر خواہ ان کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو ناپاک ہے۔

لیکن غیر مقلدوں نے جمہور اور سلف کے مذہب سے ہٹ کر کھانسیوالے جانوروں کے پیشاب کی پاکی کا قول اختیار کیا ہے، یہ وہی ان کا شذوذ ہے جس پر ان کا عام طور پر عمل ہوتا ہے۔ غیر مقلدوں نے اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل احادیث کی مخالفت کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی مرفوع روایت ہے۔

استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه۔

یعنی اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ پیشاب سے بچو اسلئے کہ قبر کا عام طور پر



عذاب اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔  
ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے نیز حضرت ابن عباس کی اس روایت کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

مرالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین فقال انھما یعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدهما فكان لا یتترک من البول۔ (تحفہ جنت)  
یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور عذاب بھی کسی ایسی بڑی بات کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے کہ جس سے بچنا دشوار ہوتا ان میں سے ایک وہ ہے جو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔

غرض ان احادیث میں مطلقاً پیشاب کا ذکر ہے خواہ آدمی کا ہوا یا جانور کا اور خواہ ان جانوروں کا ہو جن کا گوشت کھایا جاتا ہے یا ان جانوروں کا ہو جن کا گوشت حرام ہے، مطلقاً پیشاب کے نجس ہونے پر یہ حدیثیں ناظر ہیں، اور غیر مقلدین کی اس سلسلہ میں جو بھی تاویلات ہیں مقلدانہ ہیں اور ناتاہل التفات ہیں۔

مولانا محمد جونا گڑھی کو اخوان کا تمسخر اڑانے کیلئے موقع ہو کہ نہ ہوا شمار پڑھنے کا بڑا شوق ہے، انھیں کی کتاب کا یہ شعر انکی خدمت میں۔  
النبی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے  
دے آدمی کو موت پر ایسی ادا نہ دے  
یعنی جس سے پیشاب بھی پاک و طیب بن جائے۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ زانیہ کی بنائی ہوئی مسجد کا حکم زمین منسوب  
 کا ہے اور زمین منسوب میں نماز پڑھنا قولِ صحیح میں جائز ہے۔  
 (فتاویٰ خیریت ۱۷۰ ص ۲۷۳)

اگر غیر مقلدین کا یہ دعویٰ سچا ہے کہ وہ ہر بات کتاب و سنت سے کہتے  
 ہیں تو میں انکو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ان دونوں باتوں کو یعنی زانیہ کی مسجد  
 میں نماز پڑھنے اور زمین منسوب میں نماز پڑھنے کو کتاب و سنت سے ثابت  
 کریں۔ اگر پوری غیر مقلدیت بھی حرکت میں آجائے گی تو بھی ان دونوں  
 باتوں کو وہ کتاب و سنت سے ثابت نہیں کر سکتی۔  
 یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مسئلہ - (۱۳۷)

غیر مقلدوں کے یہاں ذی ناب جانوروں کے علاوہ (یعنی ان جانوروں کے علاوہ جن کے دانت درندوں جیسے ہوتے ہیں) تمام قسم کے جانور حلال ہیں، خواہ وہ زمین پر رہنے والے کیڑے ہوں یا اڑنے والے جانور گدھ کو اچھکا ڈر اُتو وغیرہ کے قسم کے ہوں، حتیٰ کہ چوہا کھانا بھی غیر مقلدوں کے مذہب میں جائز ہے۔

وَيَحِلُّ مَا سِوَاهَا مِنْ ذَوَاتِ الْقَوَائِمِ وَالطَّيُورِ وَحَشَرَاتِ الْأَرْضِ  
كُوبَرٍ وَنَسْرٍ وَرَحْمٍ وَعَقَمَجٍ وَلَقْلُقٍ وَغَرَابٍ وَخَفَاشٍ وَهَدَّهْدٍ  
وَبَيْغَاءٍ وَطَاوُسٍ وَخَطَاثٍ وَتَنْغِزٍ وَالْفَيَرَانِ  
(کنز ص ۱۸۶)

مسئلہ - (۱۳۸)

غیر مقلدوں کے مذہب میں گیسوں یا چٹا اور اسی طرح دوسرے غلے اگر پیشاب میں پڑے رہیں اور پیشاب سے وہ پھول بھی جائیں، پھر اس کو پانی میں ڈبو دیا جائے اور خشک کر لیا جائے تو وہ پاک ہوگا۔

وَلَوْ انْتَفَعَتِ الْخَنَظَلَةُ مِنْ بَوْلِ الْإِنْسَانِ أَوْ الْحَمَى أَوْ نَجْوَاهُ وَتَنَقَّى  
فِي الْمَاءِ وَتَجَفَّتْ فَتَطَهَّرَ - (نزل البراءہ ص ۵۵)



مسئلہ - (۱۳۹)

غیر مقلدوں کے مذہب میں سڑا گوشت سڑی چربی سڑا گھی سڑا دودھ اور سڑا اور بدبودار کھانا سب جائز ہے۔

نواب صاحب حیدر آبادی نزل الابراہیم لکھتے ہیں:

ولا یحرم اکل لحسم انتن ولا اکل شعصم کذلک ولا شرب سمن  
ولبن ولا اکل طعام کذلک (مسئلہ ۵۴)

اور حرام نہیں ہے بدبودار سڑا گوشت کا کھانا اسی طرح اسی قسم کی چربی کا کھانا اور اسی طرح سڑے بدبودار گھی کا کھانا اور دودھ کا پینا نیز اسی طرح سڑے اور بدبودار کھانے کو کھانا۔  
یعنی تمام سڑی گلی گندی چیز جائز ہے۔

مسئلہ - (۱۴۰)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ بہا ہوا خون، پنچھا، پیپ اور قے یہ سب پاک ہے۔

نواب صاحب حیدر آبادی اپنی اس کتاب نزل الابراہیم لکھتے ہیں:

والدام ولو کان مسفوحاً، والقیح، والصدید، والقیح لا دلیل

على نجاستهما غیر دم الحيض فات، نجس کما مر۔ (مسئلہ ۵۵)

خون اگرچہ بہا ہوا ہو پنچھا پیپ اور قے یہ سب پاک ہے اور انکی نجاست پر کوئی دلیل نہیں ہے، صرف حیض کا خون نا پاک ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ شراب پینے والے کا جھوٹا پاک ہے اگرچہ شراب  
پینے والے کے شراب پینے کے معا بعد ہی کا وہ جھوٹا ہو، اس لئے کہ صحیح مذہب  
غیر مقلدوں کا یہ ہے کہ شراب پاک ہے۔

اسی طرح گندگی اور نجاست کھانے والے جانوروں کا پسینہ اور جھوٹا بھی  
پاک ہے۔

وسور شارب الخمر طاهر سوا عکان فور شربه الخمر او بعدة لان  
الصحيح طهارة الخمر وكذا سوا المجلالة وعرقها۔

(غزل (الذہب) ریم ۱ ص ۳۱)

یعنی شراب پینے والے کا جھوٹا پاک ہے خواہ شراب پینے کے فوراً ہی بعد کا وہ  
جھوٹا ہو یا اس کے بعد کا، اس لئے کہ صحیح مذہب (غیر مقلدوں کا) یہ ہے کہ شراب  
پاک ہے، اسی طرح گندگی کھانے والے جانوروں کا جھوٹا اور ان کا پسینہ بھی  
پاک ہے۔

مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کپڑے کا سوت نجاست میں رنگا جائے تو وہ پاک ہے بشرطیکہ وہ کپڑا (برسی) دوسرے ملک سے آیا ہو۔

وَالثَّيَابُ الَّتِي يَصْبِغُ غَزْلَهَا بِالْبُخَّاسَةِ طَاهِرَةٌ إِذَا جَلِبَتْ مِنْ بِلَادٍ أُخْرَى - (صیغہ ایضاً)

یعنی وہ کپڑے جن کا دھاگا نجاست سے رنگا گیا ہو وہ پاک ہیں بشرطیکہ انکو باہر سے (دوسرے ممالک) سے منگایا گیا ہو۔

اب یہ غیر مقلدین ہی بتلائیں گے کہ اپنے ملک کی نجاست سے گھٹن اور نفرت کیوں اور دوسرے ممالک کی نجاستوں سے اتنا لگاؤ اور پیار کیوں ہے ؟

مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ کنواں خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو اور اس میں پانی خواہ کتنا ہی کم ہو اس میں کسی طرح کی نجاست پڑنے سے وہ نجس نہیں ہوتا اسی طرح اگر اس میں خون لگا جائے یا بلا خون والا جانور گر جائے اور پھول پھٹ جائے تو اس کنویں کا پانی پاک ہے بشرطیکہ اس کے رنگ مزہ اور بو میں سے کوئی وصف نہ بدلے۔

وَلَا يَفْسُدُ مَاءُ الْبَيْرِ وَلَوْ كَانَ صَفِيرًا وَالْمَاءُ فِيهِ قَلِيلًا بَوَاقِعِ  
نَجَاسَةٍ أَوْ مَوْتِ حَيَوَانَ دَمَوِيٍّ أَوْ غَيْرِ دَمَوِيٍّ وَلَوْ انْتَفَخَ أَوْ تَفَتَّحَ فِيهِ،  
بِشَرَطِ أَنْ لَا يَتَغَيَّرَ أَحَدُ أَوْصَافِهِ وَلَا يَفْسُدَ (نزل الابرار ص ۳۱)



مسئلہ - (۱۴۳)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر چوہا شراب میں پڑ جائے پھر وہ شراب سرکہ بن جائے تو سرکہ پاک ہے۔

ولو وقعت زلفارۃ فی الخمر ثم تغلغل فاخل طاهر  
یعنی اگر چوہا شراب میں پڑ جائے پھر وہ شراب سرکہ ہو جائے تو یہ سرکہ جائز ہے۔

مسئلہ - (۱۴۵)

غیر مقلدوں کے یہاں اگر شراب سرکہ میں گر جائے اور پھر وہ سرکہ بن جائے تو اس کا کھانا پینا جائز ہے۔

(نزل الابرار ج ۱ ص ۵۴)

مسئلہ - (۱۴۶)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ شراب سے بنی ہوئی خوشبودار پینے کی چیزیں پاک ہیں، ان کا کھانا اور استعمال کرنا جائز ہے۔  
(منہ نزل الابرار)

مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ کتے اور سور کا جھوٹا اور اس کا لعاب پاک ہے  
 ترک الابرار میں ہے۔

و اختلفوا فی لعاب الکلب والخنزیر و سورهما والاربع طہارتہ  
 کما صر۔ (مسئلہ ۴۹)

یعنی لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ کتے اور سور کا جھوٹا اور ان کا لعاب  
 پاک ہے یا ناپاک، اور رائج مذہب یہ ہے کہ وہ پاک ہے جیسا کہ اس کا  
 بیان گزر چکا۔

مسئلہ۔

غیر مقلدین کے نزدیک کتے کا پیشاب اور اس کا بیخ ناپاک ہے  
 ترک الابرار میں ہے۔

وکذا الک في بول الكلب وخرائش والحق انه لا دليل على النجاسة.

(مسئلہ ۴۹-۵۰)

یعنی لوگوں کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ کتے کا پیشاب اور پاخانہ پاک  
 ہے یا ناپاک اور حق بات یہ ہے کہ ان کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

مسئلہ - (۱۲۹)

غیر مقلدوں کے یہاں مٹی کھانی جائز ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

واما اکل ستراب پس در منع ازاں دلیل نیامدہ (ص ۲۳۷ عرف)

یعنی اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ مٹی کھانی ممنوع ہے۔

خاں صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ منع کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ مدعی کے ذمہ دلیل پیش کرنی۔ ہوتی ہے پس جو اس بات کا مدعی ہے کہ مٹی کھانی جائز ہے

وہ دلیل پیش کرے، اور وہ بھی کتاب و سنت سے۔

غیر مقلدوں کو اگر مٹی کھانے کا شوق ہے تو ہمیں بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں

وہ شوق سے کھائیں مگر کتاب و سنت سے اسکی دلیل تو پیش کریں۔

ہاں ہمیں ایک عام شرعی قاعدہ معلوم ہے وہ ہم بتلائے دیتے ہیں ماننا

یا نہ ماننا غیر مقلدین حضرات کا کام ہے، وہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر مضر صحت چیز سے شریعت

نے بچنے کا حکم دیا ہے اور صحت کی حفاظت از روئے شرع بھی ضروری ہے۔ اب

غیر مقلدین حضرات مٹی کھا کر دیکھ لیں اگر اس سے انکی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو

وہ شوق سے کھائیں اور اگر اس مٹی کے کھانے سے صحت متاثر ہوتی ہے تو شرعی

اصول بھی یہی ہے اور میری مخلصانہ نصیحت بھی یہی ہے کہ وہ مٹی کھانے سے

پرہیز کریں۔

ہم نیک و بہ حضور کو سمجھائے جائیں گے



مسئلہ -

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ زانیہ (بدکار پیشہ کرائے والی عورت) کی بنائی ہوئی مسجد کا حکم بھی عام مساجد کی طرح ہے، اور اس میں نماز پڑھنا درست ہے۔  
(فتاویٰ تذریعہ ج ۱ ص ۲۹۸)

غیر مقلدوں کا یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ سہ طیب ہے اور طیب ہی کو قبول کرتا ہے۔

غیر مقلدوں کے یہاں کوئی تفصیل نہیں ہے کہ زانیہ نے جس سے مسجد بنوائی ہے وہ اس کے پیشہ خاص سے حاصل شدہ ہے یا اس نے کسی دوسری جائز کمائی سے وہ سے حاصل کئے ہیں جس سے اس نے مسجد کی تعمیر کرائی ہے۔ پہلی شکل میں تو قطعاً جائز ہونے کی کوئی شکل نہیں البتہ دوسری صورت میں بحث کی اور جواز کی گنجائش ہے۔

مگر غیر مقلدوں کو پھر بھی کسی فقہ کی کتاب سے نہیں، اور نہ کسی امام اور مجتہد کے قول سے بلکہ ان کو کتاب و سنت سے اس مسئلہ کو ثابت کرنا چاہئے اور قرآن کی کسی آیت یا رسول اللہ کی کسی صحیح حدیث کو پیش کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ انکا دعویٰ یہ ہے۔

الہمدیث براہ راست قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ (۵۵ طریق مجہدی)  
آپ میاں تذیر حسین صاحب دہلوی امام الہمدیث نے جو یہاں مسئلہ بیان کیا ہے اسی کو قرآن و حدیث سے ثابت کر دیں کہ پیشہ کرائے والی بدکار زانیہ عورت کی کمائی سے مسجد بنانا جائز ہے، اور اس کا حکم بھی عام مساجد کا ہے اور اس میں نماز پڑھنا درست ہے، تو ہم مان لیں گے کہ آپ اپنے دعویٰ میں کچھ ہیں۔

مسئلہ - (۱۵۱)

غیر مقلدوں کے یہاں اگر کسی عورت نے اپنی شرمگاہ میں روئی کا کوئی ٹکڑا ڈالا، اور اس میں کوئی دوا یا غذا نہیں تھی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔  
(اور اگر اس روئی کے ٹکڑے میں دوا یا غذا تھی تو اس کا روزہ جاتا رہے گا خواہ وہ پیٹ تک پہنچے یا نہیں)

اذا دخلت قطنہ شم اخرجتها ولم يكن عليها دواء  
او غذا۔ (کرمۃ)

یا روزہ دار عورت نے روئی کا کوئی ٹکڑا اپنی شرمگاہ میں ڈالا اور پھر اسکو نکال لیا اور اس پر دوا یا غذا نہیں تھی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔  
غیر مقلدین جو کچھ کوئی بات صحیح حدیث کے بغیر نہیں کہتے اس وجہ سے اس مسئلہ کے ثبوت کیلئے صحیح حدیث پیش کریں۔

مسئلہ - (۱۵۲)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر روزہ دار اپنی عورت سے فرج کے علاوہ یا دہریں جماع کرے اور جینی نہ نکلے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

کنز الکھاف میں ہے۔ اوجامع امرئۃ فیما دون الفرج والذہن (مسئلہ)  
یعنی اگر کسی نے اپنی عورت سے شرمگاہ کے علاوہ یا بیخاندہ کے مقام میں جماع کرے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدوں کے یہاں عورتوں سے بیخاندہ کے مقام میں جماع کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال اس مسئلہ کی دلیل صحیح حدیث سے مطلوب ہے۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ کھلی شرمگاہ اور ناپاک کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے۔  
تو اب صاحب بھوپالی عرف الہادی میں فرماتے ہیں۔

فانہ بنیاد ریافتہ باشی کہ ہر کہ چیزے از عورتش در نماز نمایاں شد  
یا در جامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح است و زائم بطلان نش  
مطالب بدیل۔ (ص ۲۲)

یعنی یہ ہیں سے تم کو یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اگر کسی کی شرمگاہ کا کچھ حصہ نماز  
میں کھلا رہا، یا اس نے ناپاک کپڑے میں نماز ادا کی تو اس کی نماز صحیح ہے،  
اور جو یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی نماز باطل ہے اسکو دلیل پیش کرنی چاہئے۔



## مسئلہ - (۱۵۴)

غیر مقلدوں کے یہاں اگر دبر (پہچانہ کے راستے) یا آلہ تناسل کے راستے سے پیٹ میں پانی چلا جائے تو روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔  
کنز الخفافہ میں نواب حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

إذا استنجى فدخل الماء من الابرأوالاحليل الى جوفه (مثلاً)  
یعنی اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا کہ روزہ دار نے استنجا کیا اور اس کے پاخانہ یا آلہ تناسل کے راستے اس کے پیٹ میں پانی پہنچ گیا۔  
غیر مقلدین چونکہ بلا کتاب و سنت کوئی بات نہیں کہتے اس وجہ سے اس مسئلہ کی دلیل یقیناً ان کے پاس کتاب و سنت سے ہوگی وہ پیش کریں۔

## مسئلہ - (۱۵۵)

غیر مقلدوں کے یہاں اگر کسی روزہ دار نے اپنی دبر (پہچانہ کے راستے) میں یا کسی عورت نے اپنی پیشاب گاہ میں انگلی ڈالی تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔  
إذا دخل أصبعه في دبره أو أدخلها في فرجها (ایضاً)  
یعنی اگر روزہ دار نے اپنی انگلی اپنے مقعد میں یا عورت نے اپنی پیشاب گاہ میں ڈالی تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔  
غیر مقلدین اس مسئلہ کو بھی صحیح حدیث سے ثابت کریں۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی نے اپنی دہر (پہنائہ کی جگہ) میں  
چھری لوہا یا لکڑی ڈالی تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

وادخال عودا وحدا ییدا او خشية، (ایضاً ص ۳۸)

معنی (مقدم میں) چھری لوہا اور لکڑی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔  
غیر مقلدین اس مسئلہ کو بھی صحیح حدیث صحاح ستہ و ماوا فقہائے ثابت کریں۔  
میں نے یہ چند مسئلے محض یہ دکھانے کیلئے ذکر کئے ہیں کہ اگر کوئی چاہے  
تو غیر مقلدوں کے مذہب کا بھی کوک شاستر و سالہ کی شکل میں تیار کر سکتا ہے  
اور مذہبِ سلیم پر ان مسائل کا ذکر کرنا بار بھی ہے اور کچھ مناسب بھی نہیں،  
غیر مقلدین اس سے عبرت حاصل کریں۔

مسئلہ - (۱۵۷)

غیر مقلدوں کے یہاں منی پاک ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

منی ہر چند پاک ست وانا غسل و فرک وحت از شارع علیہ السلام

ثابت شدہ (عرف ہنہ)

یعنی منی ہر چند کہ پاک ہے مگر اس کا دھوتا اور رگڑنا اور کھرچنا شارع علیہ السلام سے ثابت ہے۔

منی کے پاک ہونے کا مذہب اس حدیث کے خلاف ہے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یغسل المنی ثم یدخل فی الصلوة فی ذلک التوب وانا انظر الی

اشرا الغسل فیہ : (بخاری و مسلم)

یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی کو دھویا کرتے تھے پھر نماز کیلئے اسی کپڑے میں تشریف لے جاتے، اور کپڑے میں دھونے کا جواثر ہوتا اس کو میں دیکھا کرتی۔

علامہ شوکانی بھی منی کی نجاست کے قائل ہیں، فرماتے ہیں :

فما صواب ان المنی نجس یجوز تطہیرہ باحد هذه الامور الواردة

(اتحان الکرام ص ۱۵۷ تحقیق ج ۱ ص ۱۱۱)

یعنی درست یہ ہے کہ منی ناپاک نجس ہے اور اسکی نجاست کا ازالہ احادیث میں

مذکورہ امور سے ہوگا (یعنی یا غسل سے یا کھرچنے سے یا رگڑنے سے۔)

گفتگو اکہیں نہیں ہے کہ اور ائمہ کاسنی کے پاک یا ناپاک ہونے کے بارے میں کیا مسئلہ ہے،

بلکہ گفتگو اکہیں ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی اس صحیح روایت کے علی الرغم منی کے پاک ہونے

کے قائل ہیں، اور دعویٰ یہ کریں گے کہ ہم صحیح حدیث پر عمل کرنے والے ہیں۔



مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی نے مردہ عورت کی شرمگاہ میں اپنا  
سنتے داخل کر دیا تو اس پر غسل واجب نہیں ہے، یہی رائج مذہب ہے۔  
(اذا دلج فی فروج امرأة ميتة فالمرحح فيه عدم الوجوب۔)

(نزل الابرار ۳۳)

اگر کسی نے مردہ عورت کی شرمگاہ میں اپنا آلت تناسل داخل کیا تو رائج مذہب  
یہ ہے کہ اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔  
احناف کا کوک شاستر تو غیر مقلدوں کو نظر آگیا، کیا انھیں اپنے گھر کی بھی  
گنجائش ہے؟

ایک صاحب فرماتے ہیں۔

المحدث ہر مسئلے کی دلیل قرآن و حدیث سے دیے ہیں۔  
اگر غیر مقلدوں کا یہ دعویٰ محض زبانی جمع خرچ نہیں ہے تو وہ اس مسئلے کی دلیل  
قرآن و حدیث سے پیش کر دیں۔  
اگر صرف دعویٰ ہی کرنا کوئی چیز ہے تو اس قسم کا دعویٰ تو ہر باطل فرمے  
شیخ و خوارج، قتادیانی، بریلوی سبھی کیا کرتے ہیں۔

مسئلہ۔

غیر مقلدوں کے مذہب میں عورت سے لواطت کرنے والا کافر تو کہا  
جاسکتا بھی نہیں۔

(نزل الابرار ۳۴)

مسئلہ (۱۹۰)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر نجس چیز میں ایسی تبدیلی پیدا ہو جائے کہ اسکی حالت اور اس کا نام بدل جائے تو وہ پاک ہے اور اس کا کھانا و استعمال کرنا جائز ہے — نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

اگر کسی دعویٰ کنندہ کی نجاست باوجود نواب انعم و صفت باقی است اسے دلیل بیار د (صفحہ ۲۲۶ عرف)

یعنی اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ نجس چیز کی نجاست نام اور صفت کے ختم ہو جانے کے باوجود باقی رہتی ہے تو اس کو دلیل پیش کرنی چاہیے۔

خاں صاحب مرحوم کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر شراب کی حالت بدل جائے اور اس کا کوئی اور نام رکھ دیا جائے تو اب شراب کا پرانا اس نام اور اس صفت کے ساتھ جائز ہو گا اور شراب بایں صورت موجودہ نجس نہ رہے گی۔ اسی طرح بھدکا گوشت، سور کی چربی، کتا کا گوشت اس کا لعاب، آدمی کا پیشاب یا خانا وغیرہ جتنی بھی نجاستیں اور غلاظتیں ہیں اگر اس کا نام بدل جائے اور انکی حالت میں تغیر پیدا ہو جائے تو ان کا کھانا پینا حلال ہو گا۔

نواب صاحب کے اس ارشاد گرامی کے بعد غیر مقلدین کو شرم آنی چاہیے کہ وہ فقہ حنفی کی کتابوں سے مسائل نکال کر یہ شور مچائیں کہ

دیکھو حنفی مذہب بڑا گندہ ہے اس میں شراب حلال ہے، کتوں کی تجارت جائز ہے، حنفی مذہب میں نجاست کی اتنی مقدار جائز ہے، جانوروں کا پیشاب جائز ہے

۔ مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف، رسالہ کے مصنف اس قسم کی بیہودگی سے اپنے اس رسالہ کو کوک شاستر سے بھی بدتر بنا دیا ہے، جس کا پڑھنا کسی شریف سلیم الطبع آدمی کے بس کی بات نہیں۔

مسئلہ -

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ شہد کی مکھی پر ہر مورچہ (چھوٹی چھوٹی) اور  
 ضرر (ممو لا) کھانا جائز ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں،  
 و ابن عباس گفتہ کہ نہی فرمود از کشتن چہار دابہ گس شہد و ہر ہر مورچہ  
 و ضرر، رواہ احمد و ابو داؤد و صحیح ابن حبان و نہی از قتل دلیل ست  
 بر حرمت اکل اینہا، (عرف ۲۲۵)

یعنی حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ (آنحضرت نے) چار جانوروں کو قتل کرنے  
 سے منع فرمایا ہے شہد کی مکھی، ہر ہر، مورچہ اور ضرر، امام احمد اور ابو داؤد  
 نے اسکو روایت کیا ہے اور ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور قتل  
 سے منع فرمانا یہ دلیل ہے کہ ان کا کھانا حرام ہے  
 لیکن خانصاحب پھر فرماتے ہیں نہ  
 و لیکن دریں استدلال بحث ست  
 لیکن اس استدلال میں بحث ہے

یعنی نواب صاحب کو ان جانوروں کے کھانے کی حرمت تسلیم نہیں ہے بلکہ  
 ان جانوروں کا کھانا ان کے نزدیک جائز ہے۔

یعنی صحیح حدیث میں ان جانوروں کے کھانے سے منع کیا جا رہا ہے مگر خانصاحب  
 کو ان جانوروں کا حرام ہونا تسلیم نہیں، بلکہ اس حدیث سے جن لوگوں نے انکے  
 نہ کھانے اور زار نے پر استدلال کیا ہے، یہ استدلال خاں صاحب کے نزدیک قابل بحث ہے۔  
 صحیح حدیث کے مقابلہ میں یہ ہمت اور جرأت یہ غیر مقلدین ہی کر سکتے ہیں۔



مسئلہ -  
(۱۴۲)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اسلامی حکومتوں کو سود لینا جائز ہے  
واجباً واللہ والاول الاسلامیۃ ان لم تجد قسماً حسناً یا خذ  
الاموال بالربا (کنز العمال)

یعنی علماء نے اسلامی حکومتوں کے لئے اجازت دی ہے کہ اگر یہ حکومتیں  
قرض حسن نہ پائیں تو سود پر قرض حاصل کریں۔  
اب غیر مقلدین ہی بتلائیں گے کہ یہ ان کے کون سے علماء ہیں جو اس  
حرام کو حلال کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

تسراں میں سود کی حرمیت قطعی ہے مگر اب غیر مقلدین اپنے اجتہاد  
کے زور سے قطعیات میں بھی دخل اندازی کرنے لگے ہیں۔

دہن را بمسار بردو خستن

بہ از گفہ و گفہ را سو خستن

## مسئلہ -

غیر مقلدوں کے یہاں موتی مرجان اور جواہرات کے زیور پہنتا مردوں کیلئے جائز ہے۔ کچھ حرج نہیں۔

والاباس بلبس اللؤلؤ والمرجان والجواهر للرجال (کنز)  
اور کوئی حرج نہیں ہے کہ مرد موتی مرجان اور جواہرات کا زیور پہنیں۔  
مشیے کی جوڑی، کالج کا کٹرا پیتل کی بالی اور ناک کی نختیا اور کاٹن  
اور موت کی ساڑی اگر مرد پہنیں تو کیا حرج ہے، اور اگر مشلوار اور جھمر  
بھی پہنیں تو کیوں کوئی حرج ہوگا۔ مرد اور عورت کا فرق تو جسمانی ساخت  
سے ہوتا ہی رہے گا۔

تہران کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ادمن یشتوا فی المحلیۃ۔

دیکھو یہ کفار اللہ کیلئے لڑکیاں بچو بڑے کرتے ہیں۔ جو کہ زیور میں پرورش  
پاتی ہیں۔ یعنی زیورات کا پہنتا عورتوں کا خاصہ ہے، اور یہ ایک طرح  
کا عیب ہے۔ عورتوں کی فطرت اور انکی طبیعت کا لحاظ کر کے شریعت نے ان کیلئے  
جائز رکھا ہے، زیورات نہ مردوں کیلئے جائز ہیں اور نہ مناسب اور نہ انکی مردانگی کے  
ہم آہنگ۔ تفسیر منظر ہی میں ہے۔

یہاں آیت میں عورتیں مراد ہیں اسلئے کہ انکا حسن اور انکی خوبصورتی کا انحصار صرف  
عورت و شکل میں ہے، اسلئے وہ زیورات سے زینت حاصل کرتی ہیں تاکہ انکا حسن دوبالا ہو۔  
مخلاف مردوں کے، اسلئے کہ انکا حسن یہ ہے کہ وہ اعلیٰ اوصاف اور کردار اور اخلاق کے حامل ہوں  
ان کیلئے زیور کی ضرورت نہیں، اور اس میں یہ بھی تعریف ہے کہ زیورات اور زینتوں میں پلٹنا  
عیب اسلئے مرد کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور انکو تقویٰ کے لباس سے زینت حاصل کرنی  
چاہئے۔

مسئلہ -

(۱۶۴)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص حیض میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرے تو ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔  
لؤاب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

”وہر کہ زن خود را در حیض بیاید یک دینار یا نیم دینار صدقہ دہد“ (عرف ۱۱)  
جو آدمی حالت حیض میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرے تو وہ ایک دینار یا  
آدھا دینار صدقہ کرے۔

حالانکہ حالت حیض میں جماعت قطعاً حرام ہے۔ ایک دینار یا آدھا دینار کے  
وسیلے سے اسکو جائز نہیں کیا جاسکتا۔ المعنی میں ہے :

انہ یجرم وطی المحائض فی القبیح لقول اللہ تعالیٰ یسلونک عن المحیض قل  
ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوہن حتی یتطہرن۔ (ص ۳۶)

یعنی مائتہ عورت سے وطی کرنا حرام ہے، اسلئے کہ اللہ کا ارشاد ہے۔ پوچھتے  
ہیں آپ حیض کے بارے میں آپ فرما دیجئے گندگی کی حالت اسلئے ایسا حیض میں تم بیویوں سے دور  
رہو اور جماع کیلئے ان کے قریب بھی مت جاؤ تا آنکہ وہ پاک ہو جائیں۔

اور رہی وہ حدیث جس سے غیر مقلدین حضرات استدلال کرتے ہیں تو  
اسکو وہ صحیح مرفوع متصل الاسناد غیر منقطع غیر شاذ اور محدثین کے اصول پر قابل  
استدراج و استدلال ثابت کر دیں تو ہم بھی اس مسئلہ میں ان کے ہم نوا  
ہو جائیں گے۔ جب دوسرے سے انھیں اوصاف کی حامل حدیث کا آپ مطالبہ  
کرتے ہیں تو خود بھی استدلال کرتے وقت ذرا ان اوصاف کو اپنے دھیان  
میں رکھا کریں۔



## مسئلہ -

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ سمندریں مرا ہوا ہر جانور حلال ہے۔ خواہ مچھلی ہو، گائے ہو، بکری ہو کتا ہو سور ہو سمندری انسان ہو یا سانپ ہو غرض سمندری جانور کی کوئی بھی قسم ہو جیسے - جریش - یا - کوج - وغیرہ سب مردار کا کھانا جائز ہے۔

فہمیتہ البحر حلال سواء ماتت بنفسہا او بالاصطیاد ، .....  
 سواء کان سمکاً او بقراً او غنماً او کلیاً او خنزیراً او انساناً بحریاً او  
 کو سمجھا او مار ماھی والجریث یحل اکلہ بلا ذبح (مسئلہ اکثر)  
 یعنی سمندر کا مردار حلال ہے خواہ وہ خود سے مرا ہو یا شکار کرنے سے مرا ہو اور خواہ وہ مردار مچھلی ہو یا گائے یا بکری یا کتا یا سور یا سمندری انسان یا کوج اور مار ماھی یا جریش (یہ تینوں ایک قسم کے سمندری جانور ہیں) ان کا ذبح کئے ہوئے جب مردار ہیں تو ذبح کرنا چھلنی وارد) کھانا حلال ہے۔ اور سانپوں کے سلسلہ میں فرمایا جاتا ہے۔

اما حیات البحر التي لا تبقي حية في البرف ہی حلال لانہا  
 فی حکم السمک (مسئلہ اکثر)

یعنی سمندری سانپ جو خشکی میں زندہ نہیں رہتے ہیں وہ بھی حلال ہیں اس لئے کہ ان کا حکم مچھلی کا ہے۔

مسئلہ: (۱۶۶)

غیر مقلدوں کے سیاں سونے کا زیور مرد و کو حرام ہے مگر چاندی کا زیور پہنا جائز ہے۔  
نواب صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں:

ويعوّم الثعلبي بالذهب على الرجال لا الثعلبي بالفضة. (کنز ۹۱-۹۰)

یعنی مردوں کو سونے کا زیور استعمال کرنا حرام ہے۔ چاندی کا نہیں۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے، خود فساد دینی نڈیر یہ میں ہے:

”اگرچہ جمہور کے نزدیک جس طرح سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا اور پینا حرام

ہے اسی طرح سونے اور چاندی کی ہر چیز کا استعمال حرام ہے۔“ ج ۲ ص ۲۵۲

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وكذا لا تعريم الاكل والشرب في آنية الذهب والفضة بقتضي المنع

من البعاض ذلك (فادی مہر) یعنی سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے پینے

کو حرام قرار دینا اس بات کا مقتضی ہے کہ انکا ہر حصہ (خواہ اسکا استعمال کسی طرح ہو) حرام اور ناجائز ہو۔

مولانا اسماعیل سلغی اپنی کتاب حوكة الانطلاق الفکری میں لکھتے ہیں:

ان الذهب والفضة والحريم حرام على الرجال (ص ۲۹) یعنی سونا چاندی اور

ریشم مردوں پر حرام ہیں۔

ایک طرف غیر مقلدوں کو یہ بھی تسلیم ہے کہ چاندی کا استعمال مردوں کیلئے حرام اور دوسری

انکا یہ بھی مذہب ہے کہ اگر مرد چاندی زیور کی شکل میں استعمال کریں تو جائز ہے۔

کیا یہ شعر صرف احناف ہی کو سنانے کیلئے ہے۔

مسلك سنت يراے سالک چلا جاوے دھڑک

جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک (طریق محمدی ص ۶۵)

ٹھیک چاندی کی بالی اور تمھیا اور جھکا اور پائل غیر مقلدین مرد پہن کر کے جنت الفردوس کو جائیں

خود ہی یہ چل جائیگا کہ انکا ٹھکانا جنت الفردوس ہے یا کوئی اور جگہ۔

مسئلہ - (۱۹۷)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ قطب الدین، جمال الدین، شمس الدین وغیرہ نام رکھنا مکروہ ہے۔  
(کنز الحقائق ص ۱۹۶)

مسئلہ - (۱۹۸)

غیر مقلدوں کے یہاں فرعون، ہامان، شداد، قارون شیطان ابلیس، نمرود، ابوجہل وغیرہ نام رکھنا صرف مکروہ ہے۔  
وباسمکرماء الکفار کفرعون وھامان وقارون وشیطان وابلیس ونمرود وشداد وابی جہل۔ (ص ۱۹۶ کنز)  
گویا ان ناموں میں اور شمس الدین و قطب الدین وغیرہ ناموں میں کوئی فرق نہیں دونوں قسم کے نام رکھنے کا حکم ایک ہی ہے۔

مسئلہ - (۱۹۹)

غیر مقلدین کے مذہب میں یزید، ولید اور عقبہ نام رکھنا مکروہ ہے۔  
وباسمکرماء الطفافة العصاة کیزید وولید وعقبہ۔  
(کنز ص ۱۹۶)  
معلوم ہونا چاہیے کہ عقبہ ایک صحابی کا نام ہے۔



مسئلہ -  
(۱۴۰)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی شخص کو بھی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مستقلاً ذکر کیا جاسکتا ہے۔  
وَيَجُوزُ أَنْ يُصَلَّى عَلَى غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ اسْتَقْلَالًا -  
(کنز ص ۲۳)

جمہور علماء کا یہ مذہب نہیں ہے، غیر نبی پر استقلالاً درود و سلام شیعوں کا مذہب ہے۔

مسئلہ -  
(۱۴۱)

غیر مقلدین کے یہاں کوئی نام بھی ہو پیشاب پینا نہ، گوبر لید وغیرہ نجاستوں پر لکھنا صرف مکروہ ہے۔ (کنز ص ۱۹)  
جن ناموں میں اللہ، محمد، احمد، رحمن، رحیم وغیرہ اسماء ربی اور صفات الہی جڑبے ہوں، ان ناموں کو نجاست پر لکھنے کو صرف مکروہ قرار دینا یہ غیر مقلدوں کا نوالہ مذہب ہے۔ اس کی دلیل قرآن و حدیث سے پیش کرنا چاہئے۔  
علمائے دین اپنی واقعی رائے سے ہمیں آگاہ کریں۔

مسئلہ -

غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ مندرجہ ذیل صحابہ کرام کا نام رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں لیا جائے گا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ      حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ  
حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ      حضرت میسر بن شعبہ رضی اللہ عنہ  
حضرت سمیرہ بن جندب رضی اللہ عنہ -

غیر مقلدوں کے لیے ناز عالم مولانا وحید الزماں حیدر آبادی کنز الکتائق میں لکھتے ہیں -

ولیسحب الترضی للمصاحبة غیرانی سفیان ومعاویة وعمرو بن العاص ومغیرة بن شعبہ وسمرة بن جندب، (ص ۲۳)

یعنی تمام صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہ کے ساتھ یاد کرنا مستحب ہے مگر ابوسفیان، معاویہ، عمرو بن عاص، میسر بن شعبہ اور سمیرہ بن جندب کیلئے رضی اللہ عنہ کا استعمال کرنا مستحب نہیں ہے۔

یہ فالص شیعہ عقیدہ ہے اور اس کتاب کے مقدمہ میں واضح کیا گیا ہے کہ غیر مقلدوں کو شیعوں کے ساتھ اعتقادات و مسائل میں بڑی نسبت ہے، فالص طور پر صحابہ دشمنی اور ان سے بغض رکھنے میں یہ دونوں فرتے ہم خیال ہیں۔

مسئلہ - (۱۴۳)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ اس فاقہ کش کو سوال کرنا جائز ہے جسکی فاقہ کشی پر تین آدمی گواہی دیں۔

نواب صاحب بھوبالی فرماتے ہیں۔

سوم فاقہ کش کہ سرکس از مردم دانشمند تصدیق اصابت فاقہ بوعے کند  
(عون ص ۷۰)

یعنی تیسرے اس شخص کو سوال کرنا جائز ہے جس کی فاقہ کشی پر تین مائل اور دانشمند آدمی گواہی دیں کہ وہ محتاج ہے۔

ذرا غیر مقلدین سے اس کی دلیل (کتاب و سنت سے) طلب کر لیجئے تو وہ دائیں بائیں بھانکیں گے، اور آئیں شائیں ہانکیں گے۔

مسئلہ - (۱۴۴)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی کا باغ ہو اور وہ دیوار سے گھرا ہوا نہ ہو اور اس کا کوئی رکھوالا بھی نہ ہو تو اس باغ کا پھل مالک کی اجازت کے بغیر کھایا جاسکتا ہے، اگرچہ ڈال پر لگا ہوا ہی پھل کیوں نہ ہو۔  
فلہ ان یا کل مجانا ولو عن غصونہ (کنز مٹ ۱۵)



مسئلہ (۱۷۱)

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حرام کھانے پر مجبور ہو جائے تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ پیٹ بھر اور خوب آسودہ ہو کر کھا سکتا ہے۔

ومن اضطر جازن له اكل المحرم ولو الى الشبع (کنز العمال)

یعنی اگر کوئی شخص مضطر اور مجبور ہو جائے تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ حرام کھائے (جیسے مردار، سور، کتا وغیرہ) اور وہ خوب آسودہ ہو کر بھی کھا سکتا ہے۔ غیر مقلدوں کا یہ مسئلہ قرآن کے اس واضح ارشاد کے بالکل خلاف ہے۔

من اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔

یعنی جو حرام کھانے پر مجبور ہو جائے تو اس کو اتنا ہی کھانا ہے جس میں اللہ کی نافرمانی اور عداوت سے تجاوز نہ ہو۔

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اپنے فوائد تفسیر یہ میں لکھتے ہیں :  
یعنی اشیائے نہ کورہ حرام ہیں لیکن جب کوئی بھوک سے مرنے لگے تو اس کو لاچار کی حالت میں کھالینے کی اجازت ہے بشرطیکہ نافرمانی اور زیادتی نہ کرے نافرمانی یہ کہ مثلاً نوبت اضطرار کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور زیادتی یہ کہ قدر ضرورت سے زیادہ خوب پیٹ بھر کر کھالے پس اتنا ہی کھائے جس سے مرے نہیں۔

مسئلہ - (۱۷۹)

غیر مقلدین کا مذہب کہ اگر کسی کو کچھ کھانے کو نہ ملے تو وہ کسی بھی مسلمان اور کافر میں سے جس کا مار ڈالنا حلال ہے اسکو قتل کر کے اس سے اپنا پیٹ بھر سکتا ہے۔

ومن لم یجد الا آدمیا مباح الدم کحربی ونا ان محصن قتله

قتله واکله - (کنز ص ۱۸۸)

یعنی اگر کوئی شخص کچھ کھانے کو نہیں پاتا سوائے اس آدمی کے جس کا قتل کرنا جائز ہے جیسے حربی یا وہ مسلمان جس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو تو اس بھوکے آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ ان کو قتل کرے اور اس کو کھائے اور پیٹ بھرے۔

مسئلہ - (۱۸۰)

غیر مقلدوں کے یہاں ہانتی اور خچر کے کھانے میں دو قول ہے، ایک قول میں ان کا کھانا حلال ہے۔

وفی البغل والفیل قولان

(کنز ص ۱۸۶)

یعنی خچر اور ہانتی میں دو قول ہیں (ایک قول کی رو سے ان کا کھانا جائز ہے)۔

## مسئلہ: (۱۷۹)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کافر نے اللہ کیلئے یا اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا تو کافر کا ذبیحہ مسلمانوں کیلئے جائز ہے۔

وَذَبِيحَةُ الْكَافِرِ حَلَالٌ إِذَا ذَبَحَ لِلَّهِ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عِنْدَ الذَّبْحِ

(کنز ص ۱۸۲)

## مسئلہ: (۱۸۰)

غیر مقلدین کے مذہب میں اجرت دے کر تراویح کی نماز پڑھوانا اور اجرت لیکر قرآن پڑھنا جائز ہے۔

فتاویٰ تدریہ میں ہے۔

سنا قرآن کا اور پڑھنا اجرت کے ساتھ نماز تراویح میں جائز ہے، اور ثواب ہوگا۔ (فتاویٰ تدریہ ج ۱ ص ۶۴۳)

غیر مقلدین کا یہ مسئلہ قرآن کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔  
وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا

یعنی میری آیات کے بدلے تھوڑی پونجی حاصل مت کرو

قرآن کی ایک آیت کا معاوضہ پوری دنیا نہیں ہو سکتی اور وہ اس کے مقابلہ میں تھوڑی پونجی سے بھی کمتر ہے۔



## قرأت خلف الامام کے متعلق ایک دلچسپ بحث<sup>(۱)</sup>

غیر مقلدین حضرات کا ہندوستان میں وجود جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے میاں نذیر حسین دہلوی کے زمانہ سے ہوا، یا غیر مقلدین اہل علم کی بات تسلیم کر لی جائے تو ان کے وجود کا زمانہ زیادہ سے زیادہ حضرت مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کا زمانہ قرار پائے گا، جیسا کہ علامہ محمد اسماعیل سلفی وزیر آبادی نے اپنی مشہور کتاب ”حرکتہ الانطلاق الفکری وجہود الشاہ ولی اللہ فی التجدید“ میں صفحہ ۲۲ پر اسکی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

حينما وصلت هذه النقطة الى الشاه اسماعيل الشهيد واصحابه المخلصين تحولت الى ترك التقليد وقد دعم هذا الاتجاه العلامة السيد نذير حسين وتلا ميذا :-

یعنی جس وقت یہ بیداری حضرت اسماعیل شہید کے زمانہ تک پہنچی تو اس نے ترک تقلید کی صورت اختیار کر لی اور پھر اسکو علامہ سید نذیر حسین اور ان کے تلامذہ نے

(۱) یہ مضمون المآثر نمبر ۳ شمارہ نمبر ۳ جلد نمبر ۴ میں شائع ہوا تھا۔ انادہ عام کی خاطر اس کتاب کا اس کو ضمیر بنادیا گیا ہے۔

(۲) یہ کتاب اصلاً اردو میں ہے اس کا عربی ترجمہ مذکورہ بالا نام سے جامعہ سلفیہ کے استاذ مقتدی حسن ازہری نے کیا ہے، میرے سامنے اس کا عربی ایڈیشن ہے، اس وجہ سے اس عربی ایڈیشن ہی کا اس مضمون میں حوالہ دیا جائے گا، اور عربی عبارت کا ترجمہ میرا اپنا ہو گا۔

تقویت پہونچائی۔

بہر حال کہنا یہ ہے کہ ڈیڑھ صدی پہلے تک کم از کم ہندوستان میں غیر مقلدیت کا کوئی وجود نہیں تھا، اور جب یہ فرقہ وجود میں آیا یا اسے وجود میں لایا گیا۔ (۱)  
 قوام مسلمانوں میں مذہبی بحث و مباحثہ کا زور شروع ہوا، غیر مقلدین علماء نے جب ہندوستانی مسلمانوں کے مذہب حنفی کے خلاف آواز بلند کی اور اپنے علاوہ سارے مسلمانوں کے گمراہ ہونے کا منفرہ بلند کیا تو شورش زیادہ برپا ہوئی، ایک دوسرے کے خلاف کتابیں لکھی جانے لگیں، مناظرے اور مباحثے خوب خوب ہوئے اور طرفین کی طرف سے مناظرانہ کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ وجود میں آ گیا۔

غیر مقلدین حضرات کا زیادہ زور چند فرد کی مسائل پر رہا جن میں اہم ترین مسئلہ

(۱) حقیقت میں انگریزوں نے ہندوستان کے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے اور بھوٹ ڈالنے اور انگریزوں کے تحفہ لگنے اور وجہ اور طاقت کو کمزور کرنے کیلئے اس فرقہ کو کھڑا کیا تھا، یہ انگریزوں کی زبردست سازش تھی اور کوئی شک نہیں کہ انکی یہ سازش بڑی کامیاب رہی، میں نے اپنے ایک مسٹر مضمون میں اس کو ذرا وضاحت سے ثابت کیا ہے یہاں صرف دو ایک بات آپ بھی اس مسئلہ کی سن لیں، نواب علی حسن خان صاحب نے فرمایا، روایان بھوپال کو ہمیشہ آزادگی مذہب میں کوشش رہی ہے جو خاص منشا رگورنٹ انڈیا کا ہے۔ (۲) ترجمان دہلیہ سے، آزادگی مذہب سے مراد یہی غیر مقلدیت ہے جسکی وضاحت درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے، اگر کوئی بہ خواہ وہ اندیش سلطنت برٹش کا ہو گا تو وہی شخص ہو گا جو آزادگی مذہب کو اپناتا ہے۔ اور ایک مذہب خاص پر جو باپ داداؤں کے وقت سے چلا آتا ہے جما ہوا ہے۔ (۳) ایضاً (۴) اور اس غیر مقلدیت یا نواب صاحب کے الفاظ میں، آزادگی مذہب سے انگریز کیا چاہتے تھے، تو اس کی وضاحت نواب صاحب کا درج ذیل عبارت کرتی ہے۔ — کل مسلمانوں کو سرکار کی مخالفت ناجائز ہے اور کسی شخص کو حیثیت موجودہ پر ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہ رہے۔ (۵) ایضاً (۶) نیز فرماتے ہیں، جب یہ ملک دارالاسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کیا معنی بلکہ حرم جہاد ایسی جگہ گناہ ہے، بڑے گناہوں میں سے ہے۔

(۷) ایضاً (۸)



قرأت خلف الامام کا تھا، یعنی مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قرأت کرے یا نہ کرے۔  
 جمہور علماء فقہ و حدیث کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے  
 سورہ فاتحہ یا کسی اور سورہ کی قرأت نہیں کرنی چاہئے، کم از کم جہری نماز میں تو اس پر اتفاق کو  
 چھوڑ کر سبھی کا اتفاق ہے، حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا مصرع سو بخنے کے بعد بھی عرصہ تک  
 قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں جمہور کے مسلک کے مطابق تہی عمل تھا۔ وفات سے کچھ روز  
 پہلے (تقریباً دو سال) ان کی رائے بدلی، اور انہوں نے سورہ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنا  
 ضروری قرار دیا۔

امام شافعی علیہ الرحمہ مجتہد تھے، مجتہد کی رائے بدلتی بھی رہتی ہے، اسلئے دلائل کی  
 روشنی میں انکی بات کو رد تو کیا جاسکتا ہے مگر ان پر کسی طرح کی طعنہ زنی یا انکی جناب میں  
 کوئی نازیبا بات نہیں کہی جاسکتی، وہ امام برحق تھے لیکن بشرتھے، مجتہد تھے نبی نہیں  
 تھے۔ والمجب تھدی یغفل ویصیب مجتہد کی رائے غلط بھی ہوتی ہے اور صحیح بھی، لیکن  
 مجتہد اپنے اجتہاد میں خواہ مخفی ہو یا مصیب ہو، حال اپنے حسن نیت کی وجہ سے  
 مایوس رہی ہو یا نہیں۔

اگر غیر مقلد حضرات بھی حسن نیت کے ساتھ یہی مذہب اختیار کرتے کہ مقتدی  
 کو خواہ سری نماز ہو یا جہری سورہ فاتحہ کی قرأت کرنا ضروری ہے اور دوسروں کی  
 نماز کے باطل اور فاسد ہونے کا شور و غل نہ مچاتے تو اس سلسلہ میں کسی حنفی کو کچھ کہنے  
 سننے کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور غیر مقلدین کے سلسلہ میں احناف وغیرہ کا وہی  
 موقف ہوتا جو شوافع کے سلسلہ میں ان کا موقف ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ غیر مقلدین  
 مذہب تو اختیار کریں گے کتاب و سنت کے خلاف اور مسلک جمہور سے ہٹ کر اور چیلنج  
 کریں گے اس انداز میں اور اس عنوان جلی کے ساتھ۔



# تمام دنیا کے علمائے احناف کو کھڑا پیلیج

ہم تمام علمائے احناف ہند، سندھ، پنجاب، بنگال، خراسان، چین، جاپان، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا، یورپ، مصر، عراق وغیرہ کو بذریعہ پیلیج اشتہارِ مذہب کے دعوت دیتے ہیں کہ ان مسائل مندرجہ ذیل کو کسی آیت یا حدیث صحیح مرفوع متصل سے اور وہ حدیث جس مسئلہ کے ثبوت میں پیش کریں، نص صریح ہو صحاح و ماوافق بہا سے ثابت فرمادیں تو ہم انکو اس حق محنت اور محنت تھمتہ صداقت کے صلہ میں ہر آیت اور ہر حدیث کے بدلہ میں پچیس روپے انعام دیں گے۔ انشاء اللہ العزیز (نقل الخطاب مش)

اور پھر دس مسئلے پیلیج کرنے والے نے ذکر کئے ہیں، اور ان میں پہلے نمبر پر یہی مسئلہ قرأتِ فلت الامام کا ہے اور اسکو پہلے نمبر پر ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی مسئلہ مذہب غیر مقلدین میں سب سے عظیم الشان اور دلیل کے اعتبار سے سب سے زیادہ قوی ہے۔

جب بات اس طرح پیلیج بازوں کی گھونے لگے تو پھر صورت حال بالکل بدل جاتی ہے۔ اور غیر مقلدین کا بحیثیت ایک مسلم فرقہ (اگرچہ شانی ہی ہے) جو قلب میں احمد سرام

نے ناظرین کو کام صاف فرمائیں میں غیر مقلدین کو، اہلحدیث، کہنے پر ہزار کوشش کے باوجود اپنے کو آمادہ نہیں کر پا رہا ہوں اس وجہ سے کہ غیر مقلدین کیلئے، اہلحدیث، کا لقب گورنمنٹ برطانیہ کا عطیہ ہے چنانچہ مولوی عبدالمجید خادم سوہدروی غیر مقلد رقم طراز ہیں۔

مولوی حسین بٹالوی نے، اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ اہلحدیث کی بڑی خدمت کی، لفظ دہائی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو، اہلحدیث، کے نام سے موسوم کیا گیا آپ نے حکومت کی خدمت بھی بہت کی اور انعام میں پانچ سو روپے (اہلحدیث اور انگریزوں کو) سیر شانی، اور مولانا بٹالوی مرحوم کی انگریز دوستی اور خدمت سرکار کا اعتراف تو خود مولانا محمد قاسم

ہونا چاہئے اس کی توقع رکھنا ہی فضول ہے۔ اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ تو تمنا دنیا کے حقیقوں کو پہنچ کر تے پھر میں اور حقیقت کے خلاف زبان و قلم کی طاقت کا پوری آزادی سے جس طرح چاہیں استعمال کریں اور پھر بھی آپ اسکی توقع کسی حقیقت سے کریں کہ وہ آپ کو عزت و احترام کا وہی مرتبہ دیگا جس کی شدید خواہش کا آپ حضرات کی تحریروں سے اظہار ہوتا ہے اور آپ کو اہلسنت و اجماعت، اہل توحید و الایمان اور داعی کتاب و سنت کے مقام رفیع پر فائز کر دے گا۔

غیر مقلدین کو سمجھایا گیا کہ دیکھو تمہارا قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں جو مذہب ہے وہ نہ کتاب اللہ کی روشنی میں درست ہے اور نہ از روئے اجماع و سنت ہی وہ قابل اختیار ہے اور نہ وہ جمہور اہلسنت کے مسلک کے موافق ہے مگر جو۔ رو، میان مذہب حسین و علوی کے زمانہ سے پہلی تھی اس میں ذرہ برابر بھی فرق نہ ہو۔ مسلسل صدی ڈیڑھ صدی تک یہی شور مچایا گیا۔ انا وجدنا آباؤنا علی امۃ وانا علی اشارہ مقلدون۔ ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انہیں کی راہ چلیں گے۔

اور باپ داداؤں کی یہ راہ چلنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مقلدین نے قرآن کی کھلی آیت اور متعدد صحیح حدیثوں کا یا تو انکار کیا یا انکی تحریف معنوی کی اور ان کا غلط مطلب بیان کیا اور

کہا جی ہے چنانچہ حرکت الانطلاق الفکری۔ میں ہے فان عالون علماء اہل الحدیث فی پنجاب وہو الشیخ محمد حسین ابن آلوی یذهب الی التعادون مع المحکومة الانجلیزین و یستثنی ظاہرا علی نظامہما (۱۷۱) یعنی پنجاب کے ایک محدث عالم محمد حسین بن آلوی انگریز گورنمنٹ کے ساتھ تعاون کرتے تھے اور کھلم کھلا پر اس کے نظام اور انتظام کی تعریف کرتے تھے۔

اور سنی اور اشری بھی انکو نہیں سمجھ پاتا ہوں اس وجہ سے کہ ابھی خود فرقہ غیر مقلد یہی طے نہیں کر پایا ہے کہ وہ سلفی ہے کہ اشری ویسے قبضان غیر مقلدین کا سینا موں پر ہے۔ یہی موجدین ہیں یہی اہلحدیث ہیں یہی محمدی ہیں یہی سلفی ہیں یہی اشری ہیں غرض چاروں طرف سے چھاپہ مار رہا ہے۔

اس طرح تصد اور عمدًا باب واداک کی پیروی میں یہ فرقہ سخت قسم کے گناہ کا مرتکب ہوا، اور انکی بے حسی اور بے دینی کا عالم یہ ہے کہ ان کو اس کا احساس بھی نہیں کہ ہم کون سے گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

آئیے اس عنوان پر گفتگو سے پہلے تھوڑی گفتگو اس سلسلہ کی بھی ہو جائے۔  
 امام ابن تیمیہ کا جو مقام خود غیر مقلدین کی جماعت میں ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، ابن تیمیہ اس سلسلہ قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں یہ ہے کہ کم از کم چہری نمازوں میں مقتدی کا کچھ پڑھنا خواہ سود و فائدہ ہی کیوں نہ ہو قطعاً جائز نہیں، اور اس سلسلہ میں اخلاف قرآن کی جس آیت سے استدلال کرتے ہیں امام ابن تیمیہ کا استدلال بالکل اسی آیت سے ہے، چنانچہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں،  
 قال دليل على الاول الكتاب ذاته والاحتياط

یعنی اس سلسلہ میں امام کے پیچھے مقتدی کو چہری نمازوں میں قرأت نہ کرنی چاہئے۔  
 کتاب اللہ سے بھی دلیل ہے سنت رسول اللہ سے بھی اور قیاس سے بھی۔ اور جو کتاب اللہ کی دلیل ہے وہ یہ آیت ہے۔

«اذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون» (قادی ۱۰۳)  
 یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر اللہ کی رحمت ہو۔  
 اس آیت کو ذکر کر کے ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وقد استغاض عن السلف انما نزلت في الصلاة (ایضاً)

بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ ابن تیمیہ ابن قیم اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کے ناموں کا استعمال (استعمال) جس طرح غیر مقلدین نے کیا ہے اور اس سے جتنا مالی فائدہ اٹھایا ہے اسکی نظیر ملتی بہت مشکل ہے۔ آج کل ہر غیر مقلد کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ابن تیمیہ ابن قیم اور محمد بن عبد الوہاب کی جماعت کا سب سے زیادہ وفادار ثابت کرے، خواہ اس کے لئے اپنے جذبات کا خون ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔



یعنی سلف سے یہ بات بطور شہرت کے منقول ہے کہ یہ آیت نمازیں قرآن پڑھنے کے بارے میں اتری ہے۔  
پھر ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وذكر احمد بن حنبل الاجماع على انها نزلت في ذلك (ایضاً)  
یعنی یہ بات کہ قرآن کی یہ آیت نماز کے بارے میں ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اس پر اجماع ہے  
اور پھر امام احمد کا یہ مسلک بیان کیا ہے۔

وذكر الاجماع على انه لا تجب القراءة على العامة حال الجهل (ایضاً)  
امام احمد یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر بھی اجماع ہے کہ حالتِ جبر میں مقتدی پر قرأت واجب نہیں۔  
یعنی امام اہلسنت احمد بن حنبل اور ابن تیمیہ علیہما الرحمہ جیسے جلیل القدر ائمہ کو یہ  
فرمائیں کہ قرآن کی اس آیت کا تعلق اس سے ہے کہ مقتدی کو کان لگا کر صرف سننا چاہیے  
اور خاموش رہنا چاہیے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے (امام احمد کے نزدیک) اور نہ حبانہ  
(ابن تیمیہ کے نزدیک) اور ابن تیمیہ بزور قوت یہ فرمائیں کہ۔

فتبين ان الاستماع الى قراءة القرآن امدول عليه القرآن دلالة قاطعة۔  
(فتاویٰ مین) یعنی یہ معلوم ہو گیا کہ امام کی قرأت کو کان لگا کر سننا وہ بات ہے جس پر قرآن  
کی قطعی دلیل قائم ہے۔

اور جب غیر مقلدین حضرات سے یہ کہا جاتا ہے کہ دیکھو قرآن کی اس واضح آیت کا  
انکار مت کرو اور اس پر عمل کرتے ہوئے قرأت خلف الامام سے باندھو تو ان کا  
جواب صرف یہ ہوتا ہے۔

بل نتبع ما القينا عليه اباؤنا۔

نہیں صاحب ہم تو صرف اسکی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے  
اور جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ باپ دادا کی پیروی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ  
کے مقابل میں حرام ہے جائز نہیں تو وہ بڑے مطمئن سے کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے

مقابلہ میں امام ابو حنیفہ امام شافعی امام مالک اور امام احمد بن حنبل کی تقلید شرک اور  
 حرام ہے نہ کہ ہمارے سلف میاں صاحب دہلوی، نواب صاحب بھوپالی اور حافظ عبد اللہ  
 صاحب غازی پوری وغیرہ کی۔ بہر حال غیر مقلدین نے اس مسئلہ قرأت خلف الامام میں  
 پچھری میاں کی اور بڑی جرأت کے ساتھ قرآن کی اس آیت کے واضح حکم کو ٹھکرا دیا ہے۔  
 اگرچہ اس سلسلہ کی احادیث تو ایک نہیں دسیوں حدیثوں اور بیسیوں آثار کا محض آبار  
 و بجاؤ کی پیروی میں انکار کر دیا۔ انا مشرونا لہ راجعون  
 مثلاً اس مسئلہ کی بڑی مشہور حدیث ہے۔

من كان له امام فقرأه الامام له قراءة۔

یعنی جس کا امام ہو تو امام کا پڑھنا اور قرأت کرنا مقتدی کا پڑھنا اور قرأت کرنا ہے۔  
 زاب مقتدی کو سورہ فاتحہ یا کچھ اور پڑھنے کی حاجت نہیں )  
 ابن تیمیہ اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں :

وهذا الحديث روى مرسلًا ومندا لكن اکثر الاثمة المتفاعة ودودة  
 مرسلًا عن عبد الله بن شداد عن النبي صلى الله عليه وسلم واستداه بعضهم  
 ودوا ابن ماجه مسنداً، وهذا المرسل قد عنده ظاهراً القرآن والسنة،  
 وقال به جماهير اهل العلم من الصحابة والتابعين ومثل هذا المرسل  
 يعتق به باتفاق الاثمة الاموية وقد نص الشافعي على جواز الاحتجاج بمثل  
 هذا المرسل۔ (فتاویٰ ج ۲۷۲)

یعنی اس حدیث کو لوگوں نے مرسل بھی روایت کیا ہے اور سند بھی لیکن ثقت  
 اماموں کی اکثریت اس حدیث کو مرسل ہی روایت کرتی ہے بعض نے اسکو سند بھی  
 روایت کیا ہے، ابن ماجہ نے اس کو سند ہی روایت کیا ہے اور (تہذیب و رسائل)  
 اس مرسل کی تائید ظاہر کتاب و سنت سے ہوئی ہے اور صحابہ و تابعین اور جمہور اہل علم  
 اسی کے قائل ہیں (کہ امام کی قرأت مقتدی کو کفایت کرتی ہے اور مقتدی کو امام کے



بیچھے کچھ پڑھنا درست نہیں ہے) اور اس طرح کے مرسل کے بارے میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ اس سے احتجاج کیا جائے گا، امام شافعی نے بھی اس طرح کے مرسل سے حجت پکڑنے کی تصریح کی ہے۔

یعنی یہ حدیث خواہ اسے مرسل تسلیم کر دیا مسند اور مرفوع بہر حال صحیح ہے۔ اور قابل احتجاج ہے تمام ائمہ حدیث بقول ابن تیمیہ اس طرح کے مرسل سے (اگر کسی کو مرسل ہی تسلیم کر لیا جائے) دلیل بھرتے ہیں، اور اس کی روشنی میں اکثریت صحابہ کرام اور تابعین عظام اور جمہور اہل علم کی اس بات کی قائل ہے کہ امام کے پیچھے کچھ پڑھنا درست نہیں۔

اس حدیث کے علاوہ صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کی بھی بڑی صاف اور واضح روایت موجود ہے۔ ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں۔

قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا وعلما صلواتنا فقال اقيموا صفوفكم ثم ليوم احدكم فاذا اكبر فكبروا واذ اقرأ فانصتوا۔  
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا، آپ نے ہمارے سامنے ہماری سنت کو بیان کیا اور ہمیں ہماری نماز سکھلائی، آپ نے نماز کے سلسلے میں فرمایا، تم لوگ اپنی صفوں کو سیدھی رکھو اور پھر تم میں کا کوئی ایک امامت کرے اور جب اہم تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن کی تلاوت شروع کرے تو تم خاموش رہو۔

ابن تیمیہ اس حدیث کے سلسلے میں فرماتے ہیں :

وهذا من حديث ابى موسى الطويل المشهور، لكن بعض الرواة مراد فيه على بعض منهم من لم يذكر قوله اذا قرأ فانصتوا ومنهم من ذكرها وهي زيادة من الثقة لا تخالف المراد بل توافق معناه ولهذا رواه مسلم في صحيحه (فتاویٰ مہذبہ)



یعنی یہ حدیث ابو موسیٰ اشعری کی مشہور طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے لیکن بعض راویوں نے اس میں کچھ اضافہ کیا ہے، چنانچہ کسی نے اذا قرأنا فاستمعوا لکون ذکر کیا ہے اور کسی نے اس کو ذکر نہیں کیا ہے لیکن جس نے اس زیادتی کو ذکر کیا ہے وہ ثقہ ہے (اور یہ ثقہ کی ایسی زیادتی ہے جو پہلے حد کی مخالفت بھی نہیں ہے بلکہ اس کے معنی کی مؤید اور اس کے موافق ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام مسلم نے اس کو اس زیادتی کے ساتھ اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ دیکھا آپ نے ابن تیمیہ کس صراحت کے ساتھ اس حدیث کی صحت کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور پھر اس حدیث کا اس زیادتی کے ساتھ نقل کرنا والا بھی کون ہے؟ امام مسلم جن کا درجہ اور جن کی کتاب کا مرتبہ امام بخاری اور ان کی کتاب صحیح بخاری کے بعد ائمہ حدیث اور کتاب حدیث میں سب سے اونچا ہے۔

غیر مقلدین حضرت سے کہا گیا کہ بھائی تسلیم کرو کہ رسول اللہ کی ان احادیث کو لیکن سب کا جواب نہ یہ حسین میاں دہلوی سے لیکر آج تک غیر مقلدین علماء کا بھی اور ان کے حامیوں کا بھی بس ایک تھا۔  
نہیں مانیں گے۔

پہلی حدیث کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ وہ مرفوع نہیں ہے مرسل ہے، حالانکہ ابن تیمیہ اس کو جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ صرف مرسل ہی نہیں بلکہ مرفوع اور مسند بھی بتلا رہے ہیں اور اگر مرسل ہی مان لیا جائے تو یہ ایسی مرسل ہے کہ بقول ابن تیمیہ اس طرح کے مرسل سے تمام اہل علم اور ائمہ حدیث نے استہجان کیا ہے، حتیٰ کہ امام شافعی جو حدیث مرسل کے قبول کرنے کے سلسلہ میں سب سے زیادہ محتاط ہیں انھوں نے بھی اس طرح کے مرسل کو قبول کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جمہور سلین اور جمہور صحابہ و تابعین کا یہ مذہب ہوا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا جائز نہیں یا کم از کم اولیٰ اور ہمزہ نہیں۔۔۔۔۔ مگر غیر مقلدین نہ ابن تیمیہ کی مانیں نہ ابن قیم کی نہ شہر آشوب کو مانیں نہ حدیث کو نہ جمہور صحابہ و تابعین کی بات مانیں اور نہ علمائے سلین کی اکثریت کو

اور نہ نہیں مانیں گے، کی ضد اور ہٹ جو روز اول سے رہی وہ آج تک ہے۔

ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم عشاۃ  
حالانکہ ابن تیمیہ صاف صاف فرما رہے ہیں :-

فان الانصاف الی قراءۃ القاری من تمام الاستمام بہ فان من قرأ  
علی قوم لا یسمعون لقراءۃ، لم ینکونوا موثمین بہ، وھنا ما یبین سکوۃ  
سقوط القراءۃ علی الماموم۔ (نفاذی بیچا)

یعنی امام کی قرأت کو خاموشی سے کان لگا کر سننا اسی سے امام کی لوری  
اقتدار ہوگی، اسلئے کہ جو امام کی قرأت کو خاموشی سے سنتے نہیں ہیں (اور  
پڑھتے رہتے ہیں) وہ امام کی اقتدار کرنے والے ہوتے ہی نہیں، اور اسی مقتدی  
سے قرأت کے ساقط ہونے کی حکمت کا یہ چلتا ہے۔

بہر حال عرض کرنا یہ ہے کہ غیر مقلدین نے پہلی حدیث کا بھی انکار کیا اور  
امام مسلم نے جو حدیث ذکر کی تھی اس کا بھی انکار کیا اور اس دوسری حدیث کے

لے وہی ابن تیمیہ جن کے بارے میں ضرورت کے وقت اور دیوبندیوں کے خلاف سلفیوں کے  
جذبات بھڑکانے کیلئے مجدد دین، کتاب و سنت کا سب سے بڑا عالم، محدث مفسر، امام  
مجتہد، سلفیت کا داعی وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتے ہیں (دیکھو الہ یونیدیہ کتاب کا مقدمہ) اور ایک  
غیر مقلد نے توان کے بارے میں اس حد تک غلو کیا کہ غضب ہی کر دیا لکھا ہے۔ میر القیسی ہے کہ  
ابن تیمیہ معلّم ثانی ہیں جو معلّم اول کے دین کی تجدید کرنے کے واسطے پیدا ہوئے تھے۔ (ابن تیمیہ بطل  
الاصلاح الدینی ص ۱۳۱) معنی آنحضرت معلّم اول تھے اور پھر ابو بکر صدیقؓ کچھ نہیں عمر فاروقؓ کچھ نہیں عثمان  
غنیؓ نظر سے غائب علی مرتضیٰؓ نے کچھ نہیں کیا، صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین نے بھی دین کی تجدید کے لئے  
کچھ نہیں کیا۔ اگر دین کا کچھ کام کیا تو آنحضرت معلّم اول کے بعد ابن تیمیہ معلّم ثانی نے صحابہ کی شان میں گستاخی  
غیر مقلدیت کا خاصہ ہے۔

انکار کی جو بنیاد بنائی یہی بعض الفاظ کا ابو موسیٰ اشعری کی حدیث میں زیادہ ہونا تو اس کو خود امام ابن تیمیہ نے ذکر کر کے یہ کہہ کر دھوا دیا کہ یہ جو زیادتی ہے وہ ثقہ کی ہے اور ثقہ کی زیادتی سب کے نزدیک (اگر اس میں کسی طرح کا تضاد یا اختلاف نہ ہو تو) مسلم ہے۔

خیر! ان دو حدیثوں سے تو انکار تھا ہی امام ابن تیمیہ نے ایک تیسری حدیث بھی ذکر کی ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا اکبر فکبر واد اذا قرأنا نصتوا واد الا احمد و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ۔

یہی حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ انا کو اس واسطے مقرر کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کی اقتدار کریں اس لئے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو تم خاموشی اختیار کرو۔ اس کو امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ، ان چاروں اماموں نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث جیسا کہ ابن تیمیہ نے اسی جگہ ذکر کر دیا ہے امام مسلم کے نزدیک بھی صحیح ہے۔

غیر مقلدین نے اس کو بھی قابل اعتبار نہیں سمجھا، اور یہ کہ خواہ کوئی بھی روایت کرے، خواہ امام مسلم ہی اسکی صحت کے قائل کیوں نہ ہوں، ہم نہیں مانیں گے۔ کیوں نہیں مانیں گے اس وجہ سے کہ ہمارے آباء و اجداد ائمہ بڑوں نے نہیں مانا ہے۔ پیروی تو ہم انھیں کی کریں گے۔

وانا علی اشارہ مقتدون

اس طرح غیر مقلدین نے محض آباء و اجداد کی پیروی میں قرآن کے ساتھ دسیوں حدیث اور بیسیوں آثار زعماء کا انکار کیا۔ اور انکار کی بنیاد محض آباء و اجداد کی پیروی اور ایسی تاویلات پر رکھی کہ جس سے عقل سلیم ابا کرے۔ اگر مجھے اس مسئلہ کو موضوع بنا کر لکھنا



ہوتا اور یہ گفتگو ضمناً نہ کر رہا ہوتا تو میں پوری تفصیل سے اس مسئلہ پر ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کے استدلال کی روشنی میں گفتگو کرتا۔ مگر بات زیادہ طویل نہ ہو اور یہ گفتگو ضمنی کی ضمنی ہی رہے میں اہل علم سے عرض کروں گا کہ اس مسئلہ کو سمجھنے اور حق کیا ہے اسکو معلوم کرنے کیلئے اور غیر متقلدین نے اس بارے میں جو ضد اور مٹ، کارویہ اختیار کر رکھا ہے، اور وہ جو بلا محابا صحیح حدیث کو رد کر دینے میں ذرا بھی خوف خدا نہیں کھاتے ان امور کو جاننے کے لئے کسی حنفی کی نہیں صرف ابن تیمیہ کی تالیفات اور کم از کم ان کے فتاویٰ کے بجلدات کا مطالعہ فرمائیں۔ اور خود غیر متقلدین علماء و اکابر کے یہاں قرأت خلف الامام کے وجوب کے سلسلہ میں جو دلائل ہیں ابن تیمیہ کے نزدیک وہ اگر ذرا بھی درخور اعتنا رہتے تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ہستی (خصوصاً غیر متقلدین کے یہاں) ایسی نہیں تھی کہ وہ ان سے صرف نظر کرتے اور ان کا مسلک ان احادیث و آثار کے خلاف ہوتا جن سے غیر متقلدین حضرات استلال کرتے ہیں۔

مثلاً غیر متقلدین کا سب سے اہم مسئلہ حضرت عبادہ بن صامت کی یہ حدیث ہے۔  
 لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب، یعنی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوئی ہے۔

یہ حدیث بخاری و مسلم اور دوسری کتابوں میں بھی ہے، اور بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے اور احناف اور ابن تیمیہ وغیرہ اس کا انکار بھی نہیں کرتے ہیں۔ ہاں وہ ضرور یہ کہتے ہیں کہ دیکھو! شر کے رسول کے صحابہ کا اس سلسلہ میں کیا فرمان ہے، ان کے نزدیک اس حدیث کا مطلب کیا ہے، صحابہ سے بڑھ کر آنحضور کے ارشادات کی تفسیر کرنے والا دوسرا کون ہو سکتا ہے، آپ کے فرمودات کو صحابہ سے زیادہ سمجھنے والا اور آپ کے ارشادات پر ان سے زیادہ عمل کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ صحابہ سے بڑھ کر اتباع نبی کا دعویدار امت مسلمہ میں کوئی اور گروہ بھی ہے؟ اگر نہیں ہے، اور یقیناً نہیں ہے تو اس سلسلہ میں صحابہ کرام جو فرمائیں مان لو، اور آباء و اجداد کی پیروی میں صحابہ کی بارگاہ میں

گستاخی کا اور مکابہت کرو۔  
 دیکھو موطائیں وہب بن کیسان سے امام مالک روایت کرتے ہیں۔  
 انہم سمع جابر بن عبد اللہ یقول : من صلی رکعة لعرقاً فیہا لعل  
 الاوراع والامام۔ (فتاویٰ مبینہ)

یعنی وہب بن کیسان فرماتے ہیں کہ انھوں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا ہے کہ وہ  
 کہتے تھے کہ جس نے کوئی رکعت ادا کی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوئی  
 انویہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ اور امام مالک ہی کی یہ روایت بھی ہے۔

عن نافع ان عبد اللہ بن عمر اذا سئل هل یقرأ خلف الامام؟ یقول اذا  
 صلی احدکم خلف الامام تجزئہ قراۃ الامام واذا صلی وحده فلیقرأ (ایضاً)  
 یعنی نافع فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر سے جب یہ پوچھا جاتا کہ امام کے پیچھے قرأت  
 کی جائے گی؟ تو آپ فرماتے کہ جب امام کے پیچھے کوئی نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کو  
 کافی ہوتی ہے اور جب کوئی تنہا نماز پڑھے تو اسے قرأت کرنی چاہئے۔  
 اور نافع ہی کا یہ قول بھی امام مالک نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر امام کے پیچھے فاتحہ  
 نہیں پڑھتے تھے۔ (ایضاً)

اور امام مسلم اپنی صحیح میں عطاء بن یسار کا یہ قول ذکر کرتے ہیں۔

عن عطاء بن یسار انہ سأل زید بن ثابت عن القراءة مع الامام

فنقال لا قراءة مع الامام فی شئ (ایضاً)

یعنی عطاء بن یسار نے زید بن ثابت سے پوچھا کہ امام کے ساتھ قرأت کی جائیگی؟  
 تو آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کچھ قرأت نہیں ہے۔

اور امام بیہقی نے ابوداؤد کے نقل کیا ہے کہ:

ان رجلاً سأل ابن مسعود عن القراءة خلف الامام فنقال :

انصت فان فی الصلوة شغلاً وسکفات ذالک الامام (ایضاً مبینہ)



یعنی ایک آدمی نے عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا کہ کیا امام کے پیچھے قرأت کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا امام کے پیچھے خاموش ہو، اسلئے کہ نمازیں وعظیان لگانا ہے اور امام کا پڑھنا تمہارے لئے کافی ہوگا۔

ان آثار صحابہ کو ذکر کرنے کے بعد ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

وابن مسعود بن ثابت ہما فقیہا اهل المدينة و اهل الكوفة

من الصحابة دعى كلاهما تنبيه على ان المانع انفسهما لقراءة الامام (ایضا)

یعنی ابن مسعود اور زید بن ثابت ان میں کا ایک اہل مدینہ کا فقیہ ہے اور دوسرا اہل کوفہ کا، اور ان کے کلام میں یہ تنبیہ ہے کہ قرأت نہ کرنے کی وجہ اور اس سے مانع یہ ہے کہ امام کی قرأت کو سنا اور خاموش رہنا مقتدی کا وظیفہ ہے۔

غرض ان آثار صحابہ سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکورہ بالا جس سے غیر مقلدین قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں استدلال کرتے ہیں اس کا تعلق صرف منفرد سے ہے۔ مقتدی اس سے خارج ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

ومعلوم ان النهی عن القراءة خلف الامام في الجهر متواتر عن الصحابة

والتابعين ومن بعدهم (ایضاً ص ۲)

یعنی یہ بات معلوم ہے کہ حالت جہر میں قرأت خلف الامام سے منع کرنا صحابہ تابعین اور بعد کے لوگوں کے متواتر ثابِت ہے۔ اور یہ کہ :

وايضاً نفى اجماع المسلمين على انه فيما زاد على القاعات يومياً بالاجماع

دون القراءة دليل على ان استماعاً لقراءة الامام خير من قراءته معه بل على

انما مأمور بالاستماع دون القراءة مع الامام (ایضاً ص ۲)

یعنی اس پر مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہے کہ فاتحہ سے زائد کے سلسلہ میں مقتدی کے ذمہ صرف سننا واجب ہے اس میں یہ دلیل ہے کہ امام کی قرأت کا سننا (خواہ فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ) اس کے ساتھ قرأت کرنے سے زیادہ بہتر ہے بلکہ اس پر بھی



دلیل ہے کہ مقتدی صرف سننے کا نامور ہے امام کے ساتھ پڑھنے کا اسے حکم نہیں۔

بہر حال عرض کرنا یہ ہے کہ جب صحابہ جو آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست استفادہ کرنے والے ہیں انکی توضیح و تشریح سے معلوم ہو گیا کہ "لاھلواۃ" والی حدیث کا تعلق جو من مسئلہ خاص میں غیر مقلدین حضرات کا ادارہ ہے صرف منفرد سے ہے امام کے ساتھ جو نماز میں شامل ہو اس سے اس کا متعلق نہیں تو ازراہ دیانت انصاف و از روئے عقل سلیم غیر مقلدین کو صحابہ کی اس توضیح و تفسیر کو قبول کر لینا چاہئے تھا۔ اس کا نائدہ یہ ہوتا کہ رسول اللہ کی سنت کو ترک کرنے یا رد کرنے کا الزام ان پر نہ آتا، اور جمہور کے خلاف قول اللہ و رسول اختیار کرنے کی بات سے ان کا دامن بچا رہتا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کتاب اللہ کے چھوڑنے یا اس کی غلط تائید و تفسیر کے الزام سے وہ اپنے آپ کو بچا لیتے۔۔۔۔۔ لیکن میں کیا عرض کروں کہ جو لوگ دعوائے غیر مقلدیت کے باوجود آیا نو اجداد کی پیروی کا علاوہ اپنی گردن میں ڈالے ہوئے ہیں اور تقلید جاہلی کے شدید شکار ہیں۔ اور جن کا بالکل یہ حال ہو گیا ہے کہ :

اتخذوا احبارہم درہبانہم ادبایا من دون اللہ۔

انھوں نے یہودیوں اور نصرانیوں کی طرح اپنے علماء و احبار کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا ہے۔

۱۔ یہاں ایک لطیفہ ذکر کئے بغیر آگے نہیں بڑھا جاتا۔ مولانا مقتدی حسن ازہری جامعہ سلفیہ بنارس کے ایک موقر استاد ہیں اور موجودہ وقت میں غیر مقلدیت کی کھیتی میں پانی دینے میں سب سے آگے ہیں، احناف کے خلاف مضامین والی کتابوں کی تقریب (غربی میں ترجمہ کرنا) آپ کا خاص مشغلہ ہے ہندوستان میں غیر مقلدیت کا جھنڈا سب سے اونچا دیکھنا چاہتے ہیں۔ انھیں نے مولانا اسماعیل سلفی کی زبردستی کتاب جو خاص احناف کے رد میں ہے اس کا غربی میں ترجمہ تقریباً پانچ سو صفحات میں بڑی محنت اور عرق ریزی سے کیا ہے۔ جب اس کتاب کا پہلا ایڈیشن طبع ہوا تو عام مصنفین کی تقلید میں انھوں نے غالباً اسکو

انہوں نے صحابہ کرام کے ان آثار و اقوال سے جان چھڑانے کیلئے اس اصول کا اختراع کیا۔

افعال الصحابة رضي الله عنهم لا تتخص للاحتجاج لها۔

(نذیر حسین دہلوی بحوالہ سیرت شریف ص ۱۹۷)

یعنی صحابہ کے افعال سے حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ (اور عرف الجاری میں نواب صاحب فرماتے ہیں :

آرے اگر سخن بہت در قبول رائے ایشان نہ روایت۔ (ص ۲)

یعنی اگر کلام ہے تو صحابہ کرام کی رائے قبول کرنے میں کلام ہے نہ کہ روایت۔

اپنی بیوی کے نام منسوب کیا۔ اس پر ان کے کسی درست یا عالم نے تنبیہ کی کہ یہ حرکت غیر مناسب اور بدعت ہے اور ہمارے علماء اور شیوخ اسکو اچھا نہیں سمجھتے ہیں، پھر کیا ہوا مقتدی حسن ازہری کے الفاظ ہیں۔

دون الاطلاع على دليلهم في ذلك الغيت عنوان الاصل او عبارتاً، یعنی اگرچہ

مجھے اس سلسلہ میں ان کی دلیل کیا ہے اس کا علم نہیں پھر بھی میں نے انتساب کے عنوان اور اس کی

عبارت کو حذف کر دیا۔ اللہ اکبر! علماء و اجار کی تقلید ہو تو ایسی دلیل کا یہ نہیں مگو علماء و اجار نے

کتاب کے انتساب کی عادت کو مکروہ اور مبغوض سمجھا تو محض کئی تقلید میں عبارت کو حذف کرنا اور انتساب

کے عنوان کو ختم کرنا اس غیر مقلد عالم پر ضروری ہو گیا۔ اگر بلا دلیل امام ابو حنیفہ کی بات مانو تو حرام اور شرک

امام شافعی امام مالک، امام احمد بن حنبل کی بات انکے علم و فضل پر افتاد کرتے ہوئے مان لو تو سب سے بڑا

گناہ مگو انکے مشائخ بیوریت اور شامیت کے ایسے مقام پر فائز ہیں کہ یہ جو کہیں اگرچہ بلا دلیل

اور اگرچہ ان کے دلائل کا علم نہ ہو مگو اس کا ماتنا ضروری اور رہی گے پھر بھی یہ فالس موجد اور خالص

غیر مقلد، میں کہتا ہوں کہ پہلی طباعت میں انتساب والا مقل نہ بہت تھا نہ گناہ مگو آ بار و جدار کی تقلید

میں یہ۔ انوار، والا دوسرا مقل جو کیا گیا ہے اور دلیل و حجت کے علم کے بغیر، یہ نہ ہی غیر مقلدیت

میں یقیناً حرام اور شرک ہے۔



اور نواب صاحب اسی مسئلہ قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں :-

وحدیث جابر درین باب قول جابر است و قول صحابی حجت بنیامند (مت)  
یعنی مسئلہ قرأت خلف الامام میں قرأت کے عدم جواز کے بارے میں حضرت  
جابر کی جو حدیث ہے وہ حضرت جابر کا قول ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں۔ اور ان  
غیر مقلدین نے محض اتباع ہوائی کی خاطر دلائل شرعیہ کے سلسلہ میں اپنا مسلک یہ  
نہرا دیا کہ :

اولاً دین اسلام دلت حقہ خیر الانام منحصر در دو چیز است یکے کتاب عزیز و دیگر  
سنت مہرہ (مت) یعنی مذہب اسلام میں دلائل کثیرہ صرف دو چیز میں منحصر ہے ،  
ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ ۔

اور اسی بات کو نواب وحید الزماں حیدر آبادی نے بھی اپنی کتاب پدیۃ المہدی  
میں لکھا ہے ۔ اصول الشریعۃ اثنتان الکتاب والسنة ، (مت)

یعنی شرعی اصول صرف دو ہیں ۔ کتاب اور سنت ۔ غرض صحابہ کے اقوال  
واقفال کو تو غیر مقلدین نے ایک قلم یوں بہا ، منسوخ کر دیا کہ صحابہ کے اقوال افعال  
کے حجت ہونے ہی سے انکار کر دیا ۔ اور ابن تیمیہ وغیرہ نے جو قرأت خلف الامام کے عدم  
جواز پر اجماع سے استدلال کیا تھا تو یہ کہہ کر جان پھڑالی کہ اجماع شریعت میں کوئی چیز  
ہی نہیں ۔ ۔ نہ رہے باتیں نہ یا بجے بالشری ۔

چنانچہ نواب صاحب بھوپالی اجماع کے خلاف عرف الجاوی میں یہ زہر اگلے  
ہیں ۔ ۔ ۔ ہم نے اپنے اس رسالہ (عرف الجاوی) میں مسائل  
اجتماعیہ سے استہانہ کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے ۔ اسلئے ضرورت ہے کہ اس رسالہ  
میں اجماع کی حقیقت سے پردہ اٹھا دیا جائے جس کی ہیبت لوگوں کے دلوں میں  
بیٹھ گئی ہے ۔ اور جب یہ بات معلوم ہے کہ اجماع شریعت میں کوئی چیز نہیں تو  
اسی سے قیاس کی بھی حقیقت ظاہر ہو گئی جس کو لوگوں نے چوتھی دلیل بنا لیا ہے ۔ (عرف الجاوی)



اس طرح غیر مقلدوں نے اجماع قیاس اور صحابہ کے اقوال و افعال تمام سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور پھر مادرِ پرہیز اور جو چاہا کہا اور جو چاہا کیا اب ان کی زبان و قلم پر کون یا بندی لگانے والا ہے۔

یابندی تو اس وقت لگتی جب کتاب و سنت کی ان کی من مانی شرح کے مقابلہ میں صحابہ کے قول و فعل اور عامہ مومنین کے مسلک کو ان کے سامنے بیان کیا جاتا اور ان سے یہ کہا جاتا کہ دیکھو تم نے اپنی عقل کا گھوڑا دوڑا کر جو فلاں حدیث اور فلاں آیت کا مطلب بیان کیا ہے یہ اس مطلب اور مفہوم کے خلاف ہے جو صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین اور اسلاف امت نے سمجھا ہے۔

اب جب کہ غیر مقلدین کا یہی مسلک بنا کہ نہ مسلمان کا اجماع حجت اور نہ صحابہ کے اقوال و افعال حجت اور دلیل دی ہے جو آزادی رائے، اور غیر مقلدیت کے یہ متوالے اپنائیں تو اب بتلائیے کہ ان آزاد خیال لوگوں کا کوئی مقابلہ کیسے کر سکتا ہے۔ غیر مقلدین نے صحابہ کے اقوال و افعال کے اتباع اور اقتدار و اجماع کا انکار کر کے آزادی رائے اور بے راہ روی کے ذریعہ جو بھی فائدہ اٹھایا ہو مگر اس سے وہ خدا کی اس عظیم بشارت سے تو محروم ہو ہی گئے۔

السابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان  
رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لهم جنت تجری من تحتها الانهار خالدین  
فیہا ابدا ذلک الفوز العظیم۔

مہاجرین و انصار میں سے جو سابقین اولین ہیں اور جو ان کے مطیع اور مددگار ہیں ان کے لئے جنت ہے اور یہ لوگ اللہ سے راضی ہیں۔ ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور قرآن کی اس وحید میں آرہی ہے۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویقتع غیر سبیل المومنین

تولہ فالتولی و تاملہ جہنم -

یعنی جو رسول سے اختلاف کرے گا جب کہ کھل چکی ہے اس پر سیہ می راہ اور مومنین کی راہ کے علاوہ راہ چلے گا تو ہم اسکو وہی حوالہ کر دیں گے جو اس نے اختیار کیا ہے اور اس کو جہنم میں پہونچا دیں گے۔ کتاب و سنت سے اعراض اور حق سے انکار کا یہ سلسلہ غیر مقلدین نے رد زائل ہی سے اپنایا۔ لیکن تاہم نہ حق چھپنے والا ہے اور نہ کتاب و سنت سے اعراض اور اجتماع کے انکار اور صحابہ کی اقتدار و اتباع سے فرار کی راہ اختیار کرنے کے بعد کوئی اپنی عزت و آبرو بچا سکتا ہے۔

اسی قرأت خلف الامام والے مسئلہ کے سلسلہ میں دیکھئے ہو کیا اور آخر حق کا بارود سر پر چڑھ کے بولا کیسے اور خود غیر مقلدیت کے قلم سے اس حق کی تائید اور اسکا اظہار کیسے ہوا۔ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ مولانا محمد اسماعیل سلفی دزیر آبادی کی ایک نہایت گندی زیر بلی اور احناف اور علمائے دین کے خلاف عفتوت سے بھری کتاب کا ترجمہ حرکت الانطلاق الفکری و جہود الشاہ ولی اللہ فی التجلید کے نام سے مولانا مقتدی حسن ازہری استاد جامعہ سلفیہ بنارس کے قلم سے عربی میں ہوا ہے۔

کتاب کے مؤلف کے بارے میں خود مترجم نے اور غیر مقلد جماعت کی مشہور شخصیت مولانا جلیل الدین مبارکپوری نے بڑے اور پختے الفاظ استعمال کئے ہیں مولانا امین اہل کے بارے میں مقتدی حسن ازہری فرماتے ہیں۔

۔۔۔ بیسویں صدی کے ممتاز اور مشہور سلفی علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ معاصرین کا اتفاق ہے کہ کتاب و سنت میں آپ کو امامت کا درجہ حاصل تھا۔ بہترین مصنف تھے۔ معلومات آپ کی بڑی وسیع تھیں فکر آپ کا بڑا روشن تھا۔

اس امام کتاب و سنت نے اپنی اس کتاب میں قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے وہی حدیث جس کا ذکر امام ابن تیمیہ نے بھی کیا ہے میسنی من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ کے بارے میں غیر مقلدین کی عادت کے

مطابق نہایت چھوٹا انداز میں یہ بک مارا کہ ان ہذا الحدیث ضعیف باتفاق  
 الاثمة وله يصح له طریق (ص ۱۸) معنی یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کے  
 ضعیف ہونے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے اور اس کی کوئی سند صحیح نہیں۔

حدیث رسول کے سلسلہ میں ان کی جرأت و بے باکی کا عالم یہ ہے کہ کس بے شرمی اور  
 بے حیائی کے ساتھ اس صحیح پر ضعیف ہونے کا حکم لگا دیا۔ یہ تو ان کے اماموں کا حال ہے۔

اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ اس جماعت کے مقتدیوں کی جرأت و بے باکی اور کتاب سنت  
 سے ان کی بیزاری کا کیا عالم ہوگا اور ان کا عدم تقلید اور آزادی رائے کے نام پر یہ کیا کچھ نہ کر گزریں گے۔

بہر حال۔ اس کتاب کے شروع میں دو عرب عالموں کا بھی مقدمہ ہے۔ ان میں  
 سے ایک شامی عالم ہیں وہ بھی غیر مقلد اور ناصر الدین ابیانی کے شاگرد، ان کا نام استاذ اہل

ہے۔ استاد چونکہ عرب ہیں مہانت جن کا شیوہ نہیں اور حقیقی بات کہنا عربوں کا معروف مزاج  
 ہے۔ چنانچہ جب اس موقع پر اسماعیل سلفی نے اپنی غیر تقلیدیت اور آبار و اجداد کی تقلید جامد

کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حدیث کی اس بے باکانہ اور غیر علمی اور سنجیدہ انداز میں تضعیف  
 کی تو یہ عرب غیر مقلد عالم بھرک اٹھا اور اس نے اسماعیل سلفی و زبیر آبادی کے اس غیر محتاط اور بیباکانہ

اور غیر علمی انداز تضعیف پر ایک مفصل نوٹ لکھا جو اس کتاب کے حاشیہ پر موجود ہے۔  
 اس نوٹ کی اصل عربی عبارت نقل کرنے اور پھر اس کا ترجمہ کرنے میں تو بات بڑی طویل

ہو جائے گی اس وجہ سے میں یہاں صرف اس عبارت کا حاصل مطلب ترجمہ کر رہا ہوں۔  
 جن کو اصل عربی عبارت دیکھنی ہو وہ اس کتاب کا صفحہ ۱۸ دیکھ لیں، استاذ علی فرماتے

ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث پر علی الاطلاق عدم صحت کا  
 حکم لگا دینا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس حدیث کی متعدد سندیں صحیح ہیں۔ محدث شیخ

ناصر الدین ابیانی نے اپنی کتاب صفحہ الصلوة میں ص ۱۸ میں اس کو ذکر کیا ہے، شیخ  
 ناصر الدین وہاں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ و ارقطنی ابن ماجہ و طحاوی،  
 اور امام احمد نے متعدد سندوں سے ذکر کیا ہے جن میں مرفوع سندیں بھی ہیں اور اس کی



اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اس کو قوی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فروع ابن عبد البرہادی میں مذکور ہے، اور اس کی بعض سندوں کی تصحیح بوسیری نے بھی کی ہے اور اس نے اصل، اور پھر۔ اور الدلیل۔ میں اس پر مفصل گفتگو کی ہے اور اس حدیث کے طرق کا تتبع کر کے ان کو ذکر کیا ہے۔ (ناصر الدین ابانی کا کلام تمام ہوا)

یہاں سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہوگئی جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور پھر یہ دعویٰ کرنا کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے یہ تو بالکل باطل ہے۔ ابھی میں نے بعض ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اس حدیث کے صحیح ہونے کے قائل ہیں۔ (الانطلاق الفکری ص ۶۷)

اور جب کہ یہ حدیث صحیح قرار پائی اور جامعہ سلفیہ کے کسی محدث اور کسی مؤلف نے اس پر کوئی اعتراض اور کوئی کلام نہیں کیا، اور اس عرب غیر مقلد عالم کے دعویٰ صحت پر کوئی تلخیر نہیں کی تو گویا انہوں نے زبان حال سے خود بھی اس حدیث کی صحت کا اعتراف کر لیا۔ اور جب غیر مقلدوں کی جماعت نے اس حدیث کی صحت کا خود بھی اعتراف کر لیا تو جیسے قرأت خلف الامام کا مسئلہ کسی حد تک طے تو ہوا، اب غیر مقلدوں میں حیا ہوگی تو اس طرح کا چیلنج نہیں کریں گے۔

تمام دنیا کے حنفی حضرات کو کھلا اور انعامی چیلنج دیا جاتا ہے کہ جیسا کہ ہم اہلحدیث امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوعہ صریح صحیح حسن سے دکھاتے ہیں ایسا ہی وہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوعہ صریح صحیح حسن سے میدان مناظرہ میں دکھادیں تو ہم ان کو اس حق محنت و ادہمت تمنعہ صداقت کے صلہ میں فاتحہ کے ہر حرف کے بدلے میں مبلغ ایک سو روپے دینے کو تیار ہیں۔ (اہلحدیث بلغۃ فصل الخطاب ناشر کتب خانہ اہلحدیث کراچی)

## خاتمہ کلام

ناظرین کرام !

آپ کے سامنے یہ تقریباً پانچ سو مسائل ہیں اور اگر مجھے اس کتاب کی صفحہ پر نشان نہ لگتی تو ابھی میں اس قسم کے اس سے دو گنا سہ گنا مسائل ذکر کر سکتا تھا، مگر جیسا کہ میں نے اس کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے، مجھے صرف یہ نمونہ دکھلانا مقصود ہے کہ غیر مقلدین حضرات جو زیر علم خود المحدث اور سلفی ہیں اور جن کا اپنے بارے میں دعویٰ ہے کہ وہ کوئی بات کتاب و سنت اور سلف کے طریقے سے ہٹ کر نہیں کہتے اور ان کا عمل ہر صحیح حدیث پر ہوتا ہے، اور کتاب و سنت کے صریح احکام کو وہ کسی جائز یا ناجائز مسائل سے چھوڑنے کو حرام سمجھتے ہیں، وہ اپنی ان باتوں میں کہاں تک پہنچے ہیں۔

آپ نے دیکھا کہ میں نے جو انکی معتبر کتابوں سے مسائل بیان کئے ہیں ان مسائل میں ان کا رویہ کیا رہا ہے، کتاب و سنت اور سلف کے طریقہ پر انکے چلنے کا دعویٰ کس حد تک درست ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ غیر مقلدین حضرات کے پاس ان مسائل میں کوئی دلیل نہ ہوگی یا وہ کتاب و سنت سے ان کی تائید حاصل نہیں کر سکتے، یا سلف میں یہ ڈھونڈ لہ کر اپنا کوئی حمایتی پیش نہیں کر سکتے، مگر اس سے ان کے اس دعویٰ کو کوئی خاص تقویت نہیں پہنچ سکتی کہ ہمارا کسر ہر صحیح حدیث کے سامنے جھکا ہے۔

اور یہ کہ

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار : مت دیکھ کسی کا قول و قرار

کتاب و سنت سے دلیل ہر فرقہ پیش کرتا ہے، قادیانی بھی، شیعوں بھی، بریلوی بھی اور زمانہ حال کے مستبدین کی جماعت مودودی حضرات بھی، مگر کیا ان حضرات کے دلائل میں کوئی وزن ہوتا ہے۔

اہل حق تو یہ دیکھتے ہیں کہ سلف کا مذہب کیا رہا ہے، جمہور امت نے دین کو کس انداز پر سمجھا ہے، صحابہ کرام جو مدرسہ نبوت کے تلامذہ اول ہیں انہوں نے مسائل دینیہ میں اپنی رائے کیا بیان کی ہے، یقیناً حق وہی ہوگا جو صحابہ کرام کریں اور سمجھیں اور جس کو جمہور امت کی تائید حاصل ہو، اس لئے کہ اس دور قن میں خواہ کوئی کتنا بڑا بھی اپنے کو مجتہد بنے مگر دین کی فہم اور خدا و رسول کے احکام اور سنت رسول پر عمل کرنے کے بارے میں انکی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا، ائمہ کرام اور فقہائے عظام نے دین کو صحابہ کرام کی فہم اور ان کے عمل کی روشنی میں سمجھا تھا۔ اس وجہ سے ان کے علم و عمل میں خیر و برکت تھی اور اللہ نے انکو مقبولیت و محبوبیت کا وہ مقام عطا کیا کہ بقول ابن تیمیہ :

ان المذاهب الاربعہ قد طبقت المشرق والمغرب

مذہب اربعہ نے مشرق و مغرب کو ڈھانک لیا۔

آج پوری دنیا میں انہیں چاروں مذاہب کی گونج ہے، اگرچہ سنت اللہ کے مطابق ہر خیر کے مقابلہ میں شر کا وجود رہتا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ رہے گا، اور ایمان کے ساتھ کفر ٹکراتا رہے گا اور طاعت کے ساتھ معصیت کی پنچہ آزمائی رہے گی اور ہدایت کے ساتھ ضلالت بھی بالکل ختم نہیں ہو جائے گی، اور حق کے ساتھ باطل کی مسرکہ آرائی کا سلسلہ چلتا رہے گا۔

مگر

منصور و موفّق اور مسعود و مسمیوں وہی جماعت رہے گی جو صحابہؓ کے طریقہ پر ہوگی۔ اور جو سلف کے دامن کو تھامے رہے گی، جو امت کے سوا داء عظیم کے



نقش پاکی پیروی کو قی ر ہے گی۔ جس کے ہاتھ میں کتاب و سنت کا پرچم ہوگا،  
اور جو دین اور فہم دین کے سلسلہ میں صحابہ کرام کی بابرکت جماعت کو بنظر استخفاف  
نہیں دیکھے گی جہان کا دامن مضبوطی سے تھامے رہے گی۔ اور جس کا نظریہ  
اس بابرکت جماعت امتلا مذہ مدرسہ نبوت کے بارے میں حسن عقیدت اور  
محبت کا ہوگا اور جو ان کے بارے میں اس طرح کی گہر بار یوں، گل آفتابیوں  
اور لہن ترانیوں سے پر ہیز کرے گی۔

”قول صحابہ حجت نیست۔“

صحابہ کا قول حجت نہیں ہے۔

”وافعال الصحابة لا تتقضى للاحتجاج بها۔“

صحابہ کرام کے افعال سے حجت قائم نہیں ہو سکتی۔

اور

حضرت عمرؓ نے کھلے کھلے موٹے موٹے ان روزمرہ کے مسائل میں غلطی کی۔  
صحابہ کرامؓ کے بارے میں شیعوں والایہ عقیدہ اور نظریہ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں  
یہ گستاخانہ اظہار خیال، غیر مقلدوں کو مبارک، ہم اس خیال سے بھی پناہ  
مانگتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں اس طرح کی باتیں کہیں یا سوچیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں :

اگر کسی کو اقتداء کرنی ہو تو صحابہ کرامؓ کی اقتدار کرے، یہ لوگ پاک دل،  
گہرے علم والے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ امت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرامؓ کی جماعت  
میں علم کے اعتبار سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بڑھ کر کوئی دوسرا نہیں تھا۔  
خود انھیں حضورؐ کا ارشاد تھا کہ میرے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کرو۔

جن نفوس قدسیہ کا دین میں یہ مقام ہوا ان کے بارے میں گستاخ بن جانا اور ان پر

یہ اعتقاد ہی اور بے اعتباری ظاہر کرنا، یہ گمراہی ہے، یہ ضلالت ہے، یہ رافضیت ہے، یہ شیعیت ہے یہ دین و ایمان کی موت ہے، ہم اللہ سے اس شر سے ہزار بار پشناہ مانگتے ہیں۔

ائمہ دین اور اسلاف امت کے بارے میں بد زبانی غیر مقلدین حضرات کا خاص مزاج ہے۔ یہ دین کے وہ "خدام" ہیں کہ جب تک ائمہ دین و اسلاف امت اور فقہائے کرام جو دین کے بہترین شارح اور ترجمان تھے اور جن کی جدوجہد مجتہدانہ بصیرت اور علمی تہ تک و تازہ کتاب و سنت کے علم و معارف کے دریا میں بہے کے بارے میں گستاخی نہ کر لیں اور انکو دو چار سنا نہ لیں انکے پیٹ کا کھانا ہضم نہیں ہوتا اور ان کا قراقرظ انھیں نہ بچھین کئے، سنا ہے، مگر شاید یہ خدائی انتقام سے بے خبر ہیں، اللہ کے ولیوں سے دشمنی رکھنے والوں کا انھیں انجام معلوم نہیں، یہ نہیں جانتے کہ اللہ کے ولیوں سے محاربہ خود اللہ سے محاربہ ہے، اور اللہ سے جنگ کر کے کوئی جیت نہیں سکتا وہ دنیا میں بھی مردود ہوگا اور آخرت میں تو اس کا مردود ہونا کتاب و سنت کی روشنی میں دو اور دو چار کی طرح سے واضح ہے۔

## خدائی انتقام غیر مقلدوں کا عبرت فیزا انجام

غیر مقلدین اور ان نام کے اہلحدیثوں نے اپنے وجود کے زمانہ سے لیکر آج تک یہی کیا ہے، صحابہ کرام، اسلاف امت، ائمہ دین، فقہائے شریعت اور محدثین کرام کے بارے میں انکی سب و شتم اور انکی ناگفتیاں حد سے متجاوز رہی ہیں خدا ان کی حرکتوں کو دیکھ رہا تھا اور آخر وہ خدا کے انتقام میں اس دنیا ہی میں آگئے اور خود غیر مقلدین کی جماعت سے ایک ایسا پر جوش، موجد اعظم اٹھا جس نے زمانہ حال کے ان تمام "اہلحدیثوں" کے بد دین اور گمراہ ہونے کا فیصلہ صادر کر دیا، بلکہ اس نے یہ صاف صاف فیصلہ سنایا کہ اہلحدیثوں کا موجودہ طائفہ "ناجائز نکاح سے تولد

شدد ہے۔ اور الحمدیث خاندانوں میں جو انکی منکوحات میں ان میں سے بر شتر  
 ناجائز نکاح کے ساتھ ہیں۔ اور ان خاندانوں میں ان کے ساتھ زنا کا فعل  
 ہو رہا ہے، اور جو ان کے اولاد پیدا ہو رہی ہے یا اب تک ہو چکی ہے وہ صحیح  
 النیب نہیں بلکہ حرامی ہے، اور یہ زنا اور حرام کاری کا فعل اس وقت  
 تک جاری رہے گا اور یہ غیر فصیح النیب اور حرامی اولاد اس وقت تک پیدا  
 ہوتی رہے گی جب تک موجودہ الحمدیث کا طائفہ اپنے ان نکاحوں کی تجدید  
 نہیں کرانا جو ناجائز ہوئے ہیں۔

ان بطش ربك الشدید

الحمدیث اور اہل توحید کی صف میں سے ایک صاحب ہیں  
 مولانا مولوی ابوالشکور عبدالقادر خطیب جامع مسجد گنگا ضلع حصار  
 انھوں نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ رسالہ کا نام ہے۔

سياحة الجنان بمنالكحة اهل الایمان

اس رسالہ کے ٹائٹل پر پہلے تو یہ آیت لکھی ہے۔

ولا تتكحوا الشراكات حتی یومن، اس کا ترجمہ انھوں نے کیا ہے۔  
 یعنی شرک کر نیوالی عورتیں جب تک شرک نہ چھوڑیں ان سے نکاح مت کرو۔  
 اس کے بعد اسی ٹائٹل پر انکی یہ عبارت ہے۔

”بہت ہی کم ایسے اہل توحید، الحمدیث، اہلسنت و جماعت ہونگے  
 جو خدائے تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوں گے، اپنا یا اپنے کسی عزیز  
 کا نکاح کسی موعده لڑکی سے کرتے ہوں گے اور اپنی یا اپنے کسی عزیز کی  
 دستار لڑکی کا نکاح کسی موعده متبع سنت لڑکی سے کرتے ہوں گے، ورنہ  
 اکثر توحید، اتباع سنت کا دم بھرنے والے حضرت خدائے تعالیٰ کے  
 اس فرمان کی کچھ پرواہ نہیں کرتے، بدین مشرک مبعده عورتوں سے



نکاح کر لیتے ہیں، اور مشرکوں بے دینوں، بدعتیوں کے حوالے اپنی  
دیندار لڑکیاں کر دیتے ہیں جو پہلے درجہ کا ظلم بے انصافی اور بے غیرتی  
ہے۔

اور اس کے بعد اصل رسالہ کے مسئلہ پر یہ عنوان ہے اور اس کے تحت یہ عبارت ہے:  
- آدم بر سر مطلب۔ جب یہ امر روشن ہو چکا کہ حق مذہب المہدیث ہے  
اور باقی جہنمی ہیں تو ائمہ شیوخ پر واجب ہے کہ ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں اور  
ان سے خلا ملنا، اختلاط میل جول، دینی تعلقات نہ رکھیں یعنی باطل مذہب والوں کے  
بچے نماز نہ پڑھیں اور ان کے جنازہ میں شامل نہ ہوں ان سے سلام نہ کریں، ان سے  
مناکحت نہ کریں نہ انکو اپنی لڑکیاں دیں اور نہ ان سے لیں۔

- یہ قادیانیوں کے اصول ہیں جو حدیث بھائیوں پر انہماک افسوس کرتا ہے کہ وہ  
بادجو اپنے مذہب کو حق پر سمجھنے کے اور دوسرے تمام فرقوں کو گمراہ اور جہنمی قرار  
دینے کے پھر ان سے دینی میل جول رکھتے ہیں، بالخصوص یہ امر کہ ان سے مناکحت  
کرتے ہیں۔

- باقی گمراہ فرقوں سے تو نکاح کرنے اور کرواتے کا درواج کم ہے زیادہ رواج  
مناکحت کا مقلدین کے ہر دو فرقوں دیوبندیوں اور بریلویوں سے ہے اور ہمارے بھائی  
ان بھول بھلیوں میں پڑے ہوئے ہیں کہ جیسے ہم مسلمان ہیں ویسے یہ بھی مسلمان ہیں  
حالانکہ یہ سراسر غلط ہے مقلدین حنفیہ کے ہر دو فرقے دیوبندی اور بریلوی بلاشبہ  
گمراہ ہیں اور ائمہ شیوخ جیسے مسلمان نہیں ہیں۔

پھر اس کے بعد رسالہ کا مصنف ص ۵ پر لکھتا ہے:  
(۱) خواص تو جانتے ہیں میں عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ مقلدین موجودہ

(۱) یعنی تمام تقلید کرنے والے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی یہ تمام مقلدین مذکورہ ہیں جنہوں سے گمراہ ہیں اور  
ان سے مناکحت جائز نہیں۔

دس وجہوں سے گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں جن سے مناکحت جائز نہیں۔  
 پھر ان دس وجہوں سے مقلدین کی گمراہی اور ان کا شرک ثابت کر کے  
 منہ پر رسالہ کا مصنف، اہلحدیث، اور اہل توحید کی غیرت اور انکی دینی حمیت  
 کو یوں للکارتا ہے۔

”اب غور کرو کہ جس قسم کے حنفی دنیا میں موجود ہیں۔ اہلحدیثوں کی کیسی  
 بے غیرتی اور بے شرمی ہے کہ ان سب فرقوں کو گمراہ بھی جانتے ہیں اور پھر  
 ان سے مناکحت بھی کرتے ہیں، جب یہ مشرک اور بدعتی ہیں تو پھر ان سے  
 محبت کی مجالست اور مناکحت کس طرح روا ہو سکتی ہے؟ کچھ غیرت سے  
 جواب دو۔“

اور صفحہ ۱۴ پر لکھتا ہے:

”یہ ظاہرات ہے کہ حنفی فرقہ بدعتی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مخالف  
 ہے اور اس آیت سے ثابت ہوا کہ خدا اور رسول کے مخالف سے دوستی  
 رکھنا مومن کی شان نہیں ہے، تو پھر رشتہ داری کرنا اور ان سے سگایاوت ڈالنا  
 جو محبت اور دوستی کا موجب ہے کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔؟“

اور صفحہ ۱۵ پر لکھتا ہے:

”حنفیوں کے عقائد و اعمال ذکر کر کے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ مشرک  
 اور بدعتی ہیں اور بدعتی کے بارے میں حدیث سے یہ ثابت ہے کہ وہ  
 اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح آٹے سے بال نکل جاتا ہے،  
 جب قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ مشرکین کو نکاح نہ دو اور نہ مشرک  
 عورتوں کو نکاح کرو تو پھر اس زمانہ کے مدعیان عمل بالحدیث کس منہ سے  
 اہلحدیث بنتے ہیں، جو اہل بدعت حنفی مذہب والوں کو اپنی لڑکیاں  
 دے رہے ہیں، یہ ویدہ و دانہ قرآن و حدیث کی خلاف ورزی



کر رہے ہیں۔

اے غلطوں میں تقریروں میں مجلسوں میں تو یہ کہہ رہے ہیں کہ حنفی مذہب جھوٹا ہے، حنفی بدعتی ہیں، مشرک ہیں اور کتابوں رسالوں میں اخباروں بھی یہ سب کچھ کہہ رہے ہیں، لیکن جب بیاہ کا موقع آتا ہے تو لڑکی بھی دیتے ہیں اور لے بھی لے لیتے ہیں۔

حرص و شہوت مرد را تمق کند

عقل را بے نور و بے رونق کند

اور پھر اس پر مزید تعجب یہ ہے بعض علماء اس مناکحت کو جائز کہہ رہے ہیں۔ اور جہاں کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں اہل علم حضرات کو مخاطب کر کے فرمایا جا رہا ہے :

اہل علم حضرات ! ذرا غور فرمائیں یہ نکاح کس طرح جائز ہے، قرآن مجید میں صاف دارو ہے الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والنساء لا ینکحن الا الذرائع او مشرکات، وحرم ذلك علی المؤمنین۔ یعنی زانی تو زانیہ اور مشرک یہی نکاح کرتا ہے اور زانیہ کو زانی یا مشرک ہی نکاح میں لاتا ہے لیکن مومنوں پر یہ نکاح حرام کیا گیا ہے۔

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ زانیہ اور مشرک سے عقیف اور موحد شخص کو نکاح نہ کرنا چاہئے اور اس حرمت کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ مشرک موحد کا اور عقیف زانیہ کا کفو نہیں ہے، دوم یہ کہ ایک سے دوسرے کو علت اس مشرک و زنا کی نہ لگ جائے۔

اور صاف پر لکھتا ہے :

حنیفوں کی شرط کیاں مراسم شرکیہ کرنے والیاں چونکہ عند الشرع کافرہ ہیں لہذا موجدین اہلحدیث کو ان کا نکاح میں لانا اور ان کے نکاح پر اقامت رکھنا حرام ہوا،



الہمدیث، حضرات نے صما بکرام تا بعین عظام انہما سلام اور علماء و فقہائے  
مذہب اربعہ پر اور اللہ کے ولیوں پر جو دشنام کے کیمڑا اچھالے ہیں، انکو دنیا ہی  
میں یہ سزا مل رہی ہے کہ خود ان کے اپنے ہم مذہب کی زبان سے ان کی اولاد و نواسی  
ثابت ہو رہی ہے، انکا نکاح ناجائز بتایا جا رہا ہے اور وہ اپنی اپنی منکوحات  
کے ساتھ مستقل زنا میں مبتلا ثابت ہو رہے ہیں اور یہ کہ وہ مستقل ضلالت  
میں پڑے ہوئے ہیں۔

اللہ، اللہ، کیسا خطرناک اور عبرتناک انجام ہے ان الہمدیثوں کا۔  
اور ابھی اس پر بس نہیں بلکہ وہ ایسے اسی ہم مذہب کی زبان سے اپنے کفر و شرک کا  
بھی فتویٰ سن لیں اور اگر ذرا بھی غیرت ہے تو شرم سے چلو بھر پانی میں ڈوب کر  
مر جائیں، سنئے سیاحۃ الہجنان رسالہ کا مصنف اپنے ہم عقیدہ ہم مسلک بھائیوں  
کے بارے میں کیا فتویٰ صادر کرتا ہے، لکھتا ہے،

اسلام میں کفر و دینی مجتہد ہے کہ زوجین کا مذہب ایک ہو ذات اور پیشہ خواہ  
جد اجداد ہو، جو لوگ تنہا کفر اور قوموں ذاتوں کا کفر و اعتقاد کر کے بے دینوں گمراہوں  
کافروں مشرکوں بدعتیوں کو نکاح دیتے ہیں اور ان سے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ  
ہمارے قدیمی، ساک، ہیں، وہ دراصل خود بے دین بدعتی اور کافر ہیں اگر مسلمان  
ہوتے تو ایسا حرام نہ کرتے ان سے تو مرزائی اس میں سمجھا رہا ہے کہ وہ غیر مرزائیوں سے  
نہیں کرتے شیعہ بھی بغیر شیعہ کے سنیوں سے نہیں کر لے اسی طرح بہت سے  
فرقے ہیں جو اپنے مذہب سے باہر نہیں کر لے لیکن یہ نام نہاد الہمدیث ایسے  
بے وقوف ہیں کہ قبر پرستوں سے تعزیہ پرستوں سے بے نمازی کافروں سے ہر قسم  
کے بے دینوں سے مناکحت کر لیتے ہیں اور کچھ غیرت مذہبی نہیں رکھتے ....  
پھر ان بے وقوفوں کے بڑے کراہق وہ ملاں مولوی ہیں جو ان مخالف مذہب مردود  
حور کا نکاح پڑھتے ہیں، وہ صرف چار روپیہ کے بدلے اپنا ایمان فروخت

کر رہے ہیں حالانکہ یہ جانتے ہوئے کراہل بدعت سے مناکت ٹھیک نہیں ہے  
نحوہ ما قبل۔

مولوی اب طالب دنیائے جیفہ ہو گئے

وارث علم پیغمبر کا بیتہ لگتا نہیں (صلہ و مثلاً)

رسالہ مذکورہ کی یہ عبارت اتنی صاف اتنی واضح اور اتنی بولتی ہوئی ہے  
کہ اس پر میں اپنی طرف سے کچھ تبصرہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ البتہ ناظرین سے  
گزارش کروں گا کہ وہ دیدہ عبرت کھولیں اور اللہ کے ولیوں کے ساتھ جو گستاخ  
بننا ہے انکی اہانت کرتا ہے، اور ایسے پندار علمی کے بل بوتے پر جو انکے منہ آتا  
ہے، اللہ تعالیٰ اس سے اس دنیا ہی میں کس طرح اور کس طرح سے انتقام  
لے لیتے ہیں وہ اس کا عبرت خیز نمونہ مذکورہ ان عبارتوں میں دیکھیں، ہم احناف  
اور مقلدین تو ایسے یہ کہتے ہیں :

جتنا جی چاہے ستائیں ستم ایجاد ہمیں

مثل تصویر میں آتی نہیں فریاد ہمیں

آپ آخر آخر میں ذرا، الحمد للہ، حضرات اس آئینہ میں بھی اپنا منہ دکھائیں  
یہ آئینہ انکو کوئی مقلد کوئی خنقی کوئی بدعتی کوئی مشرک کوئی دیوبندی نہیں بلکہ انکا  
اپنا ایک، موجد، بھائی دکھاتا ہے۔ اور وہ موجد بھائی وہی صاحب رسالہ  
سیاحۃ ایمان بننا کو۔ اہل الایمان ہے، وہ اپنے اس رسالہ کے صدارت رکھتا ہے۔  
آج اسلام کے مدعیان کا یہ حال ہے کہ نہ انکو اہل ایمان کی خبر ہے نہ دین  
کی نہ قرآن کی نہ سنت کی بس چاروں طرف بدعت ہی چھا گئی ہے حتیٰ کہ اہل حق  
پر بھی اہل بدعت کی کثرت نے اثر ڈال دیا۔ . . . . پس وہ گردہ جو قرآن  
و حدیث سے ایک قدم نہیں ہٹا تھا آخر کار اہل بدعت کے رنگ میں رنگ گیا  
اور ان میں جذب ہو گیا جس کا انجام یہ ہوا کہ بیاہ اور مرنے میں وہی رسوم کرنے لگا

جو اہل بدعت کیا کرتے ہیں . . . . . آج اہل حدیث کہلانے والے اشخاص  
بھی احادیث نبویہ سے غفلت اور بے پرواہی اس طرح کر رہے ہیں جس طرح اہل  
بدعت کیا کرتے تھے . . . . .

لیکن افسوس ہے کہ اہل حدیث کہلانے والے آج اہل بدعت کے ساتھ  
ہر دینی کام نماز سلام جنازہ نکاح بجالست وغیرہ میں اشتراک کر کے ان میں  
ایسے جذب ہوئے ہیں کہ ان کا عین بن گئے ہیں۔ (ص ۱۷)

میں اب یہ سطر میں ختم کر رہا ہوں اور ”الحمد للہ“ اہل توحید۔ اہل  
ایمان۔ اہل اسلام۔ اور دین و شریعت اور کتاب و سنت پر زبانی مندا  
ہونے والوں کو سلام اسلام پیش کرتا ہوا شیخ الاسلام مولانا ثناء الرحمن صاحب  
امر قسری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ان سے یہ عرض پر دائر ہوں کہ وہ اپنے دل سے  
اس خیال کو نکال دیں کہ کنوئیں سے زیادہ پانی نہیں ہو سکتا۔

ناز ہے گل کو نزاکت پر چمن میں اے ذوق  
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

فقہاً

محمد ابوبکر غازی پوری

قاسمی سنٹرل سید وارڈ غازی پوری پٹی

۲۹ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ



# فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات
۳	مقدمہ - بقلم مولانا نور الدین نور اللہ الاعظمیٰ
۲۳	مقدمہ بقلم مولف
۳۵	پہلے اسے پڑھ لیں
۴۸	۱۱ مسئلہ - مختلف فیہ مسائل میں رد و انکار جائز نہیں
۵۳	۱۲ مسئلہ - آدمی کو رخصتوں کا تسبیح کرنا چاہیے
۵۹	۱۳ مسئلہ - بیک وقت چار سے زیادہ شادی کی جاسکتی ہے۔
۶۷	۱۴ مسئلہ - تراویح میں کوئی متعین عدد نہیں ہے
۷۳	۱۵ مسئلہ - تراویح کی موجودہ صورت غیر مقلدین کے نزدیک حضرت عمرؓ کی ایجاد ہے
۷۷	۱۶ مسئلہ - جو روزہ رکھنے پر قادر ہو اسکو روزہ کا فدیہ دینا واجب نہیں ہے
۸۵	۱۷ مسئلہ - اگر کسی کا گھر مسجد سے قدرے فاصلہ پر ہو تو اس پر جمعہ کی ناز واجب نہیں ہے
۹۰	۱۸ مسئلہ - غیر مقلدین کے یہاں اموال تجارت میں زکوٰۃ نہیں ہے
۹۵	۱۹ مسئلہ - جماعت نماز پڑھنا فریضہ منکدہ نہیں ہے
۹۹	۲۰ مسئلہ - پانی خواہ کم ہو یا زیادہ اس میں کسی طرح کی نجاست پونے سے
	پانی ناپاک نہیں ہوتا
۱۰۳	۲۱ مسئلہ - اگر صرف امام اور ایک مقتدا ہو تو جمعہ واجب ہے
۱۰۸	۲۲ مسئلہ - رات میں مردہ کو دفن نہیں کرنا چاہیے
۱۱۲	۲۳ مسئلہ - جن چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے وہ متعین اور مخصوص ہیں

- (۱۳) مسئلہ - طواف بیت اشرف کے لئے وضو ضروری نہیں ہے ۱۱۵
- (۱۴) مسئلہ - نیکار میں گواہ کی ضرورت نہیں ہے ۱۲۱
- (۱۵) مسئلہ - جو کیلئے نہ نام کی شرط ہے نہ شرک نہ مسجد جات کی ۱۲۶
- (۱۶) مسئلہ - شیعوں نے جو انہن میں ہی علی الصلوٰۃ کی جگہ علی خیر العلوی کو اپنا شعار بنایا ہے، اس پر انکار نہیں کرتا پایا ہے۔ ۱۳۱
- (۱۷) مسئلہ - وضو میں ترازو کی کاغذ کا خطا کرنا درست نہیں ہے۔ ۱۳۶
- (۱۸) مسئلہ - یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ ۱۳۹
- (۱۹) مسئلہ - اگر کسی نے امام کو حالت رکوع میں پایا تو اس کی یہ رکعت شمار نہ ہوگی ۱۴۲
- (۲۰) مسئلہ - وتر کی تین رکعت نماز نہیں ہے۔ ۱۴۶
- (۲۱) مسئلہ - شہداء کو بلا کفن اور بلا ان پر نماز جنازہ پڑھے دفن کیا جائیگا ۱۴۹
- (۲۲) مسئلہ - عورت مرد کے نکاح سے صرف دو صورتوں میں نکل سکتی ہے ۱۵۲
- (۲۳) مسئلہ - ایک میں پانی ڈالنا اور دوسری میں پانی ڈال کر لکھ کر تباہی دھوکے فراغ ۱۵۵
- میں ہے۔
- (۲۴) مسئلہ - اگر کوئی سابق وقوف عرفہ سے پہلے اپنی بیوی سے ہمبستر ہو جائے تو اس کا حج ناسد نہیں ہوگا۔ ۱۵۸
- (۲۵) مسئلہ - ذرا غیر متقلدین کی شریعت کا یہ مسئلہ بھی ملاحظہ فرمائیں ۱۶۲
- (۲۶) مسئلہ - ایک بچہ بہت سے لوگوں کا مرتبہ عزرائلی میں کافی ہوگی ۱۶۷
- (۲۷) مسئلہ - خیر اور فخر کی غازیہ کم از کم اٹھ آیتیں پڑھنی ہوائیں۔ ۱۷۰
- (۲۸) مسئلہ - خون اور رقی سے وضو نہیں ٹوٹتا ۱۷۳
- (۲۹) مسئلہ - عرب عرب کے کفو ہیں اور مالی موال کے مگر خیر ہے اور حجام کسی کے کفو نہیں ہو سکتے ۱۷۶

صفحہ	عنوانات
۱۷۹	(۲۱) مسئلہ - نابالغ بچہ بالغ کی امانت کر سکتا ہے
۱۸۳	(۲۲) مسئلہ - سونے چاندی کا استعمال صرف کہ اپنے پیشہ کے بزرگ کیلئے حرام ہے
۱۸۶	(۲۳) مسئلہ - اگر فجر کی سنت فرض سے پہلے نہ پڑھا سکا ہو تو فجر کی فرض ادا کرنے کے بعد اسکو طلوع شمس سے پہلے ہی پڑھے۔
۱۸۶	(۲۴) مسئلہ - ہر مصلیٰ کو ہر مصلیٰ کے نیچے نماز پڑھنی چاہیے
۱۹۳	(۲۵) مسئلہ - غیر مقلدین نماز نماز میں صرت رفع یدین کے قائل ہیں۔
۱۹۵	(۲۶) مسئلہ - اگر نماز پڑھنے کیلئے وضو کی ضرورت ہو اور قریب میں پانی نہ ہو تو بلاتماخیر تیمم کر کے نماز پڑھے
۱۹۸	(۲۷) مسئلہ - مشرب پینے پر کوئی متبہن حد نہیں
۲۰۰	(۲۸) مسئلہ - اگر شادیاں میں ہر کاتین بھی پوچھا جاوے اور نہ پوچھا جائے تو بھی ہوگی مگر جہاز نہ بھا ہو تو شوہر پر کالہ پھر واجب نہ ہوگی۔
۲۰۲	(۲۹) مسئلہ - غیر مقلدین کے یہاں بغینہ کا پانی پاک ہے
"	(۳۰) مسئلہ - بغینہ اگر نشہ اور شدت نہ پیدا ہوئی ہو تو اس کا پینا جائز ہے
"	(۳۱) مسئلہ - عورت کی عورت کے یا اس کا شمار حنفی یا طہر کی برت سے نہیں ہے
۲۰۶	(۳۲) مسئلہ - وضو میں پاؤں دھونے کے بجائے اس پر صرف کسی بھی کیا جاسکتا ہے
۲۰۸	(۳۳) مسئلہ - عیب کی وجہ سے نکاح کا نسخ کرنا جائز نہیں۔
۲۱۰	(۳۴) مسئلہ - نماز میں جمع تقدیم و تاخیر بلا عذر شرعی محض دنیاوی ضرورت کے پیش نظر بھی جائز ہے۔
۲۱۳	(۳۵) مسئلہ - غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسر کے



صفحہ	عنوانات
۲۱۳	(۴۶) مسئلہ - مولانا ثناء اللہ صاحب سے سوال ہوا
۲۱۶	(۴۷) مسئلہ - جمعو کا غسل واجب ہے
۲۱۸	(۴۸) مسئلہ - تہر کی نماز گوی میں آخر سے پڑھنی چاہئے
۲۲۰	(۴۹) مسئلہ - حیض کی کوئی مدت نہیں
۲۲۲	(۵۰) مسئلہ - مریض کیلئے تیمم اس وقت جائز ہے جبکہ اس کا اندیشہ ہو کر پانی کے استعمال سے وہ مر جائے گا۔
۲۲۴	(۵۱) مسئلہ - ناپاک پانی میں اگر گیند گر کر پھر کسی کنویں میں جا گرے اور کنویں میں زیادہ پانی نہ ہو تو کنویں کا سب پانی ناپاک ہو جائیگا۔
۲۲۶	(۵۲) مسئلہ - وتر کی نماز واجب نہیں ہے۔
۲۲۸	(۵۳) مسئلہ - اگر کوئی حاکم اپنی رائے اور اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے تو وہ حجت ہے
۲۳۰	(۵۴) مسئلہ - شہداء کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔
۲۳۲	(۵۵) مسئلہ - نماز جمعہ سے پہلے کوئی سنت نہیں ہے۔
۲۳۴	(۵۶) مسئلہ - قرآن کریم بلا وضو اور بلا غسل چھونا جائز ہے۔
۲۳۶	(۵۷) مسئلہ - عورت مرد کی امامت کر سکتی ہے۔
۲۳۸	(۵۸) مسئلہ - حرم شریف مدہ وقائم کرنے کی بہترین جگہ ہے۔
۲۴۰	(۵۹) مسئلہ - مسافر کے علاوہ کسی اور کو دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا بے دلیل ہے۔
۲۴۲	(۶۰) مسئلہ - اگر کوئی شخص مرتبے اور اس پر روزہ ہو تو ولی کو اس کی طرف سے روزہ رکھنا ہے۔
۲۴۴	(۶۱) مسئلہ - سجدہ تلاوت ادا کرنے کیلئے وضو ضروری نہیں ہے۔

صفحہ	عنوان
۲۴۶	(۶۲) مسئلہ - دو نمازوں کو جمع کر کے نماز پڑھنے والی حدیثوں میں سورۃ جمع کر کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔
۲۴۸	(۶۳) مسئلہ - اگر ایک میل یا ایک میل سے زائد سفر کا کوئی ارادہ کرے تو سفر کرنے والا نماز کی قصر کرے گا۔
۲۵۰	(۶۴) مسئلہ - اگر گھوڑی کوئی نہ ہو اور ضرورت پڑے تو نماز چل کر دعاؤں کو ادا کیا جاسکتا ہے۔
۲۵۲	(۶۵) مسئلہ - زکوٰۃ کے مصارف آٹھ نہیں صرف سات ہیں۔
۲۵۳	(۶۶) مسئلہ - مصارف زکوٰۃ کے بیان میں فی سبیل اللہ سے مراد الخیر
۲۵۶	(۶۷) مسئلہ - مالدار اہل علم کو زکوٰۃ لینا چاہتا ہے۔
۲۵۸	(۶۸) مسئلہ - جس کے پاس یہ پاس درہم ہو وہ مالدار ہے۔
۲۶۰	(۶۹) مسئلہ - اگر باپ احمد کی اولاد کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔
۲۶۱	(۷۰) مسئلہ - پردہ کرنا صرف از دل مجاہدات کے لئے ہے۔
۲۶۳	(۷۱) مسئلہ - اگر کسی نے جمعہ کے خطبہ کے دوران کسی سے "ما بَشَرُ" کہہ دیا تو اس کی جمعہ کی نماز نہ ہوگی۔
۲۶۶	(۷۲) مسئلہ - نشہ میں دی گئی طلاق کا اعتبار نہیں۔
۲۶۸	(۷۳) مسئلہ - جس کو زیادہ بھوکا یا پیاس لگے اس پر روزہ فرض نہیں ہے۔
۲۷۰	(۷۴) مسئلہ - جس جانور کو بلا لیم شہ پڑھے ذبح کیا گیا ہو اس کا گوشت کھانا حلال ہے۔
۲۷۳	(۷۵) مسئلہ - اگر نمازی کے آگے سے گدھا لاکھڑا کرے یا عورت گزرتی ہو اور سامنے سر نہ ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔
۲۷۴	(۷۶) مسئلہ - اعتکاف کرنے کیلئے روزہ ضروری نہیں۔

## عنوانات

صفحہ

(۷۷) مسئلہ - شیعہ کا ذبیحہ حلال ہے۔

۲۷۶

(۷۸) مسئلہ - سر پر بال رکھنا سنت ہے۔

۲۷۸

(۷۹) مسئلہ - اگر کسی کنویں سے جوتی نکل آئے اور کنویں کا پانی

۲۷۹

ماوریکثیر نہ ہو تو وہ کنواں ناپاک ہوگا

(۸۰) مسئلہ - تہتا عبور توں کی مرد امامت کر سکتا ہے۔

۲۸۰

(۸۱) مسئلہ - بیوی سے ہمبستر ہونے سے پہلے غسل کرنا سنت ہے

۲۸۱

(۸۲) مسئلہ - ٹوپی اور عمامہ ہوتے ہوئے برہنہ سر نماز پڑھنا مکروہ ہے

۲۸۲

(۸۳) مسئلہ - ننگے سر نماز پڑھنی مکروہ ہے

۲۸۳

(۸۴) مسئلہ - قعدہ اخیرہ پڑھنا پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پریشیٹے

۲۸۴

(۸۵) مسئلہ - غیر مقلدین کو دعا کے بعد سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے اہمۃ

۲۸۵

رکعتے ہیں پھر گھٹنا ٹیکتے ہیں۔

(۸۶) مسئلہ نمازیں سر ڈھاننا مستنون ہے

۲۸۶

(۸۷) مسئلہ - نماز کے فرائض میں سے صبح اللہ من حمدہ اور ربنا اللہ

۲۸۷

کنا بھی ہے۔

(۸۸) مسئلہ - کسی کو حج کرنے کیلئے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

۲۸۸

(۸۹) مسئلہ - مردہ کا منہ کھلا ہو تو اس کو بند کر دینا چاہئے

۲۸۹

(۹۰) مسئلہ - جنانہ اٹھانے والے کو وضو کرنا چاہئے۔

۲۹۰

(۹۱) مسئلہ - اگر کسی نے چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹ کر اس کی گردن

۲۹۱

میں شکایا جائے گا۔

(۹۲) مسئلہ - آئین یا سر اور آئین یا الجیر دونوں طرح جائز ہے۔

۲۹۲

(۹۳) مسئلہ - غیر مقلدین کلمات اقامت کو اہکرا کہتے ہیں۔

۲۹۳



- ۲۹۴ مسئلہ - نمازیں سینہ پر یا تھوڑا لمبے یا تھوڑے زمانے میں پڑھنا جائز ہے
- ۲۹۵ مسئلہ - عورتوں کو قبر پر جانا اور اس کی زیارت کرنا جائز ہے
- ۲۹۶ مسئلہ - زخم والی پٹی پر وضو کیا کرنا جائز ہے
- ۲۹۷ مسئلہ - کافر کے نیچے نماز جائز ہے
- ۲۹۸ مسئلہ - جو نماز بجا کر شرعی چھوڑ دی گئی ہو اس کی قضا نہیں ہے
- ۲۹۹ مسئلہ - پیشاب یا غائے کے وقت قیام کی طرف رخ کرنا جائز ہے
- ۳۰۰ مسئلہ - جو نے میں نماز پڑھنا مسنون دینی سنت ہے
- ۳۰۱ مسئلہ - جو شخص نماز قضا چھوڑ دے وہ کافر ہے
- ۳۰۲ مسئلہ - جو نماز سفر میں قضا ہو گئی ہو اس کی قضا حضر میں چار رکعت ہے اور جو نماز حضر میں قضا چھوٹ گئی ہو اس کی قضا سفر میں دو رکعت ہے
- ۳۰۳ مسئلہ - کوئی شخص ایسا مرعین ہو کہ وہ ارشاد سے نماز پڑھتا اور پڑھتا ہے الخ
- ۳۰۴ مسئلہ - اگر امام بیت کو نماز پڑھائے تو اسکے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے والوں کی نماز درست ہوگی۔
- ۳۰۵ مسئلہ - جھوٹی شہادت دینے والوں کی سزا یہ ہے
- ۳۰۶ مسئلہ - اگر امام سنگا ہو کر نماز پڑھائے الخ
- ۳۰۷ مسئلہ - اگر امام ان پڑھ ہو تو اس کے پیچھے قرآن پڑھنے والے مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگی۔
- ۳۰۸ ایک کی شہادت سے اگرچہ عورت ہی کیوں نہ ہو رمضان کی رویت کا ثبوت ہو جائے گا۔
- ۳۰۹ مسئلہ - جو عورت دل کی اجازت کے بغیر اپنا خود سے نکاح کر لے الخ

صفحہ	عنوانات
۳۰۷	(۱۱۰) مسئلہ - غیر متعلقہ بن کے پیشو مجدد اسلام اور "یہ" اور "وہ"
۳۰۸	(۱۱۱) مسئلہ - نمازیں باواز و بلند روزا شروع ہے
"	(۱۱۲) مسئلہ - حلال جانور کے سب اغشاء کا کھانا سوائے دم سفوح کے جائز ہے
۳۰۹	(۱۱۳) مسئلہ - حالت نمازیں اگر نمازی الخ
۳۱۰	(۱۱۴) مسئلہ - اگر کسی نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا جبراً
۳۱۱	کچھ اور مسائل
"	(۱۱۵) مسئلہ - چھینکنے والے کا فوراً جواب دینا فرض ہے
۳۱۵	(۱۱۶) مسئلہ - جن دواؤں یا جس خوشبو میں شراب ملی ہو الخ
۳۱۷	(۱۱۷) مسئلہ - ایک - دتقریباً اٹھارہ لیٹر شراب کا شراب پاک ہے
۳۱۸	(۱۱۸) مسئلہ - شراب کا سرکہ جائز ہے
۳۲۰	(۱۱۹) مسئلہ - شراب سے گدھا ہوا آٹا الخ
۳۲۲	(۱۲۰) مسئلہ - آدرا کا پیشاب پاخانہ اصلً ناپاک نہیں ہیں
۳۲۳	(۱۲۱) مسئلہ - خطبہ جمعہ میں اُردو اشعار کا پڑھنا درست ہے
۳۲۴	(۱۲۲) مسئلہ - تین روز تک نبیہ کا پینا جائز ہے
۳۲۶	(۱۲۳) مسئلہ - اگر کسی کافر نے شکاری کہے کو کسی شکار پر چھوڑ دیا الخ
۳۲۸	(۱۲۴) مسئلہ - اگر کوئی ناپاک اور نجس چیز ایسی ہے الخ
۳۳۰	(۱۲۵) مسئلہ - ولایتی کپڑوں یا برتنوں کا استعمال جن میں تصویریں بنی ہوئی ہوں
۳۳۲	(۱۲۶) مسئلہ - استمناء بالید (ہاتھ سے منی نکالنا) جائز ہے -
۳۳۴	(۱۲۷) مسئلہ - جو مچھلی مکرانی کے اوپر آجائے اس کا کھانا حلال ہے
"	(۱۲۸) مسئلہ - چھ ہے کا پاخانہ اگر روٹی کے بیچ پایا گیا ہو تو اس کا کھانا جائز ہے

۲۲۴	مسئلہ - اگر کسی نے ذبیحہ پر باقی تھیں آن گلاؤں کو اور ذبح کیا تو جائز ہے
۲۲۵	مسئلہ - منی خون، شہ و نگاہ، رطوبت، شراب سب پاک ہیں
۲۲۶	مسئلہ - سو راہد کتے کے جھوٹے اور اسکے پسینے میں نہ توں ہے
۲۲۷	مسئلہ - سو راہد کی دعوت قبول کرنا اور اس کا کھانا کھانا جائز ہے
۲۲۸	مسئلہ - ڈاڑھی کو بالکل چھوڑ دینا چاہئے
۲۲۹	مسئلہ - مندرجہ ذیل امور سے غسل واجب نہیں ہوتا۔
۲۳۰	مسئلہ - جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے انکا پیشاب پاک ہے
۲۳۱	مسئلہ - زانیہ کی بنائی ہوئی مسجد کا حکم زمین مخصوب کا ہے
۲۳۲	مسئلہ - ذی ناب جانوروں کے علاوہ الخ
۲۳۳	مسئلہ - گیسو یا چٹاؤں کی طرح دوسرے قلعے اگر پیشاب میں پڑے ہیں
۲۳۴	مسئلہ - شہ و گوشت، شہری چربی، شہری، شراب و دودھ اور شہرا
	اور دودھ دار کھانا سب جائز ہے
۲۳۵	مسئلہ - بہا ہوا خون، پینچا پر پیپ اہل حق یہ سب پاک ہے
۲۳۶	مسئلہ - شراب پینے والے کا جھوٹا پاک ہے
۲۳۷	مسئلہ - اگر کپڑے کا سوت نجاست میں دھکا جائے تو وہ پاک ہے
۲۳۸	مسئلہ - کنواں خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو الخ
۲۳۹	مسئلہ - اگر چوہا شراب میں پڑ جائے
۲۴۰	مسئلہ - اگر شراب سرکہ میں گر جائے
۲۴۱	مسئلہ - شراب بنی ہوئی خوشبودار پینے کی چیزیں پاک ہیں۔
۲۴۲	مسئلہ - کتے اور سو راہد کا جھوٹا اور اس کا لعاب پاک ہے
۲۴۳	مسئلہ - کتے کا پیشاب اور اس کا پینچا نہ پاک ہے۔



۲۵۰ مسئلہ - منی کا کھانا جائز ہے

۲۵۱ مسئلہ - زانیہ کی بنائی ہوئی مسجد کا حکم بھی عام مسجد کی طرح ہے

۲۵۲ مسئلہ - اگر کسی عورت نے اپنی شرمگاہ میں روئی کا کوئی ٹکڑا ڈالا، الخ

۲۵۳ مسئلہ - اگر روزہ دار اپنی عورت سے فرج کے علاوہ میں جھانک کرے، الخ

۲۵۴ مسئلہ - کھلی شرمگاہ اور زانیہ کا کپڑے میں نماز ہو جاتا ہے

۲۵۵ مسئلہ - اگر دیر یا آؤتتا غسل کے راستے سے پیٹ میں پانی چلا جائے، الخ

۲۵۶ مسئلہ - اگر کسی مردہ دہانے اپنی دہریں یا کسی خود سے (پسینا)

۲۵۷ مسئلہ - اب گناہ میں انگلی ڈال تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا

۲۵۸ مسئلہ - اگر کسی نے اپنی دہریں چھری، لہا، یا لکڑی ڈالی، الخ

۲۵۹ مسئلہ - غیر منقلہ دہ کے میہاں منی پاک ہے

۲۶۰ مسئلہ - اگر کسی نے مردہ عورت کی شرمگاہ میں حشفہ ڈال کر دیا

۲۶۱ مسئلہ - تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

۲۶۲ مسئلہ - عورت سے نواہلت کرنے والا کا اگر تو کچا ناستی بھی نہیں

۲۶۳ مسئلہ - اگر نجس چیز میں ایسی تبدیلی پیدا ہو جائے، الخ

۲۶۴ مسئلہ - مشہد کی مکھی، مہ، مہیہ (چھوٹی چوٹی) اور مردہ بھولا

۲۶۵ مسئلہ - کھانا جائز ہے۔

۲۶۶ مسئلہ - شلای حکومتوں کو سود لینا جائز ہے

۲۶۷ مسئلہ - موتی، ریان اور جواہر کے زیور پہننا مردوں کیلئے جائز ہے

۲۶۸ مسئلہ - اگر کوئی شخص حالت حیض میں اپنا بیون سے ہم بستری کر لے

۲۶۹ مسئلہ - سمندریں مرا ہوا پر جانور حلال ہے

۲۷۰ مسئلہ - سونے کا زیور مردوں کیلئے حرام ہے

۲۷۱ مسئلہ - سونے کا زیور مردوں کیلئے حرام ہے

۳۱۵ مسئلہ۔ قطب الدین، جلال الدین، شمس الدین وغیرہ ام رکنا کردہ

۳۱۶ مسئلہ۔ فرعیانہ، ان، شہادۃ، فاروق، شیطان، ابلیس، نمرود،

ابو جہل وغیرہ نام رکھنا صرف مکروہ ہے

۳۱۷ مسئلہ۔ رزید، ولید اور عقبہ نام رکھنا مکروہ ہے

۳۱۸ مسئلہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی شخص کو بھی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
مستقل ذکر کیا جا سکتا ہے۔

۳۱۹ مسئلہ۔ کوئی ناک بھی پریشاب یا بخار، گو برید وغیرہ نجاستوں پر رکھنا

۳۲۰ مسئلہ۔ مندرجہ ذیل صحابہ کرام کا نام رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں لیا جاسکتا۔

۳۲۱ مسئلہ۔ اس فاذ گشت کو سوال کرنا جائز ہے

۳۲۲ مسئلہ۔ اگر کسی کا باغ ہو اور وہ دیوار سے گھرا ہوا نہ ہو

۳۲۳ مسئلہ۔ اگر کوئی شخص حرام کھانے پر مجبور ہو جائے

۳۲۴ مسئلہ۔ اگر کسی کو کچھ کھانے کو ملے

۳۲۵ مسئلہ۔ ہاتھی اور خیر کے کھانے یا دوقول ہے

۳۲۶ مسئلہ۔ اگر کافر نے اللہ کیلئے یا اللہ کے ناک پر جانور ذبح کیا

۳۲۷ مسئلہ۔ اجرت دیکر تراویح کی نماز پڑھنا

۳۲۸ قرأت خلف الامام کے متعلق ایک دلچسپ بحث

۳۲۹ تمام دنیا کے علمائے اخوات کو کھلا چیلنج

۳۳۰ خاتمہ کلام

۳۳۱ خدائی انتقام غیر متعلقہ دن کا جنت خیر انجام

## حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری کی تصانیف

مسائل غیر مقلدین غیر مقلدین کی ڈائری

آئینہ غیر مقلدیت ارمغان حق ۲ جلدین

غیر مقلدین کے لیے لمحہ فکریہ سبیل الرسول پر ایک ساتھ

صلوۃ الرسول پر ایک نظر صور متطوق (عربی)

کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ

مقام صحابہ کتاب و سنت کی روشنی میں

حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار و قبول

صحابہ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر

کیا ابن تیمیہ علماء اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟

وقفہ مع معارضی شیخ الاسلام (عربی)

هل الشيخ ابن تيمية من اهل السنة والجماعة؟

(صوت الاسلام عربی) سه ماہی رسالہ

وقفہ مع لا مذہبیہ (زم زم اردو ۳ ماہی رسالہ)

اسات

ربانی بک ڈپو کٹر شیخ چاند لال کنواں میٹ

Mob.: 9811504821, 9873875484



## حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب قازی پوری کی اہم

### تصنیفات

- ۱ - وقفہ مع معارضی شیخ الاسلام عربی
- ۲ - ارمغان حق ۲ جلد تیسری جلد زیر طبع
- ۳ - مسائل غیر مقلدین
- ۴ - غیر مقلدین کی ڈائری
- ۵ - غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ
- ۶ - آئینہ غیر مقلدیت
- ۷ - غیر مقلد عالم مولانا صاوق سیالکوٹی کی کتاب ”بجیل الرسول پر ایک نظر“
- ۸ - کیا ابن تیمیہ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟
- ۹ - حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد و قبول
- ۱۰ - صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر
- ۱۱ - صلوٰۃ الرسول پر ایک نظر
- ۱۲ - دو ماہی رسالہ ”زمزم“ اردو
- ۱۳ - سہ ماہی رسالہ ”صوت الاسلام“ (عربی)



**RABBANI**  
BOOK DEPOT

7A/12, Ghulam Qasim Street, Lashari, Faisalabad  
Mob: 99-961-1504321 Fax: 011-23042781  
E-mail: rabbani@pakistan.com